خیرالقرون کی درسگاہیں
اور اُن کا نظامِ تعلیم و تربیت

تالیف:
حضرت مولانا قاضی اطہر مبارکپوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیه ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

تالیف :

حضرت مولانا قاضی اطہر مبارکپوری

پبلشرز ، بُک سیلرز ، ایکسپورٹرز

ادارہ اسلامیات

دینا ناتھ مینشن ، مال روڈ ، لاہور۔ فون : ۷۳۲۴۴۱۲ ۔ فیکس : ۷۳۲۴۷۸۵-۴۲-۹۲

۱۹۰ ، انارکلی ، لاہور ، پاکستان ۔
فون : ۷۲۳۳۹۹۱ - ۷۳۵۲۲۵۵

موہن روڈ ، چوک اُردو بازار ، کراچی ـــــ فون : ۷۷۲۲۴۰۱

خیرالقرون کی درس گاہیں

اشاعت اول : رجب المرجب ۱۴۲۱ھ اکتوبر ۲۰۰۰ء
باہتمام : اشرف برادران سلمہم الرحمٰن

ناشر **اِدارۂ اِسلامیات**

☆...... دیناناتھ مینشن، مال روڈ، لاہور
فون: ۷۳۲۴۴۱۲ فیکس: ۷۳۲۴۷۸۵-۴۲-۹۲

☆...... ۱۹۰۔انارکلی، لاہور
فون: ۷۲۲۳۹۹۱-۷۳۵۳۲۵۵

☆...... موہن روڈ چوک اُردو بازار کراچی
فون: ۷۷۲۲۴۰۱

ای میل: idara@brain.net.pk
islamiat@lcci.org.pk

ملنے کے پتے
ادارۃ المعارف، دارالعلوم، کراچی نمبر ۱۴
مکتبہ دارالعلوم، دارالعلوم، کراچی نمبر ۱۴
دارالاشاعت، اُردو بازار، کراچی نمبر ۱
بیت القرآن، اُردو بازار، کراچی نمبر ۱
بیت العلوم، نابھہ روڈ انارکلی، لاہور

فہرست مضامین

عرض ناشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ! اما بعد! دار العلوم دیوبند جو ایک صدی سے زائد عرصہ سے دینِ صحیح اور علوم نبوت کی حفاظت واشاعت کا فریضہ انجام دے رہا ہے۔ انہی روحانی اور علمی بہاروں کا عظیم الشان اور عدیم النظیر مرکز ہے جو قضاء وقدر کے فیصلے کے مطابق مدینہ طیبہ سے چل کر دیوبند میں خیمہ زن ہو گئی تھیں اور جب تک علم وعرفان کا قافلہ یہاں قیام پذیر رہے گا۔ اس کی بہاروں کو دوام حاصل رہے گا۔ اِن شاءَ اللہ

محترم المقام حضرت مولانا قاضی اطہر صاحب مبارک پوری دامت برکاتہم کی تازہ اور محققانہ کتاب "خیر القرون کی درس گاہیں اور ان کا نظام تعلیم وتربیت" اسی فصل بہار کے عہد خیر القرون کی بہار آفرین تفصیلات پر مشتمل ہے۔

کتاب کیا ہے؟ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی انما بعثت معلما (مجھے صرف معلم بنا کر مبعوث کیا گیا ہے) کی ایسی جھلکیوں پر مشتمل ہے جس سے نگاہوں میں نور اور دلوں میں سرور پیدا ہوتا ہے، آپ دیکھیں گے کہ علم وعرفان کا یہ ابر رحمت پہلے پہل مکہ مکرمہ کے دشت وجبل پر برساتھا، اس کے بعد رحمتِ خداوندی نے اپنی اس نعمتِ عظمیٰ کے لئے مدینہ طیبہ کی سرزمین کو منتخب کیا اور پھر ساری دنیا کو سیراب کرنے کیلئے یہ کس طرح محیط عالم پر چھا گیا۔ مطالعہ کے دوران آپ کو معلوم ہو گا کہ انسانیت کو زیورِ علم سے آراستہ کرنے کے لئے عہدِ رسالت میں کیا کارنامے وجود میں آئے اور جہالت کی تاریکیوں میں ڈوبی ہوئی کائنات، کس معجزانہ شان کے ساتھ یکایک آفتابِ نبوت کے طلوع ہونے کے ساتھ صبح منور میں داخل ہو گئی، پھر عہد صحابہ اور

عہد تابعین میں علمی حلقوں اور درس گاہوں کی سرگرمیوں کی کیا تفصیلات ہیں، کتاب کی ایک ایک سطر اہل علم اور ارباب نظر کیلئے سرمۂ چشم بصیرت ہے اور بلا شبہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب محترم قاضی اطہر صاحب دامت برکاتہم کے قلم کا زریں شاہکار ہے۔

کئی سال پہلے محترم مولانا قاضی اطہر صاحب دامت برکاتہم نے اس موضوع پر کتاب کی تالیف کا ارادہ ظاہر کیا تو اسی وقت حضرتِ موصوف سے عرض کر دیا گیا تھا کہ عہد خیر القرون کی تعلیمی سرگرمیوں پر مشتمل یہ تالیف شیخ الہند اکیڈمی دار العلوم دیوبند سے شائع ہونی چاہئے۔ ہمیں انتہائی مسرت ہے کہ موصوف نے اس پیش کش کی قدر کی اور ان کے زریں قلم نے سینکڑوں کتابوں سے دانہ دانہ جمع کرکے خرمن تیار کر لیا تو انھوں نے یہ امانت شیخ الہند اکیڈمی کے سپرد کر دی۔ فجزاہم اللہ خیر الجزاء

اب شیخ الہند اکیڈمی کا کام حضرت مولانا بدر الدین اجمل قاسمی دامت برکاتہم رکن شوریٰ دار العلوم دیوبند کی نگرانی میں انجام پا رہا ہے، اس لئے ہم حضرتِ مصنف اور دار العلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب زیدت معالیہم کے ساتھ، مولانا بدر الدین صاحب اجمل اور ان کے رفیق کار جناب مولانا عبد الرشید صاحب بستوی کے ممنون ہیں کہ ان سب حضرات کی توجہات اور مساعی جمیلہ سے یہ گرانقدر شاہکار طبع ہو رہا ہے

دعا ہے کہ پروردگار عالم اپنی بارگاہ میں حسنِ قبول کے ساتھ، اس کو علمی حلقوں میں قبول عام عطا فرمائے، استفادہ کی توفیق دے اور اس دور کے تمام علمی اداروں اور درس گاہوں کو خیر القرون کی تعلیم گاہوں کی طرح مثمر خیر و برکات فرما دے۔ آمین

ریاست علی بجنوری غفرلہٗ
سابق خادم شیخ الہند اکیڈمی دار العلوم دیوبند
۲۷ رجب ۱۴۱۵ھ

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین، والعاقبۃ للمتقین، والصلوٰۃ والسلام
علیٰ خیر خلقہ سیدنا ونبینا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین،

وحی الٰہی کے نزول کی ابتداء قرأت، علم اور قلم کے ذکر سے ہوئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معلم الکتاب والحکمۃ بنکر مبعوث ہوئے قرآن وحدیث میں علم دین پڑھنے پڑھانے کی تاکید، اس کی ضرورت واہمیت اور فضیلت بیان کی گئی، اور عہد رسالت سے آج تک مسلمانوں میں تعلیم وتعلم کا مربوط نظام جاری وساری ہے۔

اسلام کے نظام تعلیم وتعلم اور تربیت پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ میں نے بھی بہت پہلے عہد رسالت کا نظام تعلیم کے عنوان سے معلومات جمع کی تھیں۔ اور اس سلسلہ میں دو مضامین "اسلامی تعلیم کا مرکز دار ارقم" اور "مدارس اسلامیہ کے ارتقائی ادوار" کے عنوان سے مجلہ البلاغ بمبئی میں لکھے، یہ دونوں مضامین میری کتاب "آثر ومعارف" میں موجود ہیں۔ اس کے بعد ایک مختصر کتاب "تعلیمی سرگرمیاں عہد سلف میں" کے نام سے لکھی، اور اب اسی سلسلہ کو آگے بڑھا کر "خیر القرون کی درسگاہیں اور ان کا نظام تعلیم وتربیت" کے نام سے یہ کتاب ناظرین کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے، جس میں عہد نبوی، عہد صحابہ اور عہد تابعین کے حلقات ومجالس کی تعلیمی سرگرمیوں کو بیان کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ موضوع اس سے کہیں زیادہ وسعت کا متقاضی ہے اور جو کچھ بیان کیا گیا ہے۔ اس کی حیثیت صرف نمونہ کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین اسلامی تعلیم وتربیت کی چلتی پھرتی درسگاہ تھے، یہاں اس کی جھلک پیش کی گئی ہے جس میں مدینہ منورہ کو علوم اسلامیہ کے مرکز کی حیثیت سے یہاں کے صحابہ وتابعین کے تعلیمی حلقوں اور مجلسوں کا تذکرہ خاص طور سے کیا گیا ہے۔ تابعین کے ذکر میں ضمناً بعض تبع تابعین کا تذکرہ بھی آگیا ہے۔

اس کتاب کی ضرورت اور افادیت کے پیش نظر شیخ الہند اکیڈمی کے صدر محترم اور ناظم مکرم نے اس کی طباعت واشاعت پر خصوصی توجہ فرمائی۔ اور یہ کتاب عالم اسلام کی عظیم تربیتی درسگاہ دار العلوم دیوبند سے شائع ہو رہی ہے، راقم اللہ تعالیٰ کے شکر کے ساتھ ان حضرات اور دوسرے ارکان کا شکر گذار ہے۔

قاضی اطہر مبارکپوری۔ جمعہ ۵ ار شعبان المعظم ۱۴۱۴ھ ۲۸ جنوری ۱۹۹۴ء

حرفے چند

مقدمۂ طبع دوم

اب سے کوئی عرصہ ایک سال قبل، احقر کے زیرِ انتظام شیخ الہند اکیڈمی دارالعلوم دیوبند کی پہلی، علمی، تحقیقی اور معلوماتی کتاب "خیر القرون کی درس گاہیں اوران کا نظامِ تعلیم و تربیت" تالیف: حضرت الاستاذ مولانا قاضی اطہر صاحب مبارکپوری زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر منظرِ عام پر آئی۔ خدا کا شکر ہے کہ ملک کے تمام تعلیمی حلقوں کی طرف سے اس کی بے پناہ پذیرائی ہوئی، اور اہلِ علم نے اسکو ہاتھوں ہاتھ لیا یہی وجہ ہے کہ ایک سال سے بھی کم عرصے میں پہلا ایڈیشن ختم ہو گیا، اور اب کتاب کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کے پیشِ نظر اس کا دوسرا ایڈیشن اشاعت کے مراحل سے گذر کر نذرِ قارئین ہے۔

آج کے علم بیزار دور میں کسی خالص علمی کتاب کی یہ مقبولیت غیر معمولی ہی کہی جائے گی؛ جس کا بڑا اور بنیادی سبب حضرت قاضی صاحب مدظلہٗ کا گہربار، علم ریز اور منجھا ہوا قلم ہے؛ لیکن بقول قارئین، کتاب کے خوب سیرت باطن کے ساتھ خوب صورت ظاہر نے بھی انھیں گرویدہ بنایا ہے — طبع اوّل کی طرح طبع ثانی کی بابت بھی ہماری یہی کوشش رہی ہے کہ اکیڈمی کا طباعتی معیار برقرار رہے۔ ہم اپنی کوشش میں کس حد تک کامیاب ہوئے ہیں، اس کا فیصلہ قارئین حضرات فرمائیں گے۔

دُعا ہے کہ اللہ رب العزت کتاب ہٰذا، نیز اکیڈمی کی تمام مطبوعات کو شرفِ قبولیت بخشے اور ہم سب کو دین و علم کی خدمت کیلئے قبول فرمائے۔ آمین۔

بدرالدین اجمل علی القاسمی
خادم شیخ الہند اکیڈمی دارالعلوم دیوبند
۵ ذی قعدہ ۱۴۱۶ھ ۲۵ مارچ ۱۹۹۶ء

اسلامی علوم کے ابتدائی مراکز و مقامات
اور
قیام مدارس کا سرسری جائزہ

عہدِ نبوی میں پورے جزیرۃ العرب میں اسلام پھیل چکا تھا، خاص طور سے فتح مکہ کے بعد عرب کے تمام قبائل اسلام میں داخل ہو کر قرآن اور شرائع اسلام کی تعلیم و تعلم میں مشغول ہو گئے تھے، اور ہر قبیلہ اور ہر بستی میں پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ جاری ہو گیا تھا۔

مکہ مکرمہ میں حالات کی ناسازگاری کے باوجود کسی نہ کسی طرح قرآن کی تعلیم جاری تھی، اس پورے دور میں کوئی باقاعدہ درسگاہ نہیں تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو تعلیم دیتے تھے۔ موسمِ حج اور دیگر مواقع پر لوگوں کو قرآن سناتے تھے۔ اس دور میں مسجدِ ابوبکر صدیق رض دارارقم، بیت فاطمہ بنت خطاب، شعب ابی طالب وغیرہ کو کسی حد تک درسگاہ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اس کے باوجود مکی دور میں متعدد قراء و معلمین پیدا ہوئے جنھوں نے دوسروں کو قرآن اور تفقہ فی الدین کی تعلیم دی۔ حضرت خباب بن ارت مکہ میں بیت فاطمہ بنت خطاب میں قرآن کی تعلیم دیتے تھے، حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہ ہجرتِ عامہ سے پہلے قباء میں حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت ابن ام مکتوم (عمرو بن قیس اعمیٰ) نقیع الخضمات میں اور حضرت رافع بن مالک زرقی مسجدِ بنی زریق میں تعلیمی خدمت انجام دیتے تھے، یہ سب مکہ کے فضلاء و فارغین ہیں، ان کے اصحاب و تلامذہ مدینہ منورہ کی مسجدوں میں امامت اور تعلیم کی خدمت انجام دیتے تھے۔

ہجرتِ عامّہ کے بعد مدینہ منورہ میں مسجدِ نبوی میں مرکزی درسگاہ قائم ہوئی جس میں سید المعلمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم دیتے تھے۔ نیز حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت اُبی بن کعبؓ، حضرت عبادہ بن صامتؓ وغیرہ اس درسگاہ کے معلّم و مقری تھے۔ یہاں کے طلبہ اپنے گھروں میں بچوں اور عورتوں کو تعلیم دیتے تھے۔ اور چند دنوں میں پورا شہر مدینہ دارالعلم بن گیا۔ اس کے گلی کوچے قرآن کی آواز سے گونجنے لگے۔ مختلف علاقوں سے قبائل اور وفود مدینہ آکر تعلیم حاصل کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرّاءِ صحابہ کو معلّم بنا کر قبائل میں روانہ فرماتے تھے، درسگاہِ نبویؐ سے تعلیم حاصل کرکے قبائل کے رئیس و ترجمان اپنے یہاں تعلیم دیتے تھے۔ اس دور میں مکّہ اور مدینہ کے بعد یمن کے مختلف علاقوں اور بستیوں میں تعلیم و تعلّم کی سرگرمی زیادہ تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمراء و عُمّال، قرآن، سُنّت، فرائض، تفقہ فی الدین اور شرائعِ اسلام کی تعلیم اپنے اپنے حلقوں میں دیتے تھے، خاص طور سے مکّہ میں فتح مکّہ کے بعد حضرت معاذ بن جبل، طائف میں حضرت عثمان بن ابوالعاص ثقفی، عُمّان میں حضرت ابوزید انصاری، نجران میں حضرت خالد بن ولید، یمن میں حضرت علی اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح، مقام جَنَد میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم اس خدمت پر مامور تھے۔

ان حضرات کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن امراء و عُمّال کو عرب کے مختلف مقامات پر مقرر فرمایا تھا، وہ اپنے اپنے مقام کے معلّم و امام تھے۔ اور مسلمانوں کے جملہ دینی امور ان کے سپرد تھے، وہی حضرات اس منصب پر رکھے جاتے تھے جو قرآن، سنّت، تفقہ فی الدین اور شرائعِ اسلام کے عالم ہوتے تھے، اور ان باتوں کی تعلیم دیتے تھے۔ تعلیمی اسفار و رحلات کا سلسلہ بھی جاری تھا، اور دور دراز کے وفود و افراد خدمتِ نبوی میں آتے تھے، وفدِ عبدالقیس کے ارکان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ ہم لوگ بہت دور سے مشقت برداشت کرتے ہوئے آتے ہیں، راستہ میں کفارِ مضر کے قبائل ہیں۔ اس لئے صرف شہرِ حرام میں

ہم آپ کے پاس آ سکتے ہیں۔ حضرت عقبہ بن حارث صرف ایک مسئلہ معلوم کرنے کے لئے خدمتِ نبوی میں مدینہ آئے۔

ابتدا میں طلبہ کے قیام وطعام کی کوئی ضرورت نہیں تھی مکہ مکرمہ میں دارارقم میں مقیم صحابہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مستطیع صحابہ کے یہاں کھانے کا انتظام فرمایا تھا جس کو جاگیر سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ قبا میں سعد بن خیثمہ کا خالی مکان بیتُ العزّاب دار الطلبہ تھا، اصحابِ صُفّہ مسجد نبویؐ میں قیام کرتے تھے، اور بیرونی طلبہ یعنی وفود اور افراد دار رملہ بنت حارث میں عام طور سے قیام کرتے تھے، اصحابِ صفّہ کے خورد و نوش کا انتظام انصارِ مدینہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں بطور جاگیر کے تھا اور بیرونی حضرات کے لئے خصوصی دعوت و مدارات کا انتظام تھا،

قرآن کی تعلیم عام طور سے زبانی ہوتی تھی، مصاحف کا انتظام نہیں تھا، یوں بھی عرب میں کتابت کا رواج بہت کم تھا، اس کے باوجود کتابتِ وحی کے ساتھ بعض سورتیں تحریری شکل میں پائی جاتی تھیں۔ مکہ مکرمہ میں بیت فاطمہ بنت خطاب میں صحیفہ کا ذکر ہے۔ مدینہ منورہ میں حضرت عبادہ بن صامت قرآن کی تعلیم کے ساتھ کتابت بھی سکھاتے تھے۔ نیز بدر کے قیدیوں کے ذریعہ کتابت کی تعلیم ہوئی، اور صحابہ میں لکھنے کا رواج ہوا، مصاحف لکھے گئے اور بعض صحابہ مجلسِ نبویؐ میں احادیث بھی لکھا کرتے تھے۔ اس کے باوجود عموماً قرآن کی تعلیم زبانی ہوتی تھی۔ خاص خاص حضرات پورے قرآن کے حافظ و قاری تھے جب کہ عام صحابہ بقدرِ ضرورت چند سورتیں یاد کر لیتے تھے۔

عہد صحابہ و تابعین میں اسلامی فتوحات ہوئیں، عالمِ اسلام کا رقبہ وسیع ہوا، اور جزیرۃ العرب کے علاوہ دیگر ممالک میں تعلیم و تعلّم کی سرگرمی جاری ہوئی، اس دور میں بھی دینی علوم کا مرکز مدینہ منورہ تھا۔ جہاں کثیر تعداد میں صحابہ موجود تھے۔ یہیں سب سے زیادہ علمِ دین کا چرچا تھا اور یہی مرجع تھا، اس کے بعد مکہ مکرمہ دوسرا مرکز تھا۔ اس زمانہ میں عراق کے دونوں

شہر کوفہ اور بصرہ اسلامی علوم کے اہم ترین مرکز تھے۔ جہاں کثیر تعداد میں صحابہ اور تابعین موجود تھے۔ خاص طور سے کوفہ میں حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری وغیرہ کی وجہ سے تعلیمی سرگرمی بہت زیادہ تھی، یہاں تقریباً پانچ سو اہل روایت تابعین موجود تھے اس کے بعد بصرہ کتاب وسنت اور تفقہ فی الدین کا مرکز تھا اور حضرات صحابہ کے علاوہ تقریباً دو سو اہل روایت تابعین آباد تھے، اس کے بعد شام ومصر کا درجہ تھا، خاص طور سے بنو امیہ کے دور میں یہاں علمی وتعلیمی سرگرمی بہت زیادہ تھی، اور اجلۂ صحابہ وتابعین تعلیم وتعلّم میں معروف تھے، اس زمانہ میں یمن اور اس کے مخالیف واضلاع اس میں نمایاں حیثیت رکھتے تھے، صنعاء، جَنَد، رمع، زبید وغیرہ مرکز تھے، حضرت فروہ بن مسیک نے یہاں اشاعتِ اسلام اور دینی تعلیم میں شاندار خدمات انجام دیں، تابعین میں وہب بن منبہ، ہمام بن منبہ، طاؤس بن کیسان، معمر بن راشد وغیرہ مرجع تھے۔

مشرقی عالم اسلام اور خراسان وغیرہ میں صحابہ وتابعین کی تعداد کم تھی اس لئے اس دور میں مذکورہ بالا مقامات کے مقابلہ میں یہاں تعلیم وتعلّم کا رواج کم تھا، اسی طرح افریقہ میں اس کی کمی تھی،

عہد صحابہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تعلیم وتعلّم پر خاص توجہ فرمائی، خود سُنن جمع کرنے کا ارادہ کیا مگر اس خیال سے جمع نہیں کیا کہ کہیں اگلی امتوں کی طرح یہ امت بھی کتاب اللہ سے غافل نہ ہو جائے، شام، کوفہ، بصرہ اور مختلف شہروں میں علمائے صحابہ کو تعلیم کے لئے روانہ کیا، بچوں کی تعلیم کے لئے مکاتب جاری کئے، قرآن کی کتابت کرائی، اور کثیر تعداد میں مصاحف تیار کرا کر عالم اسلام میں بھیجے، قرآن یاد کرنے والوں کو انعام اور وظیفہ سے نوازا، اور ان کی توجہ اور کوشش سے عالم اسلام کا ہر شہر وقریہ دار العلم بن گیا تھا، حضرت عمرؓ کی خصوصیات میں دینی علوم کی اشاعت اہم درجہ رکھتی ہے۔ ان کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس خدمت میں نمایاں حصہ لیا۔ اور احادیث وسنن کے جمع وتدوین اور ان کی تعلیم کا اہتمام کیا، اور پورے

عالم اسلام میں کتب حدیث و فقہ کی تدوین و تالیف کی ابتدا ہوئی، شہروں میں معلمین روانہ کئے۔ دوسری صدی تک اسلامی علوم کے مشہور مرکز یہ مقامات تھے، مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ، طائف کوفہ، بصرہ، یمن، شام، مصر، عواصم، جزیرہ، موصل، یمامہ، بحرین، واسط،---- ، انبار، مدائن، خراسان، رے، قم، طبقات کے قدیم مورخ، خلیفہ بن خیاط اور محمد بن سعد نے ان بلاد و امصار کے علماء و فقہاء و محدثین اور ان کی تعلیمی و علمی سرگرمی کا تذکرہ کیا ہے۔

اس دور میں تعلیمی و علمی اسفار و رحلات کا عام رواج ہو گیا تھا، تابعین کے شاگرد مدینہ کا سفر کر کے اپنے استادوں کے استاد یعنی صحابہ سے براہ راست احادیث کا سماع کرتے تھے، سند عالی کا حصول بھی علمی سفر کا باعث تھا، تابعین اور تبع تابعین میں حصول علم کے لئے اسفار کا ذوق زیادہ تھا، صحابہ کے وجود کی برکت سے دنیا خالی ہو رہی تھی، ان کے تلامذہ ان کے علوم کے وارث و امین تھے، اور اہل علم ان سے حصولِ علم کو غنیمت سمجھتے تھے، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ تابعین کا ذکر کرتے ہوئے کہا تھا۔

حتی لو کان احد ھم من وراء البحر لرکبوا الیہ یتفقھون منہ، [1]	یہاں تک کہ اگر تابعین میں سے کوئی شخص سمندر پار ہوگا تو لوگ اس کے یہاں جا کر تفقہ فی الدین کی تعلیم حاصل کریں گے۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ تمہارے پاس لوگ علمِ دین حاصل کرنے آئیں گے تم ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔ زبان رسالت سے علمی و تعلیمی اسفار کی یہ پیشین گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی۔

عہد نبوی سے مسجدوں میں تعلیمی حلقات و مجالس قائم کی جاتی تھیں، بعض حضرات اپنے مکانوں پر تعلیم دیتے تھے، بعد میں اسی سنت کے مطابق علمائے اسلام نے مسجدوں کو تعلیم و تعلّم کا مرکز بنایا، اور دو تین صدیوں تک یہ سلسلہ جاری رہا، اس درمیان میں تعلیم کے لئے

[1] مصنف عبد الرزاق ج ۱۱ ص ۲۲۲،

یا طلبہ کے لئے کسی مستقل عمارت کا پتہ نہیں چلتا ہے، البتہ عبّاد و زہاد کے قیام و طعام اور دیگر ضروریات کے لئے عمارت و کفالت کے بعض واقعات خلافتِ راشدہ میں ملتے ہیں۔ علامہ مقریزی نے کتاب الخطط والآثار میں ابونعیم کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت زید بن صولجان بن صبرہ متوفی ۳۶ھ نے جو خود بھی عابد و زاہد اور بصرہ کے سید التابعین تھے، اہل بصرہ کے کچھ بزرگوں کو دیکھا کہ نہ وہ تجارت کرتے ہیں اور نہ ہی ان کا کوئی ذریعہ معاش ہے، وہ عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے ہیں تو ان کے لئے مکانات بنوائے اور ان کے خورد و نوش کا انتظام کیا، [1] یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تھا، خلیفہ ابوجعفر منصور عباسی نے حکماء و فلاسفہ کے لئے بیت الحکمۃ قائم کر کے ان کے قیام اور وظیفہ کا انتظام کیا۔ ایک قریشی باذوق عالم عبدالحکم بن عمرو بن صفوان نے اپنے اخوان و احباب کے لئے ایک مکان بنایا جس میں آلات لہو و لعب کے ساتھ کتُبُ العلم کو بھی جمع کیا تھا۔ [2]

خلیفہ معتضد باللہ متوفی ۲۸۹ھ نے حکماء و فلاسفہ کے لئے عظیم الشان عمارت تعمیر کرائی، بغداد کے علاقہ شماسیہ میں شاہی محل کے لئے زمین کی پیمائش کرائی تو ضرورت سے زیادہ زمین کی پیمائش کرائی جس میں بہت بڑی شاندار عمارت اور اس میں نظریاتی اور عقلی علوم و فنون کے لئے کمرے تعمیر کرائے، اور ہر کمرہ میں علوم عقلیہ و نظریہ کے نامور اساتذہ کو رکھ کر ان کا سالانہ خطیر وظیفہ مقرر کیا۔ تاکہ جو شخص جس فن کے ماہر سے تعلیم حاصل کرنا چاہے آسانی سے حاصل کر سکے، [3] مگر اس وقت تک فقہاء و محدثین اور اصحاب روایت نے مسجد ہی کو درسگاہ بنائے رکھا، نہ انھوں نے اس کے لئے الگ سے کوئی عمارت بنائی، اور نہ کسی خلیفہ و امیر نے اس کی طرف توجہ کی، البتہ مغرب اقصیٰ میں دو بہنوں نے شاندار جوامع بنا کر ان کے ارد گرد طلبہ کے قیام کے لئے حجرے تعمیر کرائے۔ تیسری صدی میں دینی درسگاہ کے سلسلہ میں یہ پہلا اقدام تھا، مغرب کے شہر فاس کی فقیہہ و مفتیہ حضرت

---

[1] کتاب الخطط والآثار ج ۴ ص ۲۷۲، [2] جمہرۃ انساب العرب ص ۱۶۰، [3] کتاب الخطط والآثار ج ۲ ص ۳۶۲،

ام البنین فاطمہ بنت محمد بن عبداللہ فہری نے یکم رمضان ۲۴۵ھ میں جامع قرویین کی بنیاد رکھی، اس کے لئے اپنے پاک موروثی مال سے قبیلہ ہوارہ میں زمین خریدی، اپنی زمین سے پتھر نکلوایا اور مسجد کے اردگرد دینی علوم کے طالب علموں کے لئے حجرے اور کمرے تعمیر کرائے جامع قرویین میں آج تک دینی تعلیم جاری ہے اور اس کا شمار مغرب کے قدیم ترین جامعات میں ہوتا ہے، ان کی بہن حضرت مریم بنت محمد بن عبداللہ فہری نے بھی اسی سال ۲۴۵ھ میں جامع الاندلس کی بنیاد شہر فاس میں رکھی اور اس کے اطراف میں طلبہ کے قیام کے لئے حجرے تعمیر کرائے، فاس کے سلطان ادریس بن ادریس نے اندلس کے مسلمانوں کی ایک جماعت کو مشرقی فاس میں آباد کیا تھا، اسی علاقہ میں مریم بنت محمد نے مسجد تعمیر کر کے اس کا نام جامع الاندلس رکھا تھا۔[۱] اس کے بعد ۳۶۱ھ میں قاہرہ میں جامع ازہر کی تعمیر ہوئی جس میں طلبہ کے لئے رُواق تعمیر کئے گئے، مسجدوں سے متعلق طلبہ کے قیام کے لئے کمرے تو تعمیر ہوئے مگر تعلیم مسجدوں ہی میں ہوتی تھی، یہ معلوم نہ ہو سکا کہ طلبہ کے خورد و نوش اور دیگر ضروریات کا کیا انتظام تھا۔ وہ خود اس کا انتظام کرتے تھے یا ان کی کفالت کی کوئی صورت تھی بغداد و قاہرہ اور دوسرے بڑے اسلامی شہروں میں تیسری اور چوتھی صدی تک مسجدوں میں تعلیمی حلقے قائم ہوتے تھے، خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ بغداد کی جامع منصور میں اپنی مجلس درس قائم کرتے تھے، مراودی مسلک کے مشہور امام و عالم ابراہیم بن محمد نفطویہ متوفی ۳۲۳ھ نے جامع منصور کے ایک ستون کے پاس پچاس سال تک درس دیا اور جگہ نہیں بدلی، شافعی مسلک کے عالم ابو حامد احمد بن محمد اسفرائنی متوفی ۴۰۶ھ بغداد میں حضرت عبداللہ بن مبارک کی مسجد میں درس دیتے تھے۔ جس میں تین سو سے سات سو تک فقہاء و علماء شریک ہوتے تھے، مقدسی بشاری کا بیان ہے کہ جامع ازہر میں عشاء کے بعد ایک سو دس علمی مجلسیں قائم ہوتی تھیں مدرسوں کی تعمیر کے بعد بھی مسجدوں میں دینی تعلیم کی افادیت زیادہ تھی، اس میں اتباعِ

---

[۱] حاضر العالم الاسلامی،

سنت کے ساتھ عام مسلمانوں کے لئے بھی علمی و دینی فائدہ تھا۔ علامہ ابن الحاج المدخل میں لکھتے ہیں۔

اخذ الدرس فی المسجد افضل لاجل کثرۃ الانتفاع بالعلم لمن قصدہ ومن لم یقصدہ، بخلاف المدرسۃ فانہ لایاتی الیہا الا من قصد العلم اوالاستفتاء فاخذہ فی المدرسۃ اقل رتبۃ فی الانتشار منہ فی المسجد، لہ

مسجد میں درس لینا افضل ہے کیونکہ اس میں طالب علم کا قصد کرنے والے اور نہ قصد کرنے والے دونوں کے حق میں زیادہ فائدہ ہے بخلاف مدرسہ کے کہ وہاں صرف علم کا طالب یا استفتاء کرنے والا ہی آئے گا۔ اس لئے مسجد کے بجائے مدرسہ میں تحصیل علم سے اس کی اشاعت کم ہوگی۔

اسی لئے مدرسوں کی تعمیر کے بعد بھی مسجدوں میں تعلیم کا سلسلہ جاری رہا بلکہ آج تک جاری ہے، موجودہ طرز کے مدارس کی ابتداء کے بارے میں علامہ مقریزی نے بیان کیا ہے۔

ان المدارس مما حدث فی الاسلام ولم تکن تعرف فی زمن الصحابۃ ولا التابعین وانما حدث عملها بعد الاربع مائۃ من سنی الهجرۃ وأول من حفظ عنہ أنہ بنی فی الاسلام أهل نیسابور فبنیت المدرسۃ البیهقیۃ، کلہ

مدارس اسلام میں بعد میں بنائے گئے ہیں، صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں ان کا پتہ نہیں چلتا ہے، ان کی تعمیر چوتھی صدی ہجری کے بعد ہوئی ہے۔ اور اہل نیساپور نے سب سے پہلے مدرسہ بنایا اور مدرسہ بیہقیہ کی تعمیر کی گئی۔

ہمارے نزدیک چوتھی صدی کے بعد نہیں بلکہ چوتھی صدی کے اندر نیساپور کے شافعی فقہاء وعلماء نے مدرسوں کو تعمیر کیا ہے۔ عام طور سے مشہور ہے کہ وزیر نظام الملک طوسی متوفی ۴۸۵ھ نے مدارس کی بنیاد ڈالی۔ حالانکہ امام تاج الدین سبکی کی تصریح کے مطابق وزیر موصوف کی ولادت سے پہلے کئی مدارس تعمیر ہو چکے تھے، صرف نیساپور میں چار مدرسے

لہ المدخل ج ۱ صـ۳۰۲ ، کلہ کتاب الخطط والآثار ج ۲ صـ۳۶۲ ،

جاری ہو چکے تھے۔ پہلا مدرسہ بیہقیہ، دوسرا مدرسہ سعدیہ، جس کو امیر نصر بن سبکتگین سلطان محمود غزنوی کے بھائی نے نیساپور کی امارت کے دور میں تعمیر کیا تھا، تیسرا مدرسہ جس کو نیساپور میں ابو سعد اسمٰعیل بن علی بن مثنی استر آبادی واعظ صوفی متوفی ۴۴۰ھ نے قائم کیا تھا، چوتھا مدرسہ نیساپور میں استاد ابو اسحاق اسفرائنی کے لئے بنایا گیا۔ بقول حاکم مدرسہ ابو اسحاق سے پہلے نیساپور میں ایسا شاندار مدرسہ تعمیر نہیں ہوا تھا۔ اس کے بعد امام سبکی نے لکھا ہے کہ میں نے غور و فکر کیا تو ظن غالب ہوا کہ سب سے پہلے نظام الملک نے طلبہ کے لئے معالیم اور وظائف مقرر کئے ہیں۔ [1]

مذکورہ مدرسوں کے علاوہ اس زمانہ میں نیساپور وغیرہ میں شافعی علماء و فقہاء کے کئی مدرسے جاری تھے، قاضی ابو بکر محمد بن احمد بن علی بن شاہویہ فارسی متوفی ۳۶۱ھ مدرسہ ابو حفص الفقیہ میں درس دیتے تھے۔ [2] فقیہ ابو الحسن محمد بن شعیب بیہقی متوفی ۳۲۴ھ نیساپور کے مدرسہ شوافع کے مدرس تھے۔ [3] فقیہ ابو طاہر محمد بن علی بن محمد بن لویہ زرّاد مرو الروز کے مقام پنج دہ میں مدرسہ مرست میں درس دیتے تھے۔ [4]

امام ابو المظفر منصور بن محمد سمعانی تبدیل مسلک کر کے حنفی سے شافعی ہو گئے اور مَرو کے مدرسہ اصحابِ شافعی میں رکھے گئے۔ [5] فقیہ ابو المعالی شبیب بن عثمان رحبی بغداد کے مدرسہ ناجیہ میں پڑھاتے تھے، اس مدرسہ کو تاج الملک مرزبان بن خسرو وزیر ملک شاہ سلجوقی نے تعمیر کیا تھا۔ استاذ ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن قشیری زین الاسلام نیساپوری کا ذاتی اور خاندانی مدرسہ تھا۔ جس میں خاندان کے علماء و مشائخ دفن کئے جاتے تھے۔

وزیر نظام الملک طوسی سے پہلے نیساپور وغیرہ میں علماء و فقہاء نے متعدد مدارس تعمیر کئے، ان میں سے چند مدرسوں کی نشاندہی کردی گئی ہے۔ وزیر موصوف نے اپنے

---

[1] طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ج ۴ ص ۳۱۴، [2] ایضاً ج ۳ ص ۸۰، [3] انساب سمعانی ج ۲ ص ۴۱۴،
[4] طبقات اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۲۷، [5] طبقات الشافعیہ ج ۵ ص ۳۴۴،

دورِ وزارت میں مشرقی عالمِ اسلام کے ہر بڑے شہر میں مدرسے تعمیر کرائے اور طلبہ کے وظیفہ اور قیام و طعام کا انتظام کیا، اس کارِ خیر کی ابتداء کے بارے میں زکریا بن محمد قزوینی نے لکھا کہ ایک مرتبہ سلطان الپ ارسلان متوفی ۴۶۵ھ نیساپور گیا، اور ایک مسجد کے پاس سے گذرتے ہوئے دیکھا کہ مسجد کے دروازے پر فقہاء (طلبہ) کی ایک جماعت پھٹے پرانے کپڑوں میں موجود ہے، ان لوگوں نے نہ سلطان کا استقبال کیا اور نہ ان کے لئے دعا کی سلطان الپ ارسلان نے نظام الملک سے ان کے بارے میں سوال کیا، انھوں نے بتایا کہ یہ طلبۂ علم ہیں، یہ لوگ بہت اعلیٰ و اشرف مزاج کے ہیں، ان کو دنیا سے کوئی مطلب نہیں ہے ان کی حالت ان کے فقر و محتاجی کی شہادت دیتی ہے جب وزیر نظام الملک نے محسوس کیا کہ سلطان کا دل ان لوگوں کے بارے میں نرم ہو گیا ہے تو کہا کہ اگر سلطان اجازت دے تو میں ان لوگوں کے لئے کوئی عمارت بنا کر ان کا وظیفہ جاری کر دوں تاکہ وہ طلبِ علم میں مشغول رہ کر سلطان کو دعا دیتے رہیں۔ سلطان نے اس کی اجازت دیدی اور نظام الملک نے پورے قلمرو میں مدارس کی بناء کا حکم دیا اور یہ کہ سلطان کی جو دولت وزیر نظام الملک کیلئے مختص ہے۔ اس کو مدارس کی تعمیر میں خرچ کیا جائے۔ [1]

اس کے بعد نظام الملک نے بغداد، بلخ، نیساپور، ہرات، اصفہان، بصرہ، مرو، آمل طبرستان، موصل اور عراق و خراسان کے ہر شہر میں مدرسے تعمیر کرائے اور یہ سب مدرسہ نظامیہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ بغداد میں مدرسہ نظامیہ کی تعمیر ذوالحجہ ۴۵۷ھ میں شروع ہوئی اور شنبہ دس ذوالقعدہ ۴۵۹ھ میں اس کا افتتاح ہوا۔ نظام الملک نے حکم دیا تھا کہ اس کے مدرس فقیہ ابو اسحاق شیرازی متوفی ۴۷۶ھ ہوں گے، چنانچہ طے ہوا کہ مدرسہ کے افتتاح کے دن طلبہ اُن کے ساتھ آکر تعلیم و تدریس میں شریک ہوں گے۔ مگر ابو اسحاق شیرازی نہیں آئے اور تلاش کرنے پر بھی نہیں ملے تو فقیہ ابو نصر بن صبّاغ کو بلا کر مدرس

[1] آثار البلاد و اخبار العباد ص ۴۱۲۔

بنایا گیا، اس کے بعد ابو اسحاق شیرازی اپنی مسجد میں پائے گئے اور ان کے شاگردوں نے ابن صباغ کے درس میں جانا بند کر دیا اس لئے بیس دن کے بعد ابن صباغ کو معزول کر کے ابو اسحاق شیرازی کو لایا گیا اور وہ وفات تک اسی میں درس دیتے رہے، ان کے انتقال پر ان کے شاگرد مدرسہ نظامیہ میں تعزیت کے لئے بیٹھے اور نظام الملک کے بیٹے مؤید الملک نے ابو سعد المتولی کو ابو اسحاق شیرازی کی جگہ مقرر کیا۔ جب اس کی خبر نظام الملک کو ہوئی تو اس تقرری کو ناپسند کر کے کہا کہ ضروری ہے کہ ابو اسحاق شیرازی کی وفات پر مدرسہ ایک سال کے لئے بند کر دیا جاتے۔ پھر شیخ ابو نصر عبد السید بن صباغ سابق مدرس کو ان کی جگہ پر مقرر کیا۔ [1]

اس کے بعد پورے مشرقی عالم اسلام کے سلاطین، وزراء اور امراء نے اپنے اپنے علاقہ میں مسجدوں، مدرسوں اور خانقاہوں کو تعمیر کر کے علماء، فقہاء، محدثین اور مشائخ کو جمع کیا اور ان کے وظائف مقرر کئے، اس بارے میں ہر صاحب اقتدار دوسرے پر سبقت کی کوشش کرتا تھا، اور اہل علم میں مخلصین کی ایک جماعت ماتم کر رہی تھی کہ اب علم اور اہل علم سلاطین و امراء کے رہین منت ہو رہے ہیں، اور علم دین پر ارباب دنیا کا سایہ پڑ رہا ہے، اس میں شک نہیں کہ مدارس کے قیام و انتظام کے نتیجہ میں تعلیم و تعلم کی فضا میں خوشگوار انقلاب پیدا ہوا، حالات اور ضرورت کے مطابق دینی نصاب میں دنیاوی علوم و فنون داخل کئے گئے اور طلباء و مدرسین غم روزگار سے آزاد ہو کر تعلیم و تعلم میں منہمک ہوتے جس زمانہ میں فقہاء مدرسوں کی چہار دیواری میں تعلیم و تعلم میں سرگرم تھے محدثین مسجدوں کی فضاء سے نکل کر میدانوں اور عام مقامات میں حدیث کے املاء کی مجلسیں قائم کرتے تھے، اور ہزاروں لاکھوں طلبۂ حدیث جمع ہو کر ان سے حدیث سنتے اور لکھتے تھے، املاء کرانے والے محدثین کے کئی کئی مستملی ہوتے تھے جو ان کی آواز کو مجمع تک پہونچاتے تھے۔

---

[1] وفیات الاعیان ج ۱ ص ۱۴،

عہدِ نبوی کی درسگاہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ (القرآن الحکیم)

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلم الکتاب والحکمۃ بنا کر بھیجا ہے، آپؐ کی بعثت ہی بحیثیت معلم کے ہوئی ہے، اندر باہر، سفر حضر، رات دن ہر حال اور ہر مقام میں آپؐ کی ذات مقدسہ متحرک درسگاہ تھی، اور مختلف حالات و اوقات میں ایک لاکھ سے زائد تلامیذ و اصحاب نے آپ سے تعلیم پائی، اس پر عمل کیا، دوسروں تک پہونچایا، اور دنیا والوں نے اپنی اپنی استعداد و صلاحیت کے مطابق اس سے فیض حاصل کیا، آپ نے فرمایا ہے۔

مَثَلُ مَا بَعَثَنِیَ اللّٰہُ بِہٖ مِنَ الْھُدٰی وَالْعِلْمِ کَمَثَلِ الْغَیْثِ الْکَثِیْرِ أَصَابَ أَرْضًا، فَکَانَ مِنْھَا نَقِیَّۃٌ قَبِلَتِ الْمَاءَ فَأَنْبَتَتِ الْکَلَأَ وَالْعُشْبَ الْکَثِیْرَ وَکَانَتْ مِنْھَا أَجَادِبُ أَمْسَکَتِ الْمَاءَ فَنَفَعَ اللّٰہُ

اللہ نے مجھے جو ہدایت اور علم دیکر مبعوث کیا ہے اس کی مثال اس موسلادھار بارش کے مانند ہے جو زمین پر گری اور اس کے ایک قابل روئیدگی علاقہ نے پانی کو جذب کر لیا جس سے گھاس اور سرسبزی اگ گئی۔ اور ایک علاقہ ناقابل روئیدگی تھا جس نے پانی کو روک لیا اور اللہ نے اس سے

بها الناس فشربوا وسقوا وزرعوا، وأصاب منها طائفة أخرى انما هي قيعان لا تمسك ماء ولا تنبت كلأ فذلك مثل من فقه في دين الله ونفعه ما بعثني الله به فعلم وعلم، ومثل من لم يرفع بذلك رأسا ولم يقبل هدى الله الذي أرسلت به

(رواہ البخاری)

انسانوں کو نفع پہونچایا، لوگوں نے خود پانی پیا، دوسروں کو پلایا، اور کھیتی باڑی کی، اور ایک علاقہ صرف سنگلاخ اور پہاڑی تھا۔ نہ پانی روکا، نہ سبزہ اگا، یہ اس شخص کی مثال ہے جس نے اللہ کے دین کو اچھی طرح سمجھا، میرے علم و ہدایت نے اس کو نفع پہونچایا، اس کو خود سیکھا اور دوسروں کو سکھایا، اور اس شخص کی مثال ہے جس نے علم و ہدایت آنے کے بعد جہالت سے سر نہیں اٹھایا اور نہ ہی اللہ کی ہدایت قبول کی جس کو دیکر مجھے بھیجا گیا ہے۔

٭ ٭ ٭

قرآن و حدیث کی صورت میں تعلیمات نبویہ کا اتنا عظیم تر ذخیرہ ہمارے پاس موجود ہے کہ اس کے مقابلہ میں دنیا کے جملہ ادیان و مذاہب مسکین نظر آتے ہیں۔ اس ذخیرۂ تعلیمات نبویہ میں تمام باتیں نہایت بسط و تفصیل سے بیان کی گئی ہیں، یہاں صرف ان کی جھلک پیش کی جاتی ہے۔ جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس درس اور اس سے متعلق باتوں پر روشنی پڑتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدرس ہی نہیں تھے کہ صرف کتاب پڑھیں پڑھائیں، بلکہ معلم تھے اور ہر حال میں ہر طرح تعلیم دیتے تھے۔

ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ کی درسگاہیں

ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں اسلام اور مسلمانوں کیلئے کوئی مرکزی درسگاہ نہیں تھی، جہاں رہ کر سکون واطمینان سے باقاعدہ تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری رکھتے، رات دن افکار و حوادث کا ہجوم رہتا تھا، اس زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ذات ہی متحرک درسگاہ تھی، نیز صحابۂ کرام میں چند حضرات چھپ چھپا کر قرآن کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت خباب بن ارت وغیرہ رضی اللہ عنہم معلم تھے، اس دور کے ایسے مقامات اور حلقات کو درسگاہ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ جہاں حالات کی نزاکت اور ضرورت کے مطابق کسی نہ کسی انداز میں قرآن پڑھا پڑھایا جاتا تھا،

درسگاہ مسجد ابوبکر

اس سلسلہ میں سب سے پہلی درسگاہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی مسجد ہے، جس میں وہ نماز اور قرآن پڑھتے تھے۔ یہ ایک کھلی ہوئی جگہ تھی، حضرت ابوبکرؓ قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو کفار و مشرکین کے لڑکے بچے اور عورتیں ان کے گرد جمع ہوکر قرآن سنتے تھے، یہ صورت حال ان کو ناگوار گذری، اور انھوں نے اس مرکز کو چھوڑنے پر حضرت ابوبکرؓ کو مجبور کیا، مگر ابن دغنہ نامی شخص یہ کہہ کر ان کو واپس لایا کہ وہ اپنے گھر میں نماز پڑھیں اور قرآن مجید کی تلاوت کریں، چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے کچھ دنوں اس پر عمل کیا، پھر مکان کے سامنے مسجد بنا کر نماز و تلاوت میں مشغول ہوگئے۔ صحیح بخاری میں ہے۔

ثم بدا لابی بکر فابتنی مسجداً بفناء دارہ وبرز فکان یصلی فیہ ویقرء القرآن، لہ	پھر ابوبکر نے اپنے مکان کے باہر صحن میں ایک مسجد بنائی، اور اس میں نماز اور قرآن پڑھتے تھے۔

مسجد ابوبکر میں نہ کوئی معلم و مقری تھا اور نہ کوئی متعلم اور پڑھنے والا تھا، البتہ یہ مسجد تلاوتِ قرآن کے لئے مکہ مکرمہ میں پہلا مرکز تھی، اور یہاں کفار کے لڑکے بچے قرآن سنتے تھے۔

درسگاہ بیتِ فاطمہ بنت خطاب

حضرت فاطمہؓ بنت خطاب بن نفیل قرشیہ عدویہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں اپنے شوہر حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کیساتھ ابتدائی دور میں مسلمان ہوگئی تھیں، اور زوجین اپنے گھر میں حضرت خباب بن ارتؓ رضی اللہ عنہ سے قرآن کی تعلیم حاصل کرتے تھے، حضرت عمرؓ اسلام لانے سے پہلے تلوار لئے ہوئے اپنی بہن کے مکان پر گئے تو دیکھا کہ بہن اور بہنوئی دونوں

لہ صحیح بخاری کتاب الکفالۃ، باب جوار ابی بکر الصدیق فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعقدہٗ

قرآن مجید پڑھ رہے ہیں۔ سیرت ابن ہشام میں ہے۔

وعندھما خباب بن الارت معہ صحیفۃ فیھا طٰہٰ یقرءھا ایاھا [1]

ان دونوں کے پاس خباب بن ارت تھے، ان کے ساتھ ایک صحیفہ تھا جس میں سورۂ طٰہٰ تھی اور ان دونوں کو پڑھا رہے تھے

سیرتِ حلبیہ میں حضرت عمرؓ کی زبانی منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بہنوئی کے یہاں دو مسلمانوں کے کھانے کا انتظام کیا تھا، ایک خباب بن ارت اور دوسرے کا نام مجھے یاد نہیں ہے، خباب بن ارت میرے بہن بہنوئی کے یہاں آتے جاتے تھے اور ان کو قرآن کی تعلیم دیتے تھے۔ [2]

اسی سلسلہ میں حضرت عمرؓ کا یہ بیان بھی ہے۔

کان القوم جلوسًا یقرؤن صحیفۃ معھم

یہ جماعت بیٹھکر صحیفہ پڑھ رہی تھی جو ان کے پاس تھا۔

بیت فاطمہ بنت خطاب کو قرآن کی تعلیم کا مرکز اور درسگاہ کہا جاسکتا ہے جس میں کم از کم دو طالب علم اور ایک معلم تھے، اور حضرت عمرؓ کے بیان میں لفظ قوم دو سے زیادہ کو بتا رہا ہے۔

درسگاہِ دارارقم

حضرت ارقم بن ابو ارقم رضی اللہ عنہ سابقون اوّلون اسلام لانے والوں میں سے ہیں۔ مکہ مکرمہ میں ان کا مکان کوہ صفا کے اُوپر واقع تھا۔ اس جگہ کو اسلامی تاریخ میں بڑی اہمیت حاصل ہے، اس کا شمار وہاں کے متبرک مقامات میں ہے، اس کو دارالاسلام اور مختبیٰ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

۵ھ نبوت میں ضعفاتے اسلام نے حبشہ کی طرف ہجرت کی، اور مکہ میں رہ جانے والے حضرات سخت حالات کا مقابلہ کررہے تھے یہاں تک کہ ۶ھ نبوت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام نے دارارقم میں پناہ لی، اور یہیں سے دعوتِ اسلام کا فریضہ ادا کرتے رہے اور اسی میں دین اور قرآن کی تعلیم و تعلم کا شغل بھی جاری رہا۔

---

[1] سیرتِ ابن ہشام ج ۱ ص ۳۴۴، [2] سیرتِ حلبیہ ج ۱ ص ۳۰۱۔

طبقات ابن سعد اور مستدرک حاکم میں ہے۔

كان النبى صلى الله عليه وسلم يكن فيها فى اول الاسلام وفيها يدعو الناس الى الاسلام فاسلم فيها قوم كثير[1]	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابتدائے اسلام میں اسی مکان میں رہتے تھے اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے تھے۔ اور بہت سے لوگ مسلمان ہوتے۔

قدیم الاسلام اور جدید الاسلام صحابہ کو اسی دار ارقم میں قرآن اور دین کی تعلیم دیجاتی تھی، امام ابوالولید ازرقی اپنی کتاب اخبار مکہ میں لکھتے ہیں۔

يجتمع هو واصحابه عند الارقم بن ابى الارقم ويقرءهم القرآن ويعلمهم فيه[2]	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ دار ارقم میں جمع ہوتے تھے اور آپ ان لوگوں کو قرآن پڑھاتے اور دین کی تعلیم دیتے تھے۔

درسگاہ دار ارقم کے طلبہ کے قیام وطعام کے بارے میں حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ اسلام لانے والوں میں سے دو دو آدمیوں کو کسی مستطیع مسلمان کے ساتھ کر دیا جاتا تھا، اور یہ دونوں اس کے یہاں رہ کر کھانا کھاتے تھے۔ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ تقریباً ایک ماہ رہکر خفیہ طور سے تعلیم وتعلم اور دعوتِ اسلام میں لگے رہے۔ یہی مقام ان کے لئے درسگاہ اور دارالاقامہ تھا، خورد ونوش کا انتظام صاحبِ حیثیت صحابہ کے یہاں تھا۔

اسی مدت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لاتے تو مسلمانوں نے کھلم کھلا کعبہ میں نماز پڑھنا شروع کی اور ان میں ایمانی جرأت پیدا ہوئی۔ بعد میں اس مکان کو حضرت ارقم بن ابوارقم نے اپنی اولاد پر وقف کر دیا تھا۔

ان مقامات کے علاوہ مکہ مکرمہ میں حضرات صحابہ دو دو، چار چار جمع ہو کر قرآن پڑھتے پڑھاتے تھے، خاص طور سے دار ارقم میں حضرت عمرؓ کے اسلام کے بعد مسلمانوں نے جرأت وہمت سے کام لیا اور کھل کر جگہ جگہ قرآن سننے سنانے کا مشغلہ جاری کیا، شعب ابی طالب میں حصار کے

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۔ و مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۰۲، [2] اخبار مکہ ج ۲ ص ۲۱۰

تقریباً تین سالہ دور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پڑھتے پڑھاتے تھے۔ یہاں خاندانِ ابوطالب کے علاوہ دوسرے حضرات کی موجودگی کا ثبوت ملتا ہے، ظاہر ہے کہ یہ لوگ بھی تعلیم و تعلم میں مصروف رہے ہوں گے۔

اسی طرح ہجرتِ حبشہ کے زمانہ میں یہاں حضراتِ صحابہ تعلیم و تعلم میں مشغول رہتے تھے، جن میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بھی تھے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پہلے مدینہ میں معلّم بنا کر بھیجا تھا، مہاجرینِ حبشہ میں حضرت جعفر بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جنھوں نے شاہ نجاشی کے دربار میں اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے ترجمانی کی تھی اور شاہ نجاشی کے سامنے سورۂ کہیعص کی ابتدائی آیات سنائی تھیں جن کو سن کر وہ رو پڑا تھا۔

اس زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار و مشرکین کی مجلسوں، بازاروں، اور موسمی میلوں اور مناسکِ حج کے مواقع و مقامات میں دعوتِ اسلام کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ اور لوگوں کو قرآن سناتے تھے، ایسے تمام مقامات قرآن اور دین کی درسگاہ تھے۔

مدینہ منورہ کی درسگاہیں

مکہ مکرمہ میں ضعفاء و مساکین نے سب سے پہلے دعوتِ اسلام پر لبیک کہا اور وہاں کے بڑوں کے مظالم کا شکار ہوئے، اور مدینہ منورہ کے مسلمانوں کا معاملہ اس کے بالکل برعکس تھا۔ یہاں سب سے پہلے اعیان واشراف اور سردارانِ قبائل نے برضاء و رغبت اسلام قبول کر کے اس کی ہر طرح مدد کی، خاص طور سے قرآن مجید کی تعلیم کا متعدد مقامات پر معقول انتظام کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

ما یفتح من مصرٍ او مدینۃٍ عَنْوَۃً، فان	کچھ ملک اور شہر زور اور زبردستی سے فتح ہوئے
المدینۃ فتحت بالقرآن	اور مدینہ قرآن کے ذریعہ فتح ہوا۔

بیعتِ عقبہ اولیٰ کے بعد ہی سے مدینہ منورہ میں قرآن اور دین کی تعلیم کا چرچا ہو گیا تھا، اور قبیلہ انصار کی دونوں شاخ اوس اور خزرج کے عوام اور اعیان واشراف جوق در جوق اسلام

میں داخل ہونے لگے تھے، اور ہجرتِ عامہ سے دو سال قبل ہی وہاں مساجد کی تعمیر اور قرآن کی تعلیم کا سلسلہ جاری ہوگیا تھا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔

لقد لبثنا بالمدینة قبل ان یقدم علینا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم سنتین نعمّر المساجد ونقیم الصلوٰة	ہمارے یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے دو سال پہلے ہی ہم لوگ مسجدوں کی تعمیر اور نماز کی ادائیگی میں مشغول رہا کرتے تھے۔

اس دو سالہ مدت میں تعمیر شدہ مساجد میں نماز کے امام ان میں معلّمی کی خدمت بھی انجام دیتے تھے۔ اس وقت تک صرف نماز فرض ہوئی تھی اس لئے قرآن کے ساتھ نماز کے احکام و مسائل اور مکارمِ اخلاق کی تعلیم دی جاتی تھی، اسی کے ساتھ تین مستقل درسگاہیں بھی جاری تھیں اور ان میں باقاعدہ تعلیم ہوتی تھی۔ یہ تینوں درسگاہیں اس طرح جاری تھیں کہ شہر مدینہ اور اس کے آس پاس اور انتہائی کناروں کے مسلمان آسانی کے ساتھ تعلیم حاصل کر سکیں، پہلی درسگاہ قلب شہر میں مسجد بنی زریق میں تھی، جس میں حضرت رافع بن مالک زرقی انصاری رضی اللہ عنہ تعلیم دیتے تھے۔ دوسری درسگاہ مدینہ کے جنوب میں تھوڑے سے فاصلہ پر مسجدِ قبا میں تھی، جس میں حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ امامت کے ساتھ معلّمی کے فرائض انجام دیتے تھے، اسی سے متصل حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ کا مکان واقع تھا جو بیت العزّاب کے نام سے مشہور تھا، اس میں مکہ مکرمہ سے آئے ہوئے مہاجرین قیام کرتے تھے، اور تیسری درسگاہ مدینہ منورہ سے کچھ فاصلے پر شمال میں نقیع الخضمات نامی علاقہ میں تھی، جس میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ پڑھاتے تھے، اور حضرت اسعد بن زُرارہ رضی اللہ عنہ کا مکان گویا مدرسہ تھا، ان تین مستقل تعلیم گاہوں کے علاوہ انصار کے مختلف قبائل اور آبادیوں میں قرآن اور دینی احکام کی تعلیم ہوتی تھی۔

درسگاہِ مسجد بنی زریق

مدینہ منورہ کی مذکورہ تینوں درسگاہوں میں باتفاق علماء سب سے پہلے مسجد بنی زریق میں قرآن کی تعلیم ہوئی۔

اوّل مسجد قُرِئَ فیه القرآن	سب سے پہلی مسجد جس میں مدینہ میں قرآن پڑھا گیا

بالمدینۃ مسجد بنی زریق — بنی زریق کی مسجد ہے۔

اس درس گاہ کے معلم و مقری حضرت رافع بن مالک زرقیؓ قبیلۂ خزرج کی شاخ بنی زریق سے ہیں، بیعت عقبۂ اولیٰ کے موقع پر مسلمان ہوئے اور دس سال کی مدت میں جس قدر قرآن نازل ہوا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عنایت فرمایا تھا جس میں سورۂ یوسف بھی شامل تھی، وہ اپنے قبیلہ کے نقیب و سردار تھے، ان کا شمار مدینہ کے کاملین میں تھا۔ اس وقت کی اصطلاح میں کامل ایسے شخص کو کہا جاتا تھا جو نوشت و خواند، تیراندازی اور تیراکی میں ماہر اور کامل ہو، حضرت رافع بن مالک ان اوصاف کے حامل تھے، انھوں نے مدینہ واپس آنے کے بعد ہی اپنے قبیلہ کے مسلمانوں کو قرآن کی تعلیم پر آمادہ کیا۔ اور آبادی میں ایک بلند جگہ (چبوترہ) پر تعلیم دینی شروع کی، مدینہ میں سب سے پہلے سورۂ یوسف کی تعلیم حضرت رافع ہی نے دی تھی۔ اور وہی یہاں کے پہلے معلم ہیں، بعد میں اسی چبوترہ پر مسجد بنی زریق کی تعمیر ہوئی، جو قلب شہر میں مصلّٰی (مسجد غمامہ) کے قریب جنوب میں واقع تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لانے کے بعد حضرت رافع کی دینی و تعلیمی خدمات اور ان کی سلامتی طبع کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے، اس درسگاہ کے استاذ اور اکثر شاگرد قبیلۂ خزرج کی شاخ بنی زریق کے مسلمان تھے، [1]

درسگاہِ مسجد قبا

دوسری درسگاہ مدینہ کے جنوب میں تھوڑے فاصلہ پر مقام قبا میں تھی، جہاں مسجد تعمیر ہوئی، بیعتِ عقبہ کے بعد بہت سے صحابہ جن میں ضعفائے اسلام کی اکثریت تھی مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مقام قبا میں آنے لگے، اور قلیل مدت میں ان کی اچھی خاصی تعداد ہو گئی، ان میں حضرتِ سالم مولیٰ ابو حذیفہ قرآن کے سب سے بڑے عالم تھے، وہی ان حضرات کو تعلیم دیتے تھے اور امامت بھی کرتے، یہ تعلیمی سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری تک جاری تھا، عبدالرحمٰن بن غنمؓ کا بیان ہے۔

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۔۔۔، اصابہ ج ۲ ص ۱۹۰، وفاء الوفاء ج ۲ ص ۵، فتوح البلدان ص ۴۵۹،

حدثنی عشرۃ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالوا کنا نتدارس العلم فی مسجد قبا اذ خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال تعلموا ما شئتم ان تعلموا فلن یاجرکم اللہ حتی تعملوا [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دسیوں صحابہ نے مجھ سے بیان کیا کہ ہم لوگ مسجد قبا میں علم دین پڑھتے پڑھاتے تھے، اس حال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے اور فرمایا کہ تم لوگ جو چاہو پڑھو، جب تک عمل نہیں کروگے اللہ تعالیٰ اجر و ثواب نہیں دے گا۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قبا کے مہاجرین میں متعدد حضرات قرآن کے عالم و متعلم تھے، جن میں حضرت سالم سب سے زیادہ علم رکھتے تھے، اور وہی نماز کی امامت کے ساتھ تعلیمی خدمت انجام دینے میں نمایاں تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے۔

لما قدم المھاجرون الاولون العصبة موضع بقباء۔ قبل مقدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یؤمھم سالم مولی ابی حذیفة، وکان اکثرھم قرآنا [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے جب مہاجرین اوّلین کی جماعت عصبہ میں آئی جو قبا میں ایک جگہ ہے تو ان کی امامت سالم مولیٰ ابوحذیفہ کرتے تھے، وہ ان لوگوں میں قرآن کے سب سے بڑے عالم تھے۔

حضرت سالم مشہور حاملینِ قرآن میں سے تھے، ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قرآن پڑھتے ہوئے سنا تو اظہار پسندیدگی کرکے فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میری امت میں سالم جیسا قرآن کا عالم و قاری پیدا کیا ہے۔ نیز آپؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ ان چار قرآن کے عالموں اور قاریوں سے قرآن پڑھو، عبداللہ بن مسعود، سالم مولیٰ ابوحذیفہ، ابی بن کعب، اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم، حضرت سالم ایک غزوہ میں مہاجرین کے علمبردار تھے، بعض لوگوں کو ان کی قیادت میں کلام ہوا تو انھوں نے کہا کہ بئس حامل القرآن انا ان فررت یعنی اگر میں

---

[1] جامع بیان العلم ج ۲ ص ۶، [2] صحیح بخاری باب امامۃ العبد والمولیٰ۔

میدانِ جنگ سے فرار ہوا تو بُرا حامل قرآن ہوں گا، اس کے بعد جہاد کرتے رہے یہاں تک کہ ان کا دایاں ہاتھ کٹ گیا تو جھنڈا بائیں ہاتھ میں لے لیا اور وہ بھی زخمی ہوگیا تو بغل میں لے لیا اور جب زخمی ہوکر گر گئے تو اپنے آقا حضرت ابوحذیفہ کا حال دریافت کیا، جب معلوم ہوا کہ وہ شہید ہوگئے تو کہا کہ مجھ کو ان ہی کے پہلو میں دفن کیا جائے، حضرت ابوحذیفہ نے حضرت سالم کو اپنا متبنّیٰ بنالیا تھا۔ [1]

ان تصریحات سے حضرت سالم کے علم وفضل اور قرآن میں ان کے امتیاز کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے اور یہ کہ وہی قبا کی درسگاہ میں تعلیمی خدمت انجام دیتے تھے۔

یہاں حضرت ابوخیثمہ سعد بن خیثمہ اوسی رضی اللہ عنہ کا مکان گویا مدرسۂ قبا کے طلبہ کیلئے دارالاقامہ تھا، وہ اپنے قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے نقیب و رئیس تھے، بیعتِ عقبہ کے موقع پر اسلام لائے، اس زمانہ میں مجرّد تھے، ان کا مکان خالی تھا اس لئے اس میں ایسے مہاجرین قیام کرتے تھے جو اپنے بال بچوں کو مکہ چھوڑ کر یہاں آئے تھے، یا جن کے اولاد نہیں تھی، اسی وجہ سے اس کو بیت العزّاب اور بیت الاعزاب کہا جاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے موقع پر قبا میں حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کے مکان میں فروکش تھے اسی کے قریب حضرت سعد بن خیثمہ کا مکان بیت العزّاب تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موقع بہ موقع وہاں تشریف لیجاتے تھے۔ اور مہاجرین کے ساتھ بیٹھکر دل جوئی کی باتیں کرتے تھے۔ [2]

درسگاہ قبا کے استاد اور شاگرد دونوں مہاجرین اولین تھے جن کے ساتھ مقامی مسلمان بھی تھے،

درسگاہِ نقیع الخضمات

تیسری درسگاہ مدینہ کے شمال میں تقریباً ایک میل دور حضرت اسعد بن زرارہؓ کے مکان میں تھی جو حرّہ بنی بیاضہ میں واقع تھا، یہ آبادی بنوسلمہ کی بستی کے بعد نقیع الخضمات نامی علاقہ میں تھی، جو نہایت سرسبز شاداب اور پُرفضا علاقہ تھا، یہاں خضمہ نام کی نرم و نازک اور خوش رنگ گھاس اُگتی تھی، اسی طرف

---

[1] اصابہ ج ۳ ص۵ ، [2] سیرت ابن ہشام ج ا ص۱۹۳ ،

سے وادیٔ عقیق میں سیلاب آتا تھا۔ بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہاں جہاد کے گھوڑوں کی چراگاہ بنائی تھی،

یہ درسگاہ اپنے محل وقوع کے اعتبار سے پرکشش ہونے کے ساتھ اپنی جامعیت اور افادیت میں دونوں مذکورہ درسگاہوں سے مختلف اور ممتاز تھی۔

بیعتِ عقبہ میں انصار کے دونوں قبائل اوس اور خزرج کے نقباء و رؤسا نے دعوتِ اسلام پر لبیک کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مدینہ میں قرآن اور دین کی تعلیم کے لئے کوئی معلم بھیجا جائے، تو ان کے اصرار پر آپؐ نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو روانہ فرمایا، ابن اسحاق کی روایت کے مطابق بیعتِ عقبۂ اولیٰ کے بعد ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر کو انصار کے ساتھ مدینہ روانہ فرمایا تھا۔

فلما انصرف عنہ القوم وبعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معھم مصعب بن عمیر بن ھاشم بن عبد مناف بن عبد الدار بن قصی، وامرہ ان یُقرِئھم القرآن، ویعلمھم الاسلام، و یفقھھم فی الدین فکان یُسمّٰی المقری بالمدینۃ مصعب، وکان منزلہ علی اسعد بن زرارۃ بن عدس ابی امامۃ، لہ	جب انصار بیعت کر کے لوٹنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ مصعب بن عمیر کو روانہ فرمایا۔ اور ان کو حکم دیا کہ وہاں لوگوں کو قرآن پڑھائیں اور اسلام کی تعلیم دیں اور ان میں دین کی بصیرت اور صحیح سمجھ پیدا کریں، چنانچہ حضرت مصعب مدینہ میں مُقری مشہور ہو گئے، ان کا قیام حضرت اسعد بن زرارہ کے مکان میں تھا۔

یہ دونوں حضرات قرآن کی تعلیم اور اسلام کی اشاعت میں ایک دوسرے کے شریک تھے، حضرت مصعب قرآن کی تعلیم کے ساتھ اوس اور خزرج دونوں قبائل کی امامت بھی کرتے تھے، اور ایک سال کے بعد جب اہل مدینہ کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مکہ مکرمہ پہونچے تو ان کا لقب مُقری یعنی معلم مشہور ہو چکا تھا۔ حضرت اسعد بن زرارہ نے جمعہ کی فرضیت سے پہلے ہی مدینہ میں

لہ سیرت ابن ہشام ج ا ص۴۳۴، اسد الغابہ ج ۴ ص۳۶۹،

نماز جمعہ کا اہتمام کیا، اس کی بھی امامت حضرت مصعب کیا کرتے تھے، اسی لئے قیام جمعہ کی نسبت بعض روایتوں میں ان کی طرف کی گئی ہے۔

حضرت مصعب بن عمیر کے علاوہ حضرت ابن ام مکتومؓ بھی یہاں تعلیم دیتے تھے، وہ حضرت مصعب کے ساتھ ہی مدینہ آئے تھے، حضرت براء بن عازبؓ کا بیان ہے۔

اوّل مَن قدم علینا مُصعب بن عمیر، وابن ام مکتوم وکانوا یُقرؤن الناس[1]	ہمارے یہاں سب سے پہلے مصعب بن عمیرؓ اور ابن ام مکتوم آئے، اور یہ حضرات لوگوں کو قرآن پڑھاتے تھے۔

بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے۔

فکانا یُقرِآن الناس القرآن[2]	یہ دونوں صاحبان لوگوں کو قرآن پڑھاتے تھے۔

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعبؓ کو خاص طور سے تعلیم کیلئے بھیجا تھا، اور حضرت ابن ام مکتومؓ ان کے ساتھ تھے، اس لئے اس درسگاہ کی تعلیمی سرگرمی میں ان کا تذکرہ نہیں آتا ہے، ویسے بھی حضرت ابن مکتوم نابینا تھے، اور محدود طریقہ پر تعلیمی خدمت انجام دیتے تھے،

حضرت مصعب بن عمیر ابتدائی دور میں اسلام لائے تھے، ناز و نعمت میں پلے ہوئے تھے، جب ان کے اسلام کی خبر خاندان والوں کو ہوئی تو انھوں نے سخت سزا دیکر مکان کے اندر بند کر دیا۔ مگر حضرت مصعب کسی طرح نکل کر مہاجرین حبشہ میں شامل ہو گئے، بعد میں مکہ واپس آئے اور مدینہ کی طرف ہجرت کی، حضرت براء بن عازب کا بیان ہے کہ حضرت اسعد بن زرارہ خزرجی نجاری بیعت عقبۂ اولیٰ میں اسلام لائے، وہ اپنے قبیلہ کے نقیب تھے، انصار کے نقباء میں سب سے کم سن تھے، ان کا انتقال سنہ ۱ھ میں ہوا جب کہ مسجد نبوی تعمیر ہو رہی تھی، قبیلۂ بنو نجار کے لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپؐ ہمارے

---

[1] بخاری، باب مقدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینۃ وطبقات ابن سعد ج ۱ ص ۲۲۴،

[2] فتح الباری ج ۷، ص ۲۰۳ (بولاق مصر) وطبقات ابن سعد ج ۴ ص ۲۰۶،

لئے کوئی نقیب مقرر فرمادیں، آپؐ نے فرمایا کہ میں خود تم لوگوں کا نقیب ہوں، ایک قول کے مطابق وہ بیعت عقبہ سے پہلے ہی ـــــ مکہ جاکر مسلمان ہو گئے تھے، اور انصار مدینہ میں وہ پہلے مسلمان ہیں۔

حضرت ابن امّ مکتوم کا نام عمرو یا عبداللہ بن قیس ہے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ماموں زاد بھائی اور قدیم الاسلام صحابی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام طور سے غزوات کے موقع پر ان کو مدینہ کا امیر مقرر فرماتے تھے، اور وہی نماز پڑھاتے تھے، وہ نابینا تھے،

نقیع الخضمات کی درسگاہ کے ایک طالب علم حضرت براء بن عازب کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے ہی میں نے طوال مفصل کی کئی سورتیں یاد کرلی تھیں، حضرت زید بن ثابتؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ آنے سے پہلے میں نے سترہ سورتیں پڑھ لی تھیں، اور جب میں نے ان کو سنایا تو آپؐ بہت خوش ہوئے؛ [1]

نقیع الخضمات کی یہ درسگاہ صرف قرآنی مکتب اور مدرسہ ہی نہیں تھی بلکہ ہجرت علانیہ سے پہلے مدینہ میں اسلامی مرکز کی حیثیت رکھتی تھی، اوس اور خزرج کے درمیان ایک مدت سے قبائلی جنگ برپا تھی، آخری معرکہ حرب بعاث کے نام سے مشہور ہے جو ہجرت سے پانچ سال قبل ہوا تھا، ان جنگوں میں دو قبائل کے بہت سے آدمی مارے گئے تھے، جن میں ان کے اعیان و اشراف بھی تھے، اور دونوں قبائل باہمی کشت وخون سے تباہ ہو چکے تھے، اس حال میں اسلام ان کے حق میں رحمت ثابت ہوا۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں۔

کان یوم بعاث یومًا قدمه الله لرسوله صلی الله علیه وسلم، فقدم رسول الله صلی الله علیه وسلم وقد افترق ملؤهم وقتلت	اللہ کی شان کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے ہی جنگ بعاث ہوئی، اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو اس جنگ کے نتیجہ میں دونوں قبائل میں انتشار پیدا ہو گیا تھا، ان کے بڑے بڑے سردار

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۳۰،

سرواتهم وجرحوا، فقدمه الله لرسوله صلى الله عليه وسلم في دخولهم في الإسلام، [1]

مقتول اور زخمی ہو چکے تھے، اس طرح اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے پہلے ہی سے دعوتِ اسلام کا راستہ صاف کر دیا اور وہ لوگ اسلام میں داخل ہو گئے

اسلام لانے کے بعد بھی دونوں قبائل میں باہمی نفرت کی بو باس باقی تھی، ایک قبیلہ والے دوسرے قبیلہ کی امامت پر اعتراض کر سکتے تھے، اس لئے دونوں قبائل نے حضرت مصعب کی امامت پر اتفاق کیا،

فكان مصعب بن عمير يؤمهم، وذلك ان الاوس والخزرج كره بعضهم أن يؤمه بعض فجمع بهم اول جمعة في الاسلام

مصعب بن عمیر ان سب کی امامت کرتے تھے، کیونکہ اوس اور خزرج کے قبائل ایک دوسرے کی امامت کو ناپسند کرتے تھے، اسی لئے دونوں قبائل کو جمع کر کے اسلام میں پہلا جمعہ قائم کیا،

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صورتِ حال کے پیشِ نظر حضرت مصعب کو لکھا کہ اہل مدینہ کو جمعہ کی نماز پڑھائیں، شاید اسی مصلحت کی وجہ سے جمعہ کی فرضیت سے پہلے مدینہ میں جمعہ قائم کیا گیا، پہلی نماز جمعہ میں صرف چالیس مسلمان شریک ہوئے بعد میں ان کی تعداد چار سو ہو گئی، پہلے جمعہ کو ایک بکری ذبح کی گئی اور اس سے نمازیوں کی ضیافت ہوئی جس سے دونوں قبائل کے لوگوں میں باہمی الفت اور خیر خواہی کا جذبہ پیدا ہوا، [2]

اسی کے ساتھ مدینہ کے یہودیوں کے یوم السبت کی مذہبی رونق کے مقابلہ میں یہاں کے مسلمانوں میں اس نے ایک دن پہلے عید الاسبوع (ہفتہ کی عید) کی مسرت و اجتماعیت کا مظاہرہ ہوا، گویا یہودیوں کے مقابلہ میں یہ پہلا جرأت مندانہ اور اجتماعی اور دینی مظاہرہ تھا، نیز اس دینی درسگاہ اور اسلامی مرکز کی وجہ سے مدینہ کے یہودیوں کے دینی و علمی مرکز بیت المدارس واقع مقام قبر کی حیثیت و اہمیت کم ہو گئی جہاں وہ جمع ہو کر تدریس و تعلیم اور دعا خوانی کے ذریعہ

[1] بخاری، باب القسامۃ فی الجاہلیۃ، [2] تفصیل کیلئے طبقات ابن سعد، سیرت ابن ہشام اور وفاء الوفاء وغیرہ ملاحظہ ہو،

اپنی مذہبی سرگرمی جاری رکھتے تھے۔[1] اور اوس و خزرج یہودیوں سے بے نیاز ہو کر اپنے علمی و دینی مرکز سے وابستہ ہو گئے، اسلام سے پہلے اوس اور خزرج میں لکھنے پڑھنے کا رواج بہت کم تھا، اس بارے میں وہ یہودیوں کے محتاج تھے، البتہ چند لوگ اس دور میں نوشت و خواند جانتے تھے، ان ہی میں رافع بن مالک زرقی، زید بن ثابت، اُسید بن حُضیر، سعد بن عبادہ، اُبیّ بن کعب وغیرہ تھے[2] ان میں سے اکثر ہجرت عامہ سے پہلے مسلمان ہو کر تعلیم و تدریس میں سرگرمی دکھاتے تھے، اور نقیع الخضمات کے مرکز سے ان کا خصوصی ربط و تعلق تھا، اور اوس و خزرج کے مختلف قبائل اس مرکز سے وابستہ رہتے تھے۔

ان تین مستقل درسگاہوں کے علاوہ اس زمانہ میں مدینہ منورہ کے مختلف علاقوں اور قبیلوں میں تعلیمی مجالس اور حلقات جاری تھے، خاص طور سے بنو نجار، بنو عبد الاشہل، بنو ظفر، بنو عمرو بن عوف، بنو سالم وغیرہ کی مسجدوں میں اس کا انتظام تھا، اور عبادہ بن صامت، عتبہ بن مالک، معاذ بن جبل، عمر بن سلمہ، اسید بن حضیر، مالک بن حُویرث رضی اللہ عنہم ان کے امام اور معلم تھے۔

ان درسگاہوں کے نصابِ تعلیم کے سلسلہ میں یہ جاننا ضروری ہے کہ اس وقت عبادات میں صرف نماز فرض ہوئی تھی، اور بیعت عقبہ کے وقت انصارِ مدینہ سے بعیتِ نساء (عورتوں کی بیعت) لی گئی تھی، یعنی یہ کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے، نہ چوری کریں گے، نہ زنا کریں گے، نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گے، نہ کسی پر بہتان لگائیں گے۔ اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معروف میں نافرمانی کریں گے۔

ان درسگاہوں میں قرآن اور نماز کی تعلیم کے ساتھ ان ہی امور کے بارے میں تعلیم و تربیت دی جاتی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب کو روانہ کرتے وقت تین باتوں کا حکم دیا تھا۔

وامرہ أن یُقرِءَ ھم القرآن، ویعلّمھم الاسلام، ویفقّھھم فی الدین فکان	لوگوں کو قرآن پڑھائیں، اور اسلام کی تعلیم دیں اور ان میں دین کے بارے میں بصیرت پیدا کریں۔

[1] الاشتقاق، لابن درید ص۲۶۔ [2] فتوح البلدان ص۴۵۹،

يُسَمّٰى المقرئ بالمدينة[1] وہ مدینہ میں مقری کے نام سے یاد کئے جانے لگے۔

اس ہدایت کے مطابق ان درسگاہوں میں قرآن کی تعلیم دی جاتی، دین سکھایا جاتا تھا۔ عام طور سے آیات اور سورتیں زبانی یاد کرائی جاتی تھیں، یہ درسگاہیں دن، رات، صبح و شام کی قید سے آزاد تھیں اور ہر شخص ہر وقت ان سے استفادہ کرتا تھا،

مکہ اور مدینہ کے درمیان درسگاہِ غمیم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس اسلامی تعلیمات کی متحرک درسگاہ تھی۔ حتیٰ کہ سفرِ ہجرت میں بھی قرآن کی تعلیم کا سلسلہ جاری رہا، اور مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان مقامِ غمیم میں آپ نے سورۂ مریم کی تعلیم دی، ابن سعد نے لکھا ہے۔

لما هاجر رسول الله صلى الله عليه وسلم من مكة الى المدينة فانتهى الى الغميم أتاه بريدة ابن الحصيب الاسلمى فدعاه رسول الله صلى الله عليه وسلم فأسلم هو ومن معه وكانوا زهاء ثمانين بيتاً، فصلى رسول الله صلى الله عليه وسلم العشاء فصلوا خلفه كان رسول الله قد علم بريدة بن الحصيب ليلتئذٍ صدراً من سورة مريم، وقدم بُريدة بن الحصيب بعد ان مضت بدرٌ واحدٌ على رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة فتعلم

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ کیطرف ہجرت کی اور مقامِ غمیم میں پہونچے تو بریدہؓ بن حصیب اسلمیؓ آپؐ کے پاس آئے آپؐنے ان کو دعوتِ اسلام دی۔ اور وہ اور جو لوگ ان کے ساتھ تھے، مسلمان ہوگئے، یہ سب اسّی گھرانے تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ عشاء پڑھی تو سب نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات بریدہ کو سورۂ مریم کی ابتدائی آیات کی تعلیم دی، جب غزوۂ بدر اور غزوۂ احد کے بعد بریدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ آئے تو بقیہ سورۂ مریم پڑھ لی،

---

[1] سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۴۳۴،

بقیتھا واقام مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکان من ساکنی المدینۃ[1]	اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں رہ بس گئے،

اس واقعہ کو دوسری جگہ اختصار سے یوں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت سفر ہجرت میں بُریدہ بن حُصیبؓ کے پاس سے گذرے وہ مسلمان ہوتے اور آپ نے ان کو سورۂ مریم کی ابتدائی آیات پڑھائیں، اور جب غزوۂ احد کے بعد بریدہ مدینہ آئے تو بقیہ سورہ پڑھی،[2] حافظ ابن حجر نے بھی یہی لکھا ہے۔[3]

غمیم (بفتح غین) مدینہ کے قریب رابغ اور جُحفہ کے درمیان، یا عسیفان اور مرّ الظہران کے درمیان ایک مقام ہے[4] مقام غمیم میں قبیلۂ بنو اسلم کے اسّی سے زائد گھرانے آباد تھے، جن کے افراد کی تعداد کئی سو رہی ہوگی، ان میں سے حضرت بریدہؓ اور ان کے ساتھی مسلمان ہو گئے، اور سب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت میں نمازِ عشاء ادا کی، مگر کتابوں میں حضرت بریدہؓ کے قرآن پڑھنے کی تصریح ہے۔

بریدہ بن حصیب بن عبداللہ اسلمی رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں، انھوں نے سولہ ۱۶ غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کی ہے، حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں خراسان میں جہاد کیا، اس کے بعد مقام مَرو میں سکونت اختیار کر لی، اور وہیں ۶۳ھ میں انتقال کیا، ان کے فضائل و مناقب بہت زیادہ ہیں۔

ہجرت کے بعد کی درسگاہیں

ہجرت سے پہلے مدینہ میں تین مرکزی درسگاہوں کے علاوہ وہاں کی مسجدوں کے امام تعلیم دیتے تھے۔

ہجرت کے بعد ہی مسجد نبویؐ کی تعمیر ہوئی جس میں مرکزی درسگاہ کا قیام ہوا اور مدینہ کی چھوٹی بڑی درسگاہیں اس مرکز سے متعلق ہو گئیں، اسی کے ساتھ مختلف قبائل میں قرّاء روانہ کئے گئے جو قرآن اور تفقہ فی الدین کی تعلیم دیتے تھے، عہد نبویؐ میں مدینہ کے باہر مکہ مکرمہ، طائف

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۲۴۲، [2] ہ ۰ ج ۰ ص ۳۶۵، [3] اصابہ ج ۱ ص ۱۵۱، [4] وفاء الوفا ج ۴ ص ۱۲۷۸،

نجران، یمن، بحرین، عمان وغیرہ میں مستقل طور سے انتظام کیا گیا، اور ان مقامات کے امراء و عمال معلم و مقری بنائے گئے۔

مسجد نبوی کی مرکزی درسگاہ

ہجرت عامہ سے دو سال پہلے ہی مدینہ منورہ میں مسجد بنی زُریق، مسجد قبا، اور نقیع الخضمات اور دیگر مساجد و مقامات میں قرآن، تفقہ فی الدین اور شرائع اسلام کی تعلیم ہو رہی تھی، اور ان میں تعلیمی خدمات انجام دینے والے حضرات کیلئے معلم اور مقری کا لقب مشہور ہو گیا تھا، اور ان کے فضلاء و فارغین کی اچھی خاصی تعداد ہو گئی تھی۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر مسجد نبوی میں مرکزی درسگاہ کا اجراء ہوا جو مجلس اور حلقہ کے نام سے یاد کی جاتی تھی، یہ دونوں نام بہت بعد تک جاری رہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ نماز فجر کے بعد ستون ابو لبابہؓ کے پاس تشریف لاتے، جہاں پہلے سے اصحاب صُفہ، ضعفاء و مساکین، مؤلفۃ القلوب، اور باہر سے آنے والے افراد اور وفود حلقہ بنا کر بیٹھے رہتے تھے، آپ ان کو قرآن، حدیث تفقہ اور دین کی تعلیم دیتے۔ اور ان کی دل جوئی و دلداری فرماتے، پھر کچھ دیر کے بعد اعیان واشراف اور خوش حال لوگ آتے اور حلقہ میں گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے کھڑے رہتے، آپ ان کی طرف دیکھتے اور وہ آپ کی طرف دیکھتے، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی،

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ -	آپ ان لوگوں کے ساتھ رہیے جو صبح و شام اپنے رب کو یاد کرتے ہیں، وہ اپنے رب کی رضا چاہتے ہیں،

اس کے بعد ان لوگوں نے کہا کہ آپؐ ان لوگوں کو ہم سے دور بیٹھائیں، ہم آپؐ کے ہم نشین بن کر ہر وقت حاضر باش رہیں گے، ان کے اس مطالبہ پر یہ آیت نازل ہوئی۔

لَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ	آپ ان لوگوں کو نہ ہٹایئے جو صبح و شام اپنے

بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ لہ رب کو یاد کرتے ہیں، ان کا مقصد اپنے رب کی رضا جوئی ہے

ستونِ ابولبابہ کو ستون توبہ بھی کہتے ہیں، یہ مسجد نبوی کا وہی مقدس ستون ہے جس سے حضرت ابو لبابہ رضی اللہ عنہ نے غزوۂ تبوک میں عدم شرکت پر اپنے کو باندھ رکھا تھا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی، اور جرم معاف کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس اکثر نوافل پڑھا کرتے تھے، اور یہیں صبح کی تعلیمی مجالس قائم فرماتے تھے،

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر ادا فرمالیتے تو ہم لوگ آپ کے پاس بیٹھ جاتے اور ہم میں کوئی آپ سے قرآن کے بارے میں سوال کرتا، کوئی فرائض کے بارے میں دریافت کرتا، اور کوئی خواب کی تعبیر معلوم کرتا تھا، ؎۲

حضرت جابر بن سمرہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں جاتے تو جو شخص جہاں جگہ پاتا وہیں بیٹھ جاتا تھا، ؎۳

ابتداء میں مجلس میں بیٹھنے کا کوئی خاص انتظام نہیں تھا، جس کو جہاں جگہ ملتی بیٹھ جاتا تھا، بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باقاعدہ حلقہ بنوایا، ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں کہ میں ضعفائے اسلام میں تھا، ہم مہاجرین کی غربت اور بے سروسامانی کا یہ حال تھا کہ ہم لوگ عریانیت کے ڈر سے ایک دوسرے سے مل کر بیٹھتے تھے، ہم میں سے کوئی شخص پڑھتا تھا اور ہم سب سنتے تھے۔ ایک مرتبہ اسی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اور ہمارے درمیان بیٹھکر حلقہ بنانے کا اشارہ کیا اور پوری جماعت اسی طرح حلقہ بنا کر بیٹھ گئی کہ آپؐ کا چہرۂ مبارک تمام حاضرین کی طرف ہوگیا۔ ؎۴

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ مجلس میں تشریف فرماتھے، اسی حال میں تین آدمی آئے، ان میں سے دو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھے، ایک شخص مجلس میں جگہ پاکر بیٹھ گیا، دوسرا شخص حلقہ والوں کے پیچھے بیٹھ گیا، اور تیسرا شخص واپس چلا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

لہ وفاء الوفاء ص ۴۴۵، ؎۲ جمع الفوائد ج ۱ ص ۳۰، ؎۳ مسلم، ابو داؤد، ؎۴ الفقیہ والمتفقہ ج ۲ ص ۱۲۲،

تعلیم سے فارغ ہو کر فرمایا کہ ان تینوں میں سے ایک اللہ کی طرف گیا تو اللہ نے اس پر رحمت کی، دوسرے نے حیا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ حیا کا معاملہ کیا، اور تیسرے نے اعراض کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے اعراض کیا۔ ؎۱

حضرت جابرؓ بن سمرہ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے؟ تو انھوں نے فرمایا کہ ہاں میں بہت زیادہ آپ کی مجلس میں شریک رہا کرتا تھا، جب تک آفتاب طلوع نہیں ہوتا تھا آپ مصلی پر رہتے تھے، اور طلوع آفتاب کے بعد اٹھکر مجلس میں تشریف لاتے تھے، اور مجلس کے درمیان صحابہ زمانۂ جاہلیت کے واقعات بیان کر کے ہنستے تھے اور آپ مسکرا دیتے تھے۔

حضرت زید بن ثابت کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوسی تھا، جب وحی نازل ہوتی تو آپ مجھے بلا کر لکھواتے تھے، جب مجلس میں ہم لوگ دنیا کی باتیں کرتے تو آپ بھی دنیا کی باتیں کرتے، جب ہم آخرت کی باتیں کرتے تو آپ بھی آخرت کی باتیں کرتے، اور جب ہم کھانے کی باتیں کرتے تو آپ بھی کھانے کی باتیں کرتے تھے۔ ؎۲

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں میں ملے گھلے رہتے تھے، ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ ہم سے ہنسی مذاق کی باتیں کرتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ میں صرف حق بات کہتا ہوں، حضرت جریرؓ بن عبد اللہ بجلی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی مجھے دیکھتے میرے سامنے مسکرا دیا کرتے تھے، حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ صحابہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب مشغلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا تھا۔ اس کے باوجود آپؐ کو آتے ہوتے دیکھ کر کھڑے نہیں ہوتے تھے، کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ یہ بات آپ کو ناگوار تھی،

درسگاہِ نبوت کے وقار و تمکنت کا یہ حال تھا کہ شرکاءِ مجلس ہمہ تن گوش بنے رہتے تھے۔

حضرت اسامہؓ بن شریک کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا،

؎۱ بخاری و مسلم، ؎۲ الفقیہ والمتفقہ ج ۲ ص ۱۱۱،

اس وقت صحابہ آپ کے گرداگرد یوں بیٹھے تھے جیسے ان کے سروں پر پرندے ہیں [1]
ایک مرتبہ مجلس سے ایک آدمی اٹھا اور اس کی جگہ دوسرا آدمی بیٹھ گیا، اس کے بعد پہلا آدمی آگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھنے والے سے فرمایا کہ تم اس کی جگہ سے ہٹ جاؤ، ہر شخص اپنی جائے نشست کا زیادہ حقدار ہے۔ [2]

ابتدا میں مجلس میں طلبہ کے بیٹھنے کا کوئی خاص انتظام نہیں تھا، جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے حلقے بنا کر بیٹھ جاتے تھے، یہ دیکھکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باقاعدہ ایک حلقہ بنوایا اور سب لوگ ایک ساتھ بیٹھنے لگے، جابر بن سمرہ کا بیان ہے۔

دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المسجد وھم حلق فقال، مالی اراکم عزین۔ [3]	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں گئے جہاں صحابہ کے جُدا جُدا حلقے تھے، آپؐ نے فرمایا کہ کیا بات ہے تم لوگ جُدا جُدا ہو (یعنی ایک ساتھ بیٹھو)

اور ابو سعید خدری بیان کرتے ہیں کہ میں ضعفائے مہاجرین کے ساتھ بیٹھا تھا، ان میں سے بعض لوگ عریانیت کے خوف سے ایک دوسرے سے مل کر بیٹھے تھے اور ایک قاری ہم لوگوں کو قرآن پڑھا رہا تھا، اسی حال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آکر ہمارے پاس کھڑے ہو گئے، آپ کو دیکھکر قاری خاموش ہو گیا، آپؐ نے سلام کرکے پوچھا کہ تم لوگ کیا کر رہے ہو؟ ہم نے کہا یا رسول اللہ! ایک قاری قرآن پڑھ رہا ہے، اور ہم سن رہے ہیں۔ ہمارا جواب سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

الحمد للہ الذی جعل من اُمّتی من اُمرتُ ان اَصبر نفسی مَعھم۔	اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میری امت میں ایسے لوگوں کو پیدا کیا ہے جن کے ساتھ مجھے بیٹھنے کا حکم ہے۔

یہ کہہ کر آپ ہمارے بیچ میں بیٹھ گئے تاکہ آپ ہم لوگوں کے سامنے رہیں، پھر ہاتھ سے اشارہ کیا کہ اس طرح بیٹھو، اور حاضرین مجلس اس طرح حلقہ بنا کر بیٹھ گئے کہ سب کا چہرہ آپ کی طرف ہو گیا،

---

[1] الفقیہ والمتفقہ ج ۲ ص ۱۲۳، [2] تاریخ کبیر ج ۳ قسم ۲ ص ۱۵۹، [3] سنن ابو داؤد، کتاب الادب، باب الحلق،

اور آپؐ نے فرمایا کہ اے فقراء مہاجرین! تم کو بشارت ہو قیامت کے دن نورتام کی، تم لوگ مالداروں سے آدھے دن پہلے جنت میں داخل ہوگے، اور یہ (دنیاوی دن کے حساب سے) پانچ سو سال ہے[1]

درسگاہِ نبویؐ کے طلبہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دینی تعلیم کی بہت زیادہ تاکید و تشجیع فرمائی ہے اور طلب علم پر عظیم اجر و ثواب کی بشارت دی ہے، جو لوگ درسگاہِ نبویؐ میں آتے تھے۔ آپ انشراح کے ساتھ ان کا استقبال کر کے بشارت دیتے تھے۔ قبیلۂ مراد کے صفوان بن عسالؓ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں علم کی طلب کے لئے حاضر ہوا ہوں، آپ نے فرمایا۔

مرحبا بطالب العلم ان طالب العلم لتحف به الملائكة وتظله باجنحتها فيركب بعضها بعضا حتى تعلوا الى السماء الدنيا من حبهم لما يطلب،[2]	مرحبا طالب علم کے لئے، طالب علم کو اس کے طلب علم سے محبت کی وجہ سے فرشتے گھیرے رہتے ہیں اور اپنے پروں سے اس پر سایہ کرتے ہیں، ان کی جماعت نیچے اوپر آسمانِ دنیا تک ہوتی ہے۔

آپؐ کی درسگاہ میں مقامی طلبہ کے علاوہ بیرونی طلبہ بھی کثیر تعداد میں شریک ہوتے تھے ان کی حاضری ہنگامی اور وقتی ہوتی تھی، اور مقامی طلبہ مستقل طور سے حاضر باش رہتے تھے، طلبہ کی تعداد کم و بیش ہوا کرتی تھی، حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں اصحاب صفہ کی تعداد ستر بتائی گئی ہے جو اس درسگاہ کے ہمہ وقت حاضر باش تھے۔ اور حضرت انسؓ نے بتایا ہے کہ بسا اوقات ہم ساٹھ ساٹھ آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں رہا کرتے تھے، بعض اوقات ان کی تعداد بہت بڑھ جاتی تھی، خاص طور سے بیرونی طلبہ کے وفود کی آمد پر بہت زیادہ اضافہ ہو جاتا تھا، وفد بجیلہ میں ایک سو پچاس ۱۵۰، وفد نخع میں دو سو ۲۰۰، اور وفد مزینہ میں چار سو نفر تھے اسی طرح دیگر وفود میں مختلف تعداد کے افراد ہوتے تھے اور ان کی آمد دین سیکھنے کے لئے تھی اس لئے وہ لوگ بھی مجلسوں میں شریک ہوتے تھے، بعض اوقات مجلس میں گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے

---

[1] سنن ابی داؤد، کتاب العلم، باب القصص، [2] جامع بیان العلم ج ۱ صـ ۳۲،

کچھ لوگ واپس چلے جاتے تھے، مدینہ اور عوالیٔ مدینہ کے بہت سے حضرات اپنی معاشی معروفیات کی وجہ سے خود حاضر نہیں ہو سکتے تھے۔ تو باری باری سے آکر ایک دوسرے کو مجلس کی باتوں کی خبر دیتے تھے، حضرت عمر کا بیان ہے۔

کنتُ انا وجارٌ لی من الانصار فی بنی امیة بن زید وھی من عوالی المدینۃ وکنا نتناوب النزول علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ینزل یومًا، و انزل یومًا، فاذا نزلت جئتہ بخبر ذالك الیوم من الوحی وغیرہ، واذا نزل فعل مثل ذالك۔[1]

میں اور عوالی مدینہ میں قبیلہ بنی امیہ بن زید کا ایک انصاری پڑوسی ہم دونوں باری باری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں جاتے تھے، ایک دن وہ جاتا اور ایک دن میں جاتا، جب میں جاتا تو اس دن کی وحی وغیرہ کی خبر لاتا اور جس دن وہ جاتا اسی طرح کرتا تھا۔

حضرت طلحہ بن عبیداللہ سے ایک شخص نے کہا کہ ابو محمد! ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور معاملات میں اس یمنی (حضرت ابو ہریرہؓ) کو آپ لوگوں سے بڑا عالم نہیں جانتے تھے، اس پر حضرت طلحہ نے کہا کہ ہم کو اس میں شک نہیں ہے کہ انھوں نے جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے ہم نے نہیں سنا، اور آپ کے بارے میں جو کچھ وہ جانتے ہیں ہم نہیں جانتے، اس کے بعد کہا کہ

انا کنّا اقوامًا اغنیاء، لنا بیوتات و اھلون وکنا ناتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طرفی النہار، ثم نرجع و کان مسکینًا لا مال لہٗ ولا اھل،

ہم لوگ مالدار، بال بچے والے تھے، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صبح وشام حاضر ہوتے تھے پھر واپس چلے جاتے تھے، ان کے پاس نہ مال تھا نہ اولاد،

پھر کہا کہ ان کا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں رہتا تھا، آپ جہاں جاتے ان کو

[1] بخاری، باب التناول فی العلم،

ساتھ لے جاتے، ہم نے کسی نیک آدمی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جھوٹ بولتے نہیں دیکھا ہے۔ [1]

حضرت براء بن عازب کہتے ہیں کہ ہم سب صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث نہیں سنتے تھے، ہماری کھیتی باڑی اور دوسری مصروفیات تھیں، لوگ اس زمانہ میں جھوٹ نہیں بولتے تھے۔ اور مجلس نبوی کا حاضر باش، شریک نہ ہونے والے سے حدیث بیان کرتا تھا [2]
حضرت انس رض کہتے ہیں کہ جو احادیث ہم بیان کرتے ہیں ان سب کو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست نہیں سنا ہے، اس زمانہ میں ہم ایک دوسرے کی تکذیب نہیں کرتے تھے [3]
درسگاہ میں تمام طلبہ مؤدب ہو کر بیٹھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لیکر باہر جاتے تھے، حبیب بن ابو ثابت کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھتا تھا تو اپنے دونوں گھٹنے آگے نہیں کرتا تھا اور آپ سے اجازت لیکر اٹھتا تھا۔

حضرت انس رض بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقۂ درس میں موجود تھا۔ ایک شخص نے آکر آپ اور حاضرین حلقہ کو سلام کیا "السّلام علیکم" آپ نے اس کے جواب میں فرمایا وعَلَیْكَ السّلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ اس کے بعد اس شخص نے بیٹھکر کہا اَلْحمدُ لِلّٰہِ کثیرًا طیّبًا مُبارکًا فیہ کما یحبُّ ربُّنا اَن یُّحمد و ینبغی لہ و یرضی، یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ تم نے کیسے کہا؟ اور اس نے وہی الفاظ دہرائے تو آپ نے حلقہ نشینوں سے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے دسیوں فرشتے اس کو لکھنے کیلئے بڑھے، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں کثرت سے استغفار کیا کرتے تھے، حضرت عبداللہ بن عمر کا بیان ہے کہ ہم لوگ شمار کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس میں سینکڑوں مرتبہ رَبِّ اغْفِرلی، وتُبْ علیّ، اِنّكَ انتَ التّوّابُ الرّحِیْم کہا کرتے تھے۔

مجلس کے خاتمہ پر عام طور سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دُعا کیا کرتے تھے۔

---

[1] تاریخ کبیر ج ۲ قسم ۲ ص ۱۳۲، [2] مستدرک حاکم ج ۱ ص ۱۲۷ ومعرفۃ علوم الحدیث ص ۱۴، [3] جمع الفوائد ج ۱ ص ۱۵

اَللّٰھُمَّ اقسِمْ لنا من خشیتكِ ما تحول بیننا وبین معصیتك، ومن طاعتك ما تبلّغنا به جنّتك، ومن الیقین ما تھوّن علینا مصائبُ الدنیا، اللّٰھُمّ متِّعنا باسماعنا وابصارنا وقوّتنا مَا اَحْیَیتنا، واجعله الوارث منّا، وَ اجعَلْ ثارنا علیٰ مَن ظَلَمَنا، وانصرنا علیٰ مَن عادانا، ولا تجعل مُصیبتنا فی دیننا، ولا تجعل الدنیا اکبرھمّنا ولا مبلغ علمنا، ولا تُسلّط علینا من لا یرحمنا۔ [1]	اے اللہ! ہم کو اپنی خشیت دے جو ہمارے اور تیری معصیت کے درمیان حائل ہو جائے، اور اپنی اطاعت دے جو ہم کو تیری جنت عطا کرے، اور یقین دے جس سے ہم پر تو دنیا کے مصائب آسان کر دے، اے اللہ! جب تک تو ہم کو زندہ رکھے ہمارے کان، ہماری آنکھ اور ہماری قوت سے ہم کو نفع پہونچا اور ہماری طرف سے اس نفع و تمتع کو وارث بنا، اور ہمارے خون بہا کو ہمارے ظالموں پر ڈال دے، اور دشمن کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما، اور ہم کو دینی مصائب میں مبتلا نہ کر، اور دنیا کو ہمارا سب سے بڑا مقصد اور ہمارے علم کا منتہیٰ نہ بنا، اور ہم پر ایسے شخص یا جماعت کو مسلط نہ کر جو ہم پر رحم نہ کرے،

ایک مرتبہ خاتمۂ مجلس پر آپ نے یہ دعا پڑھی سُبْحٰنَكَ اَللّٰھُمَّ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ واَستغفرك واَتوبُ الیك، اس کو سن کر حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے کہا کہ آپ پہلے یہ دُعا نہیں پڑھا کرتے تھے۔ تو آپ نے فرمایا کہ ذٰلك کفارة لما یکون فی المجلس [2]

اصحابِ صُفّہ

مجلسِ نبوی میں ہر طبقہ کے افراد شریک ہوتے تھے، انصار، مہاجرین، مقامی بیرونی، اعیان واشراف، رؤساء قبائل، ملوک واقیال، عالم، جاہل، بدوی، عربی، عجمی، بوڑھے، جوان، بچے سب ایک ساتھ بیٹھتے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب کے احوال وظروف، ذہن ومزاج، افتادِ طبع، اور زبان ولب ولہجہ کی رعایت فرماتے ہوئے تعلیم دیتے تھے، درسگاہِ نبویؐ کے ان طلبہ میں اصحاب صفہ کو نمایاں حیثیت حاصل تھی، وہ رات دن حاضر باش رہتے تھے، تعلیم وتعلم، ذکر واذکار، تلاوت قرآن اور باہمی مذاکرہ ومراجعہ کے علاوہ ان کو اور کوئی

---

[1] سنن ترمذی، وعمل الیوم واللیلۃ ابن السنی، [2] ابوداؤد،

مصروفیت نہیں تھی۔

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ میں نے ستر اصحاب صفہ کو دیکھا ہے جن کے بدن پر چادر تک نہیں ہوتی تھی صرف تہبند باندھے رہتے تھے، یا ان کے بدن پر سر سے پیر تک ایک کمبل ہوتا تھا۔ اور بے ستری کے خوف سے اس کو ہاتھ سے پکڑے رہتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاص طور سے دین کی تعلیم دیتے تھے، یہ حضرات آپس میں بھی پڑھتے پڑھاتے تھے یا ذکر و اذکار میں مصروف رہتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہؓ خود بھی اصحاب صفہ میں سے تھے اور ان کے خورد و نوش کے منتظم تھے، ان کا بیان ہے کہ ہمارے بھائی مہاجرین کو بازاروں کی مصروفیات مشغول رکھتی تھیں اور ہمارے بھائی انصار اپنے باغات و اموال میں مشغول رہا کرتے تھے۔ اور ابو ہریرہ پیٹ پال کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پڑا رہتا تھا اور ایسے اوقات و مقامات میں حاضر رہتا تھا جن میں وہ لوگ حاضر نہیں ہوتے تھے، اور وہ باتیں یاد کرتا تھا جس کو وہ لوگ یاد نہیں کرتے تھے، [1] حضرت ابو ہریرہؓ کا یہ بیان گویا اصحاب صفہ کا ترجمان ہے۔ اور یہ سب حضرات سب سے زیادہ درسگاہ نبوت کے حاضر باش تھے۔

اصحاب صفہ کی تعداد عام حالات میں ساٹھ ستر کے لگ بھگ ہوا کرتی تھی، کمی زیادتی بھی ہوتی تھی، علماء نے ان کی مجموعی تعداد چار سو تک بیان کی ہے، ہم یہاں تبرکاً چند حضرات کے اسمائے متبرکہ درج کرتے ہیں۔

(الف) ۳۔ اسماء بن حارثہ اسلمی، اغر مزنی، اوس بن اوس ثقفی،

(ب) ۳ براء بن مالک انصاری، بشیر بن خصاصیہ، بلال بن رباح حبشی،

(ت) ۴ ثابت بن ضحاک انصاری اشہلی، ثابت بن ودیعہ انصاری، ثقیف بن عمرو بن سمیط، ثوبان مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،

(ج) ۴ جاریہ بن شیبہ بن قرط، جرہد بن خویلد، وقیل رباح اسلمی، جبیل بن سراقہ ضمری، جندب بن جنادہ، ابو ذر غفاری،

[1] بخاری، باب حفظ العلم

(ح) ۹ حارثہ بن نعمان انصاری، حجاج بن عمرو اسلمی، حذیفہ بن اسید ابو سریحہ غفاری، حذیفہ بن یمان، حازم بن حرملہ اسلمی، حبیب بن زید بن عاصم انصاری، حرملہ بن ایاس، حکم بن عمیر ثمالی، حنظلہ بن ابوعامر الراہب انصاری۔

(خ) ۶ خالد بن زید ابوایوب انصاری، خباب بن ارت، خبیب بن یساف بن عتبہ ابوعبدالرحمٰن خریم بن اوس طائی، خریم بن فاتک اسدی، خنیس بن حذافہ،

(ذ) ۱ ذوالبجادین عبداللہ مزنی

(ر) ۲ ربیعہ بن کعب اسلمی، رفاعہ بن عبدالمنذر (بن زنبر) ابو لبابہ انصاری،

(ز) ۱ زید بن خطاب ابوعبدالرحمٰن،

(س) ۹ سالم بن عبید اشجعی، سالم بن عمیر بن سالم مولیٰ ابوحذیفہ، سائب بن خلاد، سعد بن مالک، ابوسعید خدری، سعد بن ابی وقاص، سعید بن عامر بن جذیم جمحی، سفینہ بن عبدالرحمٰن مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، سلمان فارسی،

(ش) ۳ شداد بن اوس، شقران مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، شمعون ابوریحانہ ازدی یا انصاری

(ص) ۲ صفوان بن بیضاء، صہیب بن سنان

(ط) ۳ طخفہ بن قیس غفاری، طلحہ بن عمرو نضری، طلحہ بن عمرو انصاری،

(ع) ۳۰ عامر بن عبداللہ (بن جراح) ابوعبیدہ بن جراح، عباد بن خالد غفاری، عبادہ بن قرص وقیل قرط، عبداللہ بن انیس، عبداللہ بن ام مکتوم، عبداللہ بن بدر جہنی، عبداللہ بن حبشی خثعمی، عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی، عبداللہ بن حوالہ ازدی، عبداللہ بن عبدالاسد اسدی ابوسلمہ مخزومی، عبداللہ بن عمر بن خطاب، عبداللہ بن حرام ابوجابر انصاری سلمی، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمیر بن عبس انصاری حارثی، عبدالرحمٰن بن قرط، عبید مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، عتبہ بن عبد سلمی، عتبہ بن غزوان، عتبہ بن منذر سلمی، عثمان بن مظعون، عرباض بن ساریہ، عقبہ بن عامر جہنی، عکاشہ بن محصن اسدی، عمار بن یاسر، عمرو بن تغلب،

عمرو بعثہ سلمی، عمرو بن عوف مزنی، عویمر ابو الدرداء، عویمر بن ساعدہ انصاری، عیاض بن حماد مجاشعی،

(ف) ۲ فرات بن حیان عجلی، فضالہ بن عبید انصاری،

(ق) ۱ قرہ بن ایاس ابو معاویہ مزنی،

(ک) ۲ کعب بن عمرو ابو الیسر انصاری، کناز بن حصین ابو مرثد غنوی،

(م) ۶ مسطح بن اثاثہ بن عباد، مسعود بن ربیع قاری، مصعب بن عمیر، ابو حلیمہ قاری (معاذ بن حارث انصاری قاری) معاویہ بن حکم سلمی، مقداد بن اسود،

(ن) ۱ نضلہ بن عبید ابو برزہ اسلمی،

(ہ) ۱ ہلال مولی مغیرہ بن شعبہ،

(و) ۲ وابصہ بن معبد جہنی، واثلہ بن اسقع،

(ی) ۱ یسار ابو فکیہہ مولی صفوان بن امیہ،

(کنیت ۷) ابو ثعلبہ خشنی، ابو رزین، ابو عسیب مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابو فراس سلمی، ابو کبشہ مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابو مویہبہ مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابو ہریرہ دوسی رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ، ذٰلک الفوز الکبیر۔ [1]

تقریباً چار سو اصحاب صفہ میں سے ایک سو سے کچھ زائد حضرات کی یہ مختصر فہرست ہے، جس میں ابوہریرہ اور ابو سعید خدری جیسے کثیر الروایۃ حدیث کے ناشر و معلم، عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عمر جیسے فقیہ جن کا فقہی مسلک مسلمانوں میں رائج ہوا، ابو عبیدہ بن جراح اور سعد بن ابی وقاص جیسے فاتح جن کی امارت میں شام و خراسان اور عجم کی فتوحات ہوئیں، ابو الدرداء اور ابوذر غفاری جیسے عباد و زہاد جو زہد و تقویٰ اور صدق و صداقت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ یہ سب حضرات شامل ہیں۔ ان کے علاوہ ضعفائے اسلام میں ہر ایک اپنی جگہ علم دین اور ایمان و یقین کی چلتی پھرتی تصویر ہے۔

[1] مجموعہ صحیفہ قلمی نمبر ۱۹۴/۶ مکتبہ شیخ الاسلام عارف حکمت مدینہ منورہ سے میں نے یہ مقدس اسماء شنبہ ۲۳ محرم ۱۳۸۰ھ کو نقل کئے ہیں۔

مقامی بچے اور نوجوان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں اور نوجوانوں سے بہت زیادہ مانوس تھے اور ان پر بڑی شفقت فرماتے تھے، علم دین کے حصول کی تاکید کرتے تھے اور اس پر اجر و ثواب کی بشارت دیتے تھے، آپ نے فرمایا ہے۔

ایما ناشئٍ نشأ فی طلب العلم والعبادۃ حتی یکبر وھو علی ذالک کتب اللہ لہ اجر اربعین صدیقًا۔ [1]	جو شخص علم کی طلب اور عبادت میں پرورش پاتا ہے یہاں تک کہ اسی حالت میں بڑا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو چالیس صدیقین کا ثواب دیتا ہے۔

نیز آپ نے صحابہ کو ان کے بارے میں وصیت فرمائی تھی،

سیاتیکم شبابٌ من اقطار الارض یطلبون الحدیث فاذا جاؤکم فاستوصوا بھم خیرًا، [2]	تمہارے پاس زمین کے اطراف سے نوجوان حدیث کی طلب میں آئیں گے، جب آئیں تو تم ان کیساتھ اچھا سلوک کرنا۔

امام بخاریؒ نے باب تعلیم الصبیان القرآن میں حضرت ابن عباس کے بچپن میں قرآن یاد کرنے کا ذکر کیا ہے، مدینہ منورہ کے نوخیز و نوجوان مجلسِ نبویؐ میں شریک ہو کر علم دین حاصل کرتے تھے، اور بعد میں انھوں نے حدیث کی روایت کی ہے۔ اس وقت ان کی عمریں آٹھ دس سال سے پندرہ سال تک کی تھیں۔ مثلاً حسین بن علی بن ابوطالب، عبداللہ بن زبیر، نعمان بن بشیر، ابوالطفیل کنانی، سائب بن یزید، عمر بن ابوسلمہ، مسورہ بن مخرمہ، انس بن مالک، عبداللہ بن عباس، مسلم بن مخلد، سہل بن سعد ساعدی، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم، [3]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نوخیزوں اور نوجوانوں کو ذمہ دارانہ منصب پر فائز کرتے تھے، اور ان کے حق میں دعا فرماتے تھے، آپ نے معاذ بن جبلؓ کو یمن کا امیر و معلم بنایا، عتاب بن اسید کو مکہ کی امارت دی اور عثمان بن ابوالعاص ثقفی کو طائف کی امارت و امامت پر رکھا، حالانکہ یہ حضرات کم سن اور کم عمر تھے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن عباسؓ کو سینے سے لگا کر دعا دی۔

---

[1] جامع بیان العلم ج ۱ ص ۳۵ والکفایہ وغیرہ، [2] شرف اصحاب الحدیث ص ۲۱، [3] الکفایہ ص ۵۵ وغیرہ۔

اَللّٰھُمَّ عَلِّمْہُ الْکِتَابَ [1] معاذ بن جبلؓ کو یمن روانہ کرتے وقت آپ نے ان کے جواب سے خوش کر ان کی توثیق و تشجیع فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا فرمایا،

سمرہ بن جندب کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لڑکا تھا اور آپ کے اقوال و احادیث کو یاد کرتا تھا۔ مجلس نبویؐ میں مجھ سے زیادہ عمر والے لوگ ہوتے تھے اس لئے میں بات نہیں کر سکتا تھا۔ [2]

عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ وہ کون سا درخت ہے جو مسلمان کے مانند ہے اور اس کے پتے نہیں جھڑتے ہیں، میرے دل میں آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے مگر میں اس لئے خاموش رہا کہ وانا عاشر عشر، وانا احدثہم میں ان میں دسواں شخص تھا اور سب سے کم عمر تھا۔ جندب عبداللہ بجلی کہتے ہیں کہ:-

کنا علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم غلمانا حزاورۃ تعلمنا الایمان قبل ان نتعلم القرآن، ثم تعلمنا القرآن فازددنا بہ ایمانا [3]

ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں طاقتور لڑکے تھے، ہم نے قرآن پڑھنے سے پہلے ایمان سیکھا، پھر قرآن پڑھا جس کی وجہ سے ہمارا ایمان اور پختہ ہو گیا۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت میری عمر دس سال کی تھی اور میں محکم پڑھ چکا تھا۔ سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ ابن عباس کا قول ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں محکم کو جمع کر لیا تھا، میں نے پوچھا کہ محکم کیا ہے؟ تو بتایا کہ مفصل [4]

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہم روانہ کی جس میں کئی حضرات شامل تھے، آپ نے ہر ایک فرد سے قرآن پڑھوا کر سنا۔ اس کے بعد

فاتی علی رجل من احدثہم سنا۔ ایک آدمی کے پاس آئے جو ان میں سب سے کمسن تھا۔

اور اس سے پوچھا کہ تم نے قرآن کتنا یاد کیا ہے؟ اس نے سورتوں کا نام لیتے ہوئے کہا کہ یہ یہ

---

[1] بخاری کتاب العلم، [2] بخاری و مسلم بحوالہ ریاض الصالحین ص ۱۲۱۔ [3] تاریخ کبیر ج اقسم ا ص ۲۲۱، [4] بخاری کتاب فضائل القرآن،

اور سورۂ بقرہ، آپ نے پوچھا کہ کیا تم کو سورۂ بقرہ یاد ہے؟ اس نے اقرار کیا تو فرمایا کہ چلو تب تم اس سریہ کے امیر ہو[1]۔ مالکؓ بن حویرث بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وَنَحنُ شببَۃٌ مُتقارِبُون (ہم نوجوان تھے اور سب کی عمریں قریب قریب تھیں) ہم لوگ بیس دن تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں مقیم رہے۔

وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحیما رفیقا فظن انا قد اشتقنا اھلنا، فسألنا عن من ترکنا من اھلنا فاخبرناہ فقال ارجعوا الی اھلیکم فاقیموا فیھم وعلموھم الصلوٰۃ فلیوذن لکم احدکم ولیؤمکم اکبرکم، وصلوا کما رأیتمونی[2]	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحیم و رفیق تھے، آپ نے محسوس فرمایا کہ ہم اپنے اہل و عیال کے مشتاق ہو گئے ہیں تو ہم سے پوچھا کہ اپنے یہاں کن لوگوں کو چھوڑ کر آئے ہو؟ ہم نے بتایا تو آپ نے کہا کہ تم لوگ اپنے بال بچوں میں چلے جاؤ، اور ان میں رہکر ان کو نماز سکھاؤ، تم میں کوئی اذان دے اور جو بڑا ہے امامت کرے اور تم نے جس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اسطرح نماز پڑھو،

ایک قریشی نوجوان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ مجھے زنا کی اجازت دیں، یہ سن کر حاضرینِ مجلس نے اس کو جھڑکا اور سخت وسست کہا، آپ نے فرمایا کہ اس کو میرے پاس لاؤ، وہ آیا تو آپ نے اس سے پوچھا کہ کیا تم یہ حرکت اپنی ماں کے لئے پسند کرو گے؟ جوان نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، واللہ میں ہرگز پسند نہیں کروں گا، آپ نے فرمایا کہ اسی طرح سب لوگ اپنی ماں کے بارے میں اس فعل کو اچھا نہیں سمجھیں گے، اسی طرح آپ نے اس کی لڑکی، بہن، خالہ، پھوپھی کے بارے میں پوچھا، اور وہ شدت سے انکار کرتا رہا۔ اور آپ فرماتے رہے کہ اسی طرح سب لوگ اس کو ناپسند کرتے ہیں، پھر آپ نے اس جوان کے سینے پر ہاتھ رکھکر دعا کی۔ اَللّٰھُمَّ اغفِر ذَنبَہٗ وَطَھِّر قَلبَہٗ وحَصِّن فَرجَہٗ، نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے بعد اس نوجوان نے کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا۔[3]

بیرونی بچے اور نوجوان درسگاہِ نبویؐ میں صرف مدینہ اور اطراف کے جوان اور بچے ہی

---

[1] ترمذی بحوالہ جمع الفوائد ج ۱ ص ۱۶۸، [2] بخاری و مسلم، [3] جمع الفوائد ج ۱ ص ۲۳

نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ دور دراز مقامات اور مختلف قبائل کے طلبہ یعنی وفود کے ساتھ ان کے بچے بھی ضد کر کے بڑے شوق سے مدینہ آتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے حضرات سے قرآن اور دین کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اور ان میں سے بعض اپنے بڑوں اور بزرگوں سے زیادہ علم حاصل کر لیتے تھے،

وفد تجیب خدمتِ نبوی میں حاضری کے بعد واپس جانے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عربی اور اسلامی روایت کے مطابق ہدایا و تحائف سے نواز کر پوچھا کہ تم لوگوں میں سے کوئی شخص باقی تو نہیں رہ گیا ہے؟ ارکانِ وفد نے بتایا کہ

نعم، غلام خلفناہ علی رحالنا، ہاں ہم نے اپنی قیامگاہ پر ایک لڑکے کو
وھو أحد ثنا سنًّا، چھوڑا ہے جو ہم سب سے عمر میں چھوٹا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ اس کو ہمارے پاس بھیجدو، اس لڑکے نے آکر کہا کہ یا رسول اللہ! میں اس قبیلہ کا ایک فرد ہوں، آپ نے اس کو نوازا ہے، میری حاجت بھی پوری کریں، آپ نے پوچھا کہ تمہاری کیا حاجت ہے؟ لڑکے نے بتایا کہ میری حاجت میرے قبیلہ والوں کی حاجت کی طرح نہیں ہے، میں اپنی بستی سے صرف اس لئے آیا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دُعا کر دیں کہ میری مغفرت کرے اور مجھ پر رحم فرمائے، اور میرے دل میں بے نیازی اور استغنار پیدا کر دے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکے کے حق میں یہ دُعا کی، اَللّٰھُمَّ اغفرلہ، وارحمہٗ واجعل غناہ فی قلبہ، اس کے بعد آپ نے اس کو ہدیہ و تحفہ سے نوازا، اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ وہ شخص زندگی بھر مستغنی رہے، اور کبھی کسی سے سوال کی نوبت نہیں آئی، [1]

بنی تمیم کے وفد میں تیئس لڑکے بھی شامل تھے، جن میں سفیان بن عذیل کے لڑکے قیس بھی تھے، انھوں نے اپنے والد سے کہا کہ مجھے اجازت دیں، میں آپ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں چلوں گا۔ اس پر سفیان بن عذیل نے کہا کہ بیٹے! ہم لوگ جلدی واپس آجائیں گے،

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۲۳، وزاد المعاد ج ۳ ص ۶۱۔

ان ہی میں ایک لڑکا عمرو بن اہتم تھا، اس کو بھی ہدیہ وتحفہ سے نوازا گیا، بنو نجار کی ایک عورت کا بیان ہے کہ بلال نے اس کو ہدیہ دیا، اعطاہ یومئذٍ وھو اصغرھم خمس اواق،

وفد فزارہ کے ارکان میں خرّ بن حصن بن قیس بھی تھے۔ جن کے بارے میں تصریح ہے کہ وھو اصغرھم وہ ارکان وفد میں سب سے چھوٹے تھے۔[1]

وفد بنی بکار میں ایک بزرگ معاویہ بن ثور بن عبادہ بھی تھے، ان کی عمر سو سال کی تھی، ان کے ساتھ ان کا لڑکا بشر بھی تھا، معاویہ بن ثور نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ

انی اتبرک بمسك وقد کبرت وابنی ھذا ابرّ بی فامسح وجھہ،	میں آپ کو چھو کر برکت حاصل کروں گا میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور میرا یہ لڑکا میرے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے آپ اسکے چہرے پر ہاتھ پھیر دیں۔

اس گذارش پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بشر بن معاویہ کے چہرے پر دست مبارک پھیرا،[2]

وفد ثقیف میں عثمان بن ابو العاص ثقفی سب سے کم عمر تھے، ارکانِ وفد ان کو اپنی قیامگاہ پر سامان کی حفاظت کے لئے چھوڑ کر خدمتِ نبویؐ میں حاضر ہوتے تھے، اور جب دوپہر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں سے واپس آکر سو جاتے تو عثمان بن ابو العاص چپکے سے ان سے چھپ چھپا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر دین کی باتیں معلوم کرتے اور آپ سے قرآن پڑھتے اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنکر کئی سورتیں یاد کرلیں۔ اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آرام فرماتے ہوئے دیکھتے تو حضرت ابوبکر اور حضرت اُبَی بن کعب کے پاس جاکر دینی باتیں معلوم کرتے اور ان سے قرآن پڑھتے تھے، ان کے اس دینی وعلمی شوق اور محنت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور ان سے اظہار محبت فرماکر ان ہی کو اہل طائف کا امیر بنایا حالانکہ وہ ان لوگوں میں سب سے چھوٹے تھے،[3] اس سلسلہ میں ایک بچے کا واقعہ قابلِ ذکر ہے، ابو زید عمرو بن سلمہ جرمی اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ہم چند لڑکے ایک چشمہ کے

---

[1] طبقات ابن سعد ج ا ص ۲۹۵-۲۹۰ [2] طبقات ابن سعد ج ا ص ۳۰۳ [3] طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۵۰۸

پاس کھیلا کرتے تھے جو عام گذرگاہ تھا اور ہم لوگ ادھر سے گذرنے والوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے بارے میں پوچھا کرتے تھے، اور وہ بتاتے تھے کہ ایک شخص کہتا ہے کہ وہ نبی ہے، اس کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے، اور یہ یہ وحی اس پر اترتی ہے اور میں جو آیتیں سنتا تھا یاد کر لیتا تھا اور وہ میرے دل پر نقش ہو جاتی تھیں، اس طرح میں نے بہت سا قرآن اپنے سینے میں جمع کر لیا اس کے بعد میرے والد اپنے قبیلہ کے مسلمانوں کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے اور کچھ دن وہاں ٹھہر کر، واپسی پر ہم نے ان کا استقبال کیا، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت بیان کی اور آپ نے کہا ہے کہ تم میں جو شخص بڑا ہو نماز پڑھائے، ہمارے قبیلہ والوں نے امامت کے بارے میں غور کیا تو مجھ سے زیادہ کوئی شخص قرآن کا حافظ نہیں نکلا، کیونکہ میں آنے والے سواروں سے قرآن سنکر یاد کرتا تھا، اس لئے مجھکو امام بنایا، اس وقت میری عمر چھ سال کی تھی، سجدے میں جاتا تو کپڑا اٹھ کر میرے اوپر آ جاتا اور سرین کھل جاتی تھی، یہ دیکھ کر لوگوں نے میرے لئے قمیص بنا دی جس سے مجھ کو بہت زیادہ خوشی ہوئی،[1]

سن رسیدہ اور عمر دراز

درسگاہ نبوی کے عام طلبہ سن رسیدہ ہوتے تھے اور انھوں نے بڑی عمر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم پائی۔ امام بخاری نے تصریح کی ہے وقد تعلم اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی کبر سنہم[2] ان میں انتہائی عمر دراز بھی ہوتے تھے جن کے قویٰ جواب دے چکے ہوتے تھے، ایسے سن رسیدہ اور بوڑھے حضرات مجلس نبوی میں اپنی معذوری و مجبوری بیان کر کے دین کی تعلیم حاصل کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی شیخوخت کا لحاظ فرماتے ہوئے ان کے مناسب حال تعلیم دیتے تھے، وفد بکار میں حضرت معاویہ بن ثور سو سال کے تھے، اور اپنے بچے بشر کو لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تھے، اور خیر و برکت لیکر واپس ہوئے، قبیصہ بن مخارق کا بیان

---

[1] طبقات ج ۱ ص ۳۳۶، [2] بخاری، کتاب العلم، باب الاغتباط فی العلم والحکمۃ ج ۱ ص ۱۶،

ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپؐ نے آنے کا سبب دریافت فرمایا تو میں نے کہا

کبرسنی، ورق عظمی، فأتیتك لتعلمنی ماینفعنی اللہ بہ، — میرا سن زیادہ ہوچکا ہے، ہڈی کمزور ہوچکی ہے میں اس حال میں آپ کے پاس آیا ہوں تاکہ مجھے ایسی بات بتادیں جس سے اللہ تعالیٰ مجھ کو نفع دے،

آپ نے فرمایا اے قبیصہ! اگر تم صبح کو تین بار سبحان اللہ العظیم وبحمدہٖ کہو گے تو تم جس حجر، شجر اور مدر کے پاس سے گذرو گے سب تمہارے لئے استغفار کریں گے، اور تم اندھے پن، جذام اور فالج سے محفوظ رہو گے، نیز تم یہ دُعا پڑھتے رہو۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِمَّا عِنْدَكَ وَافِضْ عَلَیَّ مِنْ فَضْلِكَ، وَانْشُرْ عَلَیَّ مِنْ رَّحْمَتِكَ، وَاَنْزِلْ عَلَیَّ مِنْ بَرَکَاتِكَ، [1]

ابو ریحانہؓ شمعون ازدی کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے قرآن پڑھنے میں مشقت ہوتی ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ تم کثرت سے نماز پڑھا کرو، [2]

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر کہا یارسول اللہ! مجھے پڑھائیے، آپؐ نے کہا کہ تم ذوات الراء کی تین سورتیں پڑھ لو، اس نے کہا کہ

کبرسنی، واشتد قلبی، وغلظ لسانی۔ — میرا سن زیادہ ہوچکا ہے، دل سخت ہوگیا ہے اور زبان موٹی ہوگئی ہے۔

یہ سن کر آپ نے فرمایا اچھا تم ذوات حم کی تین سورتیں پڑھ لو، اس نے اس پر بھی وہی جواب دیا، تو آپ نے کہا کہ تم ذات السبحات کی تین سورتیں پڑھ لو، اس نے اپنی بات دہراتے ہوئے کہا کہ اقرئنی سورۃ جامعۃ۔ آپؐ مجھے ایک جامع سورت پڑھادیں، اس پر آپؐ نے ان کو سورہ اِذَا زُلْزِلَتْ پڑھائی، اس کو پڑھکر انھوں نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے

[1] جمع الفوائد ج ۱ ص۳۸، [2] اصابہ ج ۳ ص۲۱۳،

آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں اس سے زیادہ کبھی نہیں پڑھوں گا، اس کی یہ بات سن کر آپ نے دوبارہ فرمایا۔ أَفلحَ الرجل، [1]

اہل عجم مجلس نبوی میں عجمی طلبہ بھی شریک ہوتے تھے اور اپنی استعداد و صلاحیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے مستفیض ہوتے تھے، عہد رسالت میں فارسی، رومی، حبشی، ہندی عرب کے مختلف علاقوں میں رہتے تھے، جن میں اہل فارس کی غالب اکثریت تھی، عراق، عمان، بحرین، یمن اور سواحلی مقامات میں فارسی النسل بہت زیادہ تھے، اوران علاقوں کے حکمراں شاہانِ فارس کے زیر اثر تھے، عربوں کی فارس میں فارسیوں کی عرب میں آمدورفت جاری تھی، اس لئے فارسی کا استعمال عرب میں زیادہ تھا، ان کو ابنائے فارس اور ابنار (ابن کی جمع) کہا جاتا تھا، بعثتِ نبوی کے بعد عرب کے باشندوں کی طرح یہاں عجمی باشندے بھی مسلمان ہوئے خاص طور سے یمن کے کسرائی حاکم حضرت باذان کے اسلام لانے کے بعد بہت سے ابنائے فارس مسلمان ہو گئے۔ باذان نے خدمتِ نبوی میں اپنا نمایندہ بھیجا، وفد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ہمارا شمار کن لوگوں میں ہوگا تو آپ نے فرمایا۔

أنتم منا والینا أهل البیتِ [2] تم لوگ ہمارے اہل بیت سے ہو۔

ان ہی ابنائے فارس میں حضرت یحنس بھی تھے، جنھوں نے خدمتِ نبوی میں آکر اسلام قبول کیا، اور واپس جاکر ابنار کو دعوتِ اسلام دی اور نعمان بن بزرج (بزرگ) کی صاحبزادیاں اور فیروز دیلمی مسلمان ہوئے، نیز حضرت سلمان فارسی کے اسلام لانے کا اثر اہل فارس پر یہ ہوا کہ وہ اپنے سابق مذہبی پیشوا کی اتباع میں اسلام کی طرف راغب ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان کے بارے میں فرمایا تھا کہ سلمان ہمارے اہل بیت میں سے ہیں۔

ابو سعید خدری کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے یأتیکم رجالٌ من قبل المشرق یتعلمون فاذا جاؤکم فاستوصوا بهم خیرًا (تمہارے پاس مشرق

---

[1] ابوداؤد، وجمع الفوائد ج ۱ ص ۲۷ [2] سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۶۹،

کی طرف سے لوگ علم حاصل کرنے آئیں گے، جب وہ آئیں گے تو تم لوگ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا (سنن ترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی الاستیصاء بمن یطلب العلم) ج ۲ ص) اس حدیث میں فارس کی طرف اشارہ ہے۔

مدینہ کے انصار میں فارسی موالی و ممالیک تھے، عقبہ یا ابو عقبہ فارسی مولی جبر بن عتیک انصاری نے غزوۂ احد میں ایک مشرک کو قتل کر کے بہادرانہ انداز میں کہا "انا الغلام الفارسی" اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے "انا الانصاری" کیوں نہیں کہا؟ قوم کا مولی قوم میں شمار ہوتا ہے رشید فارسی قبیلہ انصار کے بنی معاویہ کے مولی و مملوک تھے، بعض لوگوں نے مذکورہ بالا واقعہ ان ہی سے منسوب کیا ہے۔[1]

ان ہی باتوں کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل فارس سے ایک خاص قسم کا تعلق تھا، علامہ ابن اثیر نے طلحہ انصاری کے تذکرہ میں ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مقولہ نقل کیا ہے۔

إنّ أسعد العجم بالإسلام أهل فارس[2] اسلام قبول کر کے سب سے زیادہ سعادتمند اہل فارس ہیں۔

اور اہل فارس کے دینی و علمی مقام و مرتبہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشین گوئی فرمائی ہے۔

لو كان العلم معلقا بالثريا لناله رجل من أبناء فارس — اگر علم ثریا پر معلق ہوگا تو اہل فارس میں سے ایک شخص اس کو پالے گا،

بعض روایات میں العلم کے بجائے الایمان، اور رجل کے بجائے رجال ہے۔

اہل عجم عربی زبان اچھی طرح نہ سمجھنے کے ساتھ عربی لب و لہجہ، مخارج میں معذور تھے، اس لئے ابتدا میں قرآن پڑھنے میں ان کو دشواری پیش آتی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو معذور قرار دیکر اپنے انداز میں پڑھنے کی اجازت دیدی تھی، بلکہ تشجیع فرمائی تھی، حضرت جابرؓ

---

[1] اصابہ ج ۴ ص ۲۵۴ و ج ۲ ص ۳۰۸، [2] اُسد الغابہ ج ۳ ص ۵۶،

کا بیان ہے

خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونحن نقرء القرآن، وفینا أعرابی والعجمی، فقال اقرءوا فکل حسن، وسیجیئ اقوام یقیمونہ کما یقام القدح یتعجلونہ، ولا یتأجلونہ [1]

ہم لوگ قرآن پڑھ رہے تھے اسی حال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے ہم میں بدوی اور عجمی بھی تھے آپ نے فرمایا کہ تم لوگ پڑھو سب خوب پڑھتے ہو، بعد میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو قرآن کو یوں اچھی طرح پڑھیں گے جیسے تیر سیدھا کیا جاتا ہے، وہ سرعت سے پڑھیں گے، ٹھہر ٹھہر کر نہیں پڑھیں گے۔

✿ ✿ ✿ ✿ ✿ ✿

امام بخاریؒ نے کتاب الجہاد والسیر میں "باب من تکلم بالفارسیۃ والرطانۃ" (جس نے فارسی اور عجمی زبان میں بات کی) کے ذیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لفظ خندق استعمال کرنے کا ذکر کیا ہے، جو فارسی کے لفظ کندہ کا معرب ہے۔ اس کے علاوہ فارسی زبان کے بعض دوسرے الفاظ بھی آپ نے استعمال فرمائے ہیں۔ اور ایک مجہول و منکر سی روایت یہ ہے کہ اہل فارس نے حضرت سلمان فارسی کو لکھا کہ آپ ہمارے سورہ فاتحہ کا ترجمہ فارسی زبان میں کر دیں، تو انھوں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا ترجمہ "بنام یزداں بخشایندہ" کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا، اور اہل فارس... اس کو نماز میں پڑھتے رہے یہاں تک کہ ان کی زبان میں نرمی پیدا ہو گئی، [2] اہل فارس کے علاوہ حبشی اچھی خاصی تعداد میں عرب میں آباد تھے، ان سے مسلمانوں کے تعلقات تھے، صحابہ نے دو مرتبہ ان کے ملک حبشہ کی طرف ہجرت کی اور وہاں کے بادشاہ نے اسلام قبول کر کے مسلمانوں اور دین کی خدمت کی تھی، اور فارسی زبان کے بعد حبشی زبان سے مسلمان زیادہ واقف تھے، حضرت سلمان فارسی کو اہل فارس میں جو دینی سعادت حاصل تھی وہی حضرت بلال حبشی کو اہل حبش میں حاصل تھی، اس کے بعد رومیوں کی آبادی تھی، اہل مکہ کے ان سے قدیم تجارتی تعلقات تھے۔ ان سب عجمیوں کے خوش بخت افراد نے اسلام قبول کیا،

---

[1] ابو داؤد، جمع الفوائد ج ۲ ص ۲۸، [2] مناہل العرفان فی علوم القرآن ج ۲ ص ۵۵،

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور رویت و روایت سے حصہ پایا۔

صحابیات و مستورات

صحابیات کے مناسب حال ان کی تعلیم کا باقاعدہ انتظام تھا وہ درسگاہِ نبوی میں مردوں کے ساتھ حاضر نہیں ہوتی تھیں مگر مختلف طریقوں سے تعلیم حاصل کرتی تھیں، ان کے خصوصی اجتماع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لیجاکر تعلیم و تلقین اور وعظ فرمایا کرتے تھے، امہات المؤمنین خصوصاً حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسائل معلوم کرتی تھیں، مجلسِ نبوی میں حاضر باش صحابہ اپنی بیویوں اور عورتوں کو احادیث سناتے تھے۔ سن رسیدہ اور رشتہ کی عورتیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست دینی باتیں معلوم کرتی تھیں۔ مختلف طریقوں سے دینی تعلیم سے اپنا حصہ لیتی تھیں، اور اس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنا وفد بھیج کر تقاضا کرتی تھیں۔

صحیح بخاری میں حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے

قالت النساءُ للنبی صلی اللہ علیہ سلم غلبنا علیك الرجال، فاجعل لنا یومًا من نفسك، فوعدهنّ یومًا لقیهنّ فیه فوعظهن وأمرهنّ، قال لهنّ ما منكن امرأة تقدّم ثلاثة من ولدها الّا كان لها حجابًا من النّار، فقالت امرأة واثنین، فقال واثنین [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عورتوں نے کہا کہ آپ کی تعلیم و تربیت کے بارے میں مرد ہم پر غالب ہیں اس لئے آپ اپنی طرف سے ایک دن ہمارے لئے مقرر کردیں آپنے ان سے ایک دن کا وعدہ فرمالیا جس میں ان کو وعظ اور احکام سناتے، آپنے ان سے کہا کہ تم میں سے جس عورت کے تین بچے فوت ہوگئے ہوں وہ اپنی ماں کیلئے نارِ جہنم سے پردہ ہوں گے اس پر ایک عورت نے کہا کہ اور جس عورت کے دو بچے فوت ہوں؟ آپ نے فرمایا کہ دو بچے بھی۔

❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊

حضرت اسماء بنت یزید بن انصاریہ اشہلیہ رضی اللہ عنہا نہایت عقلمند دیندار صحابیہ ہیں، ان کو صحابیات نے اپنا نمایندہ بناکر خدمتِ نبوی میں بھیجا، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

[1] بخاری، کتاب العلم، باب ہل یجعل للنساء یومًا علی حدة فی العلم صـ۲۰ ج ۱،

میں حاضر ہو کر کہا کہ میں مسلمانوں کی بیویوں کی طرف سے نمایندہ و فرستادہ بن کر حاضر ہوئی ہوں، وہ کہتی ہیں اور میں بھی کہتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مردوں اور عورتوں کی طرف مبعوث کیا ہے. ہم عورتیں آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی اتباع کی، ہم پردہ نشین گھروں میں رہنے والی مردوں کی خواہش کا مرجع، ان کی اولاد کی پرورش کرنے والی ہیں، اور مرد نماز باجماعت جنازہ اور جہاد میں شرکت کی وجہ سے فضیلت اور ثواب کے مستحق ہوتے ہیں، وہ جب جہاد میں نکلتے ہیں تو ہم ان کے مال کی حفاظت اور ان کی اولاد کی پرورش کرتی ہیں، یا رسول اللہ! کیا ہم اس حالت میں اجر و ثواب میں مردوں کی شریک ہو سکتی ہیں؟۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسماء بنت یزیدؓ کی یہ تقریر دلپذیر سُنکر صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے پوچھا کہ زینب بنت یزید سے پہلے تم لوگوں نے دین کے بارے میں اس سے بہتر سوال کسی عورت سے سُنا تھا؟ صحابہ نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! اس سے پہلے ایسا سوال ہم نے نہیں سنا تھا، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت یزیدؓ سے فرمایا کہ اسماء آجاؤ، اور ان عورتوں کو بتا دو کہ

ان حسن تبعل احدا کن لزوجها و طلبها لمرضاته واتباعها لموافقته يعدل كل ما ذكرت للرجال۔	تم میں سے کسی کا اپنے شوہر کے ساتھ حسن سلوک، اس کی مرضی کی جستجو اور اس کے مزاج کے مطابق اتباع ان تمام باتوں کے برابر ہے جن کا ذکر تم نے مردوں کے بارے میں کیا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ باتیں سن کر زینب بنت یزید خوش خوش تہلیل و تکبیر کرتی ہوئی واپس گئیں اور ان عورتوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سنا دیا[۱]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مختلف اوقات میں وعظ و تلقین کے ذریعہ عورتوں کو تعلیم دیتے تھے. ایک مرتبہ آپ حضرت بلال کو لیکر عورتوں کے مجمع میں تشریف لے گئے اور ان کو وعظ سنا کر صدقہ کرنے کا حکم دیا تو ہر عورت جھومکا اور انگوٹھی اتار کر دینے لگی اور بلال ان کو اپنے دامن

---

[۱] الاستیعاب ج ۲ ص ۷۲۶،

میں رکھنے لگے۔[1]

حضرت عائشہؓ کو جس بات میں تردد ہوتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے بارے میں مراجعت کر کے مطمئن ہوتی تھیں، یہی حال دوسری صحابیات کا تھا،

صحابہ کی طرح صحابیات میں بھی محدثہ، فقیہہ، عالمہ، فاضلہ، مفتیہ، کاتبہ تھیں، حضرت عائشہ فقیہۃ الامت تھیں، حضرت ام سلمہ بھی فقیہہ و مفتیہ تھیں، حضرت زینب بنت ابو سلمہ حضرت ام سلمہ کی لڑکی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پروردہ تھیں، تابعی ابو رافع کہتے ہیں کہ میں مدینہ میں کسی عورت کو فقیہ سمجھتا ہوں تو زینب بنت ابو سلمہ کو سمجھتا ہوں ان کے بارے میں لکھا ہے کہ

كانت من أفقه نساء أهل زمانها	وہ اپنے زمانہ کی عورتوں میں سب سے زیادہ فقیہ تھیں[2]

حضرت ام الدرداء کبریٰ عاقلہ، فاضلہ، عابدہ، فقیہہ واسعۃ العلم صحابیہ تھیں[3]

حضرت سعدہ بنت قمامہ نماز میں عورتوں کی امامت کرتی تھیں۔ ان کے درمیان کھڑی ہوتی تھیں، حضرت سمراء بنت نہیک اسدیہ کے تذکرہ میں لکھا ہے۔

عمرت وكانت تمر في الأسواق وتأمر بالمعروف، وتنهى عن المنكر وتضرب الناس بسوط كان معها،[4]	انھوں نے بڑی عمر پائی تھی، بازاروں میں جا کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتی تھیں او اپنے کوڑے سے لوگوں کو مارتی تھیں۔

بہت سی صحابیات لکھنا پڑھنا جانتی تھیں، حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ صرف پڑھنا جانتی تھیں اور حضرت حفصہ لکھنا پڑھنا دونوں جانتی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت شفاء بنت عبداللہ عدویہ سے فرمایا کہ تم نے جس طرح حفصہ کو نملہ (پھوڑے) کا رقیہ سکھایا ہے، کتابت یعنی لکھنا سکھا دو، حضرت شفاء لکھنا جانتی تھیں، حضرت ام کلثوم بنت عقبہ اور حضرت کریمہ بنت مقداد لکھتی تھیں۔[5]

---

[1] بخاری ج ۱ ص ۲۰، [2] الاستیعاب ج ۲ ص ۷۵۶، و تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۴۲۳، [3] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۴۷
[4] الاستیعاب ج ۲ ص ۷۶۶، ص ۷۶۱، [5] فتوح البلدان ص ۴۵۸،

ان صحابیات نے صحابہ کی طرح اپنا حلقۂ درس قائم نہیں کیا مگر ان سے احادیث کی روایت کی گئی ہے، اور صحابہ و تابعین حسب حیثیت براہ راست یا کسی رشتہ دار کے ذریعہ ان سے احادیث اور فتاوے معلوم کرتے تھے۔

طریقۂ تعلیم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ان تمام حاضرین مجلس کو اس طرح تعلیم دیتے تھے کہ عالم، جاہل، شہری، بدوی، عربی، عجمی، بوڑھے، بچے، جوان پوری طرح فیض اٹھاتے تھے، اور آپ کی ہر بات سب کے دل میں اتر جاتی تھی، حضرت انسؓ کا بیان ہے

إنه كان إذا تكلم بكلمة أعادها ثلاثا حتى تفهم عنه، وإذا أتى على قوم فسلم عليهم ثلاثا[1]

جب آپ کوئی بات کہتے تھے تو تین بار کہتے تھے تاکہ سمجھ لی جائے۔ اور جب کسی جماعت کے پاس جاتے تو ان کو تین بار سلام کرتے تھے۔

ایک روایت میں اسی کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

انّ النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا حدّث حديثا اعاده ثلاث مرّات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی حدیث بیان کرتے تو اس کو تین مرتبہ کہتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہ حضرت عائشہؓ کے حجرہ کے قریب حدیث بیان کر رہے تھے، حضرت عائشہ نماز پڑھ رہی تھیں، حضرت ابوہریرہؓ اپنی مجلس ختم کر کے چلے گئے۔ حضرت عائشہؓ نے نماز سے فارغ ہو کر عروہ بن زبیر سے بیان کیا کہ ابوہریرہ مل جاتے تو میں ان کے جلدی جلدی حدیث بیان کرنے پر نکیر کرتی۔ اس کے بعد کہا کہ

انّ رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن يسرد الحديث سردكم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم لوگوں کی طرح حدیث جلد جلد اور مسلسل بیان نہیں فرماتے تھے۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے یوں بیان کیا۔

ان كان رسول الله صلى الله عليه وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح

---

[1] بخاری، کتاب العلم، باب من اعاد الحدیث ثلاثا لیفہم عنہ،

يحدث الحديث لو شاء العادّ ان يحصيه أحصاه. [1] — حدیث بیان کرتے تھے کہ اگر شمار کرنے والا چاہتا تو شمار کر لیتا،

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجلسِ درس میں ہر جملہ تین بار کہتے تھے اور ٹھہر ٹھہر کر یوں کہتے تھے کہ سننے والوں کے دل میں بات بیٹھ جائے، یاد کرنے والے یاد کریں اور لکھنے والے لکھ لیں۔ نرم کلامی، شیریں بیانی اور اندازِ تعلیم کا حال یہ تھا کہ حدیث الاسلام بدوی آپ پر قربان ہو جاتے تھے، حضرت معاویہ بن حکم کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت میں نماز پڑھ رہا تھا، مجھ سے خلافِ نماز ایک حرکت ہوئی جس پر مصلی بگڑ گئے، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے مجھے نہایت نرمی سے سمجھایا۔

فبابي هو وامي، ما رأيتُ معلما قبله ولا بعده احسن تعليما منه، فوالله ما كهرني ولا ضربني، ولا شتمني، قال ان هذه الصلوٰة لا يصلح فيها من كلام الناس، انما هي التسبيح، والتكبير، وقراءة القرآن او كما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم [2]

میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ سے بہتر معلم نہیں دیکھا، خدا کی قسم نہ مجھے جھڑکا، نہ مارا، اور نہ ہی سخت سست کہا بلکہ کہا کہ نماز میں انسانی کلام اچھا نہیں ہے۔ اس میں تو صرف تسبیح، تکبیر اور قرآن پڑھنا ہے۔

قبیلہ سعد بن بکر کے حضرت ضمام بن ثعلبہ نے مجلسِ نبوی میں آ کر کہا۔

إنّي سائلك فمشدّدٌ عليك في المسئلة فلا تجد عليّ في نفسك،

میں آپ سے سوال کروں گا اور سوال میں شدت کروں گا، اس لئے آپ دل ہی دل میں مجھ سے خفا نہ ہوں۔

❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بات سن کر فرمایا۔ سَل عمّا بدا لك تم جو چاہو سوال کرو، [3]۔ ایک اعرابی نے آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ! جنت میں

---

[1] سنن ابو داؤد، کتاب العلم، باب فی سرد الحدیث ج ۲ ص ۱۵۸، [2] مسلم، [3]
[3] بخاری، کتاب العلم، باب القراءۃ والعرض علی المحدث،

اپنے کپڑوں کو ہم اپنے ہاتھ سے بنیں گے؟ یہ سن کر حاضرین مجلس ہنسنے لگے، آپ نے ان سے فرمایا۔ مم تضحکون؟ من جاهل یسأل عالمًا

اس بھولے بھالے بدوی سے نہایت شفقت کے ساتھ کہا۔

لا، یا أعرابی، ولکنّها تشقق عنها ثمار الجنّة، [1] نہیں، اے اعرابی! بلکہ جنّت کے پھل پھٹ جائیں گے اور ان میں سے کپڑے نکلیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہم تعلیمات کے لئے خاص طور سے صحابہ کو تاکید کرتے تھے اور خود بھی اہتمام فرماتے تھے، حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کو یہ دُعا قرآن کی سورہ کی طرح سکھاتے تھے۔ اللّٰھم اعوذ بك من عذاب جھنّم، واعوذ بك من عذاب القبر، واعوذ بك من فتنة المسیح الدّجال، واعوذ بك من فتنة المحیا والممات واعوذ بك من فتنة القبر،

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو قرآن کی سورہ کی طرح استخارہ کی تعلیم دیتے، اور قرآن کی سورہ کی طرح تشہّد کی تعلیم دیتے تھے۔

سوال جواب اور افہام و تفہیم

حاضرین مجلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دینی امور کے بارے میں سوالات کرتے تھے اور ان کے جوابات دیتے تھے۔ حضرت مقداد بن اسود کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے ایک بات آپ سے سنی ہے جس کے بارے میں تردّد ہے۔ آپ نے فرمایا۔

اذا شكّ احدکم فی الامر فلیسئلنی عنه جب تم میں سے کوئی کسی بات میں شک کرے تو مجھ سے پوچھے۔

اس کے بعد مقداد بن اسود نے اپنا شک بیان کیا اور آپ نے ان کو تسلّی بخش جواب دیا [2]

ایک مرتبہ صحابہ نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! سب سے زیادہ محترم و مکرم کون شخص ہے؟ آپ نے فرمایا جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ہمارا مطلب یہ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا سب سے محترم یوسف بن نبی اللہ

---

[1] الفقیہ والمتفقہ ج ۲ ص ۱۳۷، [2] جمع الفوائد ج ۱ ص ۴۸،

بن خلیل اللہ ہیں، صحابہ نے عرض کیا، یہ بھی ہمارا مطلب نہیں ہے، آپ نے فرمایا کہ تب تم لوگ مجھ سے معادنِ عرب (اعیان واشراف) کے بارے میں سوال کر رہے ہو؟ خیارھم فی الجاھلیۃ خیارھم فی الاسلام اذا فقھوا وعلموا احکام الشرع یعنی جو لوگ زمانۂ جاہلیت میں اچھے تھے وہ اسلام قبول کرنے کے بعد بھی اچھے ہیں جب کہ وہ تفقہ فی الدین حاصل کریں اور شریعت کے احکام سیکھیں۔ [1]

ایک مرتبہ حضرت ابوذر غفاریؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ سب سے بہتر عمل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ایمان باللہ اور جہاد فی سبیل اللہ، پھر ابوذرؓ نے پوچھا کہ کیسا غلام آزاد کرنا بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا جو اپنے آقا کے نزدیک محبوب اور گراں قیمت ہو، ابوذرؓ نے کہا کہ اگر میں ان میں سے کسی عمل کی استطاعت نہ رکھوں؟ آپ نے فرمایا تم کسی بیکس کی مدد کرو، یا کسی نوآموز کا کام کرو، ابوذر نے کہا کہ میں یہ بھی نہ کرسکوں؟ آپ نے فرمایا تم اپنے شر سے لوگوں کو محفوظ رکھو، یہ ایسا صدقہ ہے جو تم خود اپنے اوپر کروگے۔ [2]

حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اللہ کے نزدیک کون سا عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وقت پر نماز پڑھنا، میں نے کہا کہ اس کے بعد؟ آپ نے فرمایا والدین کے ساتھ حسن سلوک، میں نے کہا اس کے بعد؟ آپ نے فرمایا کہ جہاد فی سبیل اللہ۔ [3]

حضرت سفیان بن عبداللہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ مجھے ایسا عمل بتادیں جو اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب ہے؟ اور پھر اس کے بارے میں آپ کے علاوہ کسی اور سے نہ پوچھوں، آپ نے فرمایا کہ تم اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ کہو اور اسی عقیدہ پر اٹل رہو تم استقم [4] ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلس میں تین بار فرمایا۔ واللہ لا یؤمن (واللہ وہ مومن نہیں ہوگا) صحابہ نے پوچھا وہ کون ہے یارسول اللہ! آپ نے بتایا کہ جس آدمی کے

---

[1] بخاری ومسلم، [2] بخاری ومسلم، [3] بخاری ومسلم، [4] مسلم شریف

شر و فساد سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو، [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس درس میں غیر ضروری اور بیجا باتوں سے منع فرماتے تھے بلکہ بعض اوقات نازیبا سوال پر خفا بھی ہو جاتے تھے، صحابہ کرام سے فرمایا کرتے تھے کہ میں جن باتوں کو بیان نہ کروں تم لوگ ان کے بارے میں مجھ سے سوال نہ کرو، تم سے پہلی قومیں سوالات کی کثرت اور اپنے انبیاء کے بارے میں اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہو چکی ہیں۔ میں جس بات سے روکوں تم ترک جاؤ اور جس بات کا حکم دوں، حسبِ استطاعت اس پر عمل کرو،

ایک مرتبہ رسول اللہ علیہ وسلم سے ایسی باتیں معلوم کی گئیں جن کو آپ ناپسند کرتے تھے۔ پوچھنے والے صورتِ حال نہ سمجھ سکے اور سوالات کرتے رہے، آپ نے کہا کہ تم لوگوں کو جو کچھ پوچھنا ہو مجھ سے پوچھو، اس پر ایک شخص نے کہا کہ میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا تمہارا باپ حذیفہ ہے، دوسرے نے کہا کہ میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تمہارا باپ سالم مولی شیبہ ہے مجلس میں حضرت عمر موجود تھے، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر ناگواری کے آثار دیکھکر سب کی طرف سے آپ سے معذرت کی اور کہا یا رسول اللہ ہم توبہ کرتے ہیں، [2] بعض اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاضرینِ مجلس سے خود سوال فرمایا کرتے تھے، صحابہ آپ کے سوال پر عام طور سے اللہ ورسولہٗ اعلم کہتے تھے، پھر آپ خود ہی جواب دیکر ان کو تعلیم دیتے تھے، حضرات صحابہ کے تسلیم و رضا کا یہ حال تھا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے صحابہ سے دریافت فرمایا کہ ای شہر ھذا (یہ کون سا مہینہ ہے) صحابہ نے کہا اللہ ورسولہٗ اعلم، اسی طرح آپ نے مزید سوالات کئے اور صحابۂ کرام یہی کہتے رہے، ان کا بیان ہے کہ ہم سمجھ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے نام بدل دیں گے اور آج سے وہ دوسرے نام سے موسوم ہوں گے۔

عمران بن حصین کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے پوچھا کہ زنا، شراب اور چوری کے بارے میں تم لوگ کیا کہتے ہو؟ ہم نے کہا اللہ ورسولہٗ اعلم، آپ نے فرمایا کہ یہ سب فواحش

---

[1] بخاری ومسلم، [2] بخاری، کتاب العلم، باب الغضب فی الموعظۃ والتعلیم اذا رأی ما یکرہ،

ہیں، ان میں عقوبت ہے، پھر کہا کہ کیا میں تم کو سب سے بڑا گناہ نہ بتاؤں؟ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک، والدین کی نافرمانی اور ان سے بے تعلقی، پھر سنبھل کر فرمایا اور جھوٹ بولنا۔ [1]

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے سوال کیا کہ تم لوگوں میں سے کس کو اپنے ذاتی مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال پسند ہے؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم سب کو اپنا مال محبوب ہے، آپ نے فرمایا جس شخص نے اپنا مال آگے بڑھایا (صدقات و خیرات کیا) وہی اس کا مال ہے، اور جو مال چھوڑا وہ وارث کا مال ہے۔ [2]

عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلقہ نشین صحابہ سے سوال کیا کہ وہ کون سا درخت ہے جس کے پتے نہیں جھڑتے ہیں، اور وہ مسلمان کے مانند ہے؟ حاضرینِ مجلس یہ سوال سنکر جنگلی درختوں میں اس کی جستجو کرنے لگے، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہی بتایئے حالانکہ میرے دل میں آیا کہ یہ کھجور کا درخت ہے مگر نوعمری کی وجہ سے میں نے نہیں بتایا، اور آپ نے بتایا کہ یہ کھجور کا درخت ہے۔ [3]

آنیوالوں کے سوال و جواب کے ذریعہ تعلیم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دینی باتوں کے بارے میں سوال کی عام اجازت تھی اور آپ ان کا جواب دیا کرتے تھے، بلکہ بعض اوقات خود صحابہؓ سے سوال کر کے جواب دیتے تھے، اس کے باوجود حاضرینِ مجلس کثرت سے سوال سے بچتے تھے اور انتظار کرتے تھے کہ کوئی اعرابی آکر سوال کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جواب سنیں، حضرت طلحہ بن عبیداللہ نے غزوۂ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جاں نثاری کا ثبوت دیا تھا، اور آپ نے ان کے بارے میں فرمایا تھا کہ انھوں نے اپنے اوپر جنت واجب کرلی، اس بات کی تحقیق و تصدیق کے لئے صحابہ نے ایک جاہل اعرابی کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرایا، اور آپ نے اس کا جواب دیا، سنن ترمذی میں ہے۔

---

[1] الادب المفرد، باب عقوبۃ عقوق الوالدین، [2] بخاری شریف، [3] بخاری، کتاب العلم،

إن أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم قالوا لاعرابي جاهل سله عمن قضى نحبه من هو؟ وكانوا لا يجترؤن على مسئلته، يوقرونه ويهابونه، فسأله الاعرابي، له

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے ایک جاہل اعرابی سے کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی حاجت پوری کرنے والے کے بارے میں پوچھو کہ وہ کون شخص ہے، صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے کی جرأت نہیں کرتے تھے، آپ کی تعظیم کرتے تھے اور ہیبت زدہ رہتے تھے چنانچہ اعرابی نے پوچھا

٭ ٭ ٭ ٭ ٭

اس سلسلہ میں سب سے اہم حدیثِ جبرئیل ہے، حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ ایک دن ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک گورا چٹا آدمی آیا، اس کے کپڑے نہایت سفید، بال نہایت سیاہ تھے، نہ اس پر سفر کی کوئی علامت تھی اور نہ ہم میں سے کوئی اس کو پہچانتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنے سے اپنا گھٹنا ملا کر اور آپ کی ران پر اپنا ہاتھ رکھ کر، اسلام، ایمان اور احسان کے بارے میں سوال کرتا رہا اور آپ کے جواب پر صدقت (آپ نے سچ کہا) کہتا رہا، اور ہم لوگ تعجب کرتے رہے کہ خود ہی سوال کرتا ہے اور خود ہی جواب کی تصدیق کرتا ہے پھر اس نے قیامت اور علاماتِ قیامت کے بارے میں سوال کیا، اور آپ نے جواب دیا، اس کے بعد وہ شخص چلا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ تم جانتے ہو سائل کون تھا؟ حضرت عمرؓ نے کہا اللہ و رسولہ اعلم، آپ نے بتایا کہ

فانه جبريل اتاكم يعلمكم دينكم له — یہ جبرئیل تھے، تم لوگوں کو دین سکھانے آئے تھے

اسامہؓ بن شریک بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ... مجلس میں موجود تھا، دیکھا کہ اطراف و جوانب سے بہت سے بدوی اور اعرابی آئے، تمام حاضرینِ مجلس ان کو دیکھ کر خاموش ہو گئے، اور وہی لوگ بات کرتے رہے، انھوں نے کہا یا رسول اللہ! فلاں فلاں باتوں میں کیا حرج ہے؟ حالانکہ ان میں کوئی حرج اور گناہ نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب کے

له ترمذی، باب مناقب ابی محمد طلحہ بن عبید اللہؓ۔ ۲ه مسلم،

بجائے کہا کہ اے اللہ کے بندو! ظلم و زیادتی سے کسی کا مال لینے میں حرج و گناہ ہے۔ پھر انھوں نے پوچھا کہ کیا ہم علاج کر سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں دوا علاج کرو، اللہ تعالیٰ نے ایک مرض کے علاوہ تمام امراض کی دوا پیدا کی ہے، انھوں نے کہا کہ وہ کون سا مرض ہے، آپ نے فرمایا وہ بڑھاپا ہے اس کے بعد انھوں نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! انسان کو سب سے بہتر کیا چیز دی گئی ہے؟ آپ نے فرمایا حسن خلق (اچھی عادت)۔ [1]

حضرت طلحہ بن عبید اللہ کا بیان ہے کہ علاقۂ نجد سے ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اس کے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے، ہم لوگ اس کی پست آواز سنتے تھے، مگر سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کہہ رہا ہے، جب اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب جاکر بات کی تو معلوم ہوا کہ اسلام کے بارے میں سوال کر رہا ہے، آپ نے بتایا کہ رات دن میں پانچ وقت نماز پڑھنا، اس نے کہا کہ اس کے علاوہ کچھ اور نماز ہے؟ آپ نے کہا کہ نہیں البتہ آدمی چاہے تو نفل نماز پڑھے، اسی طرح اس نے ماہ رمضان کے روزے، اور زکوٰۃ کے متعلق سوال کیا اور آپ کے جواب پر وہی کہتا رہا اور آپ وہی جواب دیتے رہے، اس کے بعد وہ شخص یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ واللہ میں نہ اس سے زیادہ کروں اور نہ اس سے کم کروں گا، آپ نے فرمایا افلح ان صدق (اگر یہ سچا ہے تو کامیاب و بامراد ہے۔ [2]

قبیلہ سعد بن بکر کے قاصد ضمام بن ثعلبہ نے مجلس نبوی میں آکر سخت لہجہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلامی ارکان کی بابت سوالات کئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جوابات دیئے جس سے حاضرین مجلس کو دینی معلومات حاصل ہوئیں،

صحابۂ کرام مجلس نبوی میں موجود تھے، ایک اعرابی نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی، آپ نے پوچھا کہ تم نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے بہت زیادہ صدقات و خیرات سے تیاری نہیں کی ہے۔ البتہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ آدمی جس سے محبت رکھتا ہے قیامت کے دن اسی کے ساتھ ہوگا، صحابہ

---

[1] الادب المفرد باب حسن الخلق اذا فقہوا ، [2] بخاری و مسلم

کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ خوشخبری سن کر ہم کو اس قدر خوشی ہوئی جس قدر اسلام قبول کرنے کے دن ہوئی تھی،

طلبہ کا باہمی مذاکرہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی درسگاہ سے اٹھنے کے بعد آپس میں اسباق کا دور اور مذاکرہ و مراجعہ کیا کرتے تھے، اور آپ اس کی تاکید و تشجیع فرماتے تھے، ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ میں منتہیانے مہاجرین کی جماعت میں تھا، ہم لوگوں کو ایک قاری قرآن سنا رہا تھا، اسی حال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر پوچھا کہ تم لوگ کیا کر رہے ہو ہم نے کہا کہ

یا رسول اللہ انہ کان قاری لنا یقرء علینا فکنا نستمع الی کتاب اللہ۔	یا رسول اللہ! ہمارا ایک قاری قرآن پڑھ رہا تھا اور ہم کتاب اللہ کو سن رہے تھے،

آپ نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے اس نے میری امت میں ایسے لوگوں کو پیدا کیا ہے جن کے ساتھ مجھے بیٹھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کے بعد آپ ہماری جماعت میں بیٹھ گئے اور ہم کو جنت کی بشارت دی، [1]

انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ بسا اوقات ہم ساٹھ ساٹھ آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں رہا کرتے تھے، آپ ہم سے حدیث بیان کرتے تھے، آپ کے تشریف لیجانے کے بعد ہم لوگ آپس میں ان حدیثوں کا مذاکرہ و مراجعہ کیا کرتے تھے۔ اور اس حال میں مجلس مذاکرہ سے اٹھتے تھے کہ گویا وہ حدیثیں ہمارے دلوں میں پودے کی طرح جڑ پکڑ گئی ہیں، [2]

رافع بن خدیج کہتے ہیں کہ ہم لوگ مسجد نبوی میں بیٹھ کر حدیث کا مذاکرہ کر رہے تھے اسی دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور کہا کہ تم لوگ کیا کر رہے ہو؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! جو کچھ آپ سے سنا ہے اسی کا مذاکرہ کر رہے ہیں، آپ نے فرمایا درست ہے۔ تم حدیث یاد کر کے دوسروں سے بیان کرو، البتہ جو شخص میرے بارے میں جھوٹ بولے گا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے گا

[1] ابو داؤد ج ۲ صفحہ ۱۶۰، [2] الفقیہ والمتفقہ ج ۲ ص ــــ،

اتنا کہکر آپ اندر چلے گئے اور ہم لوگ خاموش ہو گئے، آپ نے فرمایا تم لوگ کیوں خاموش ہو گئے؟ ہم نے کہا کہ آپ کی بات سن کر ہم رُک گئے۔ آپ نے فرمایا کہ میرا مطلب یہ نہیں ہے، بلکہ جو شخص قصداً ایسا کرے گا۔ اس کے لئے یہ وعید ہے، حضرت رافع نے کہا یا رسول اللہ! ہم آپ سے جو کچھ سنتے ہیں کیا میں اس کو لکھ لیا کروں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں لکھ لیا کرو، اس میں کوئی حرج نہیں ہے[1]

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں دو مجلسیں دیکھیں، ایک مجلس والے ذکر اور دُعا میں مشغول تھے، اور دوسری مجلس والے تعلیم و تفقہ میں مصروف تھے، آپ نے تعلیمی مجلس والوں کے لئے دُعا فرمائی اور اس میں بیٹھ گئے،

طلبہ کا امتحان اور سند

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے طالب علموں کا امتحان بھی لیا کرتے تھے، امام بخاریؒ نے باب طرح الامام المسئلۃ علی اصحابہ لیختبر ما عندہم من العلم" کے ذیل میں بعض واقعات بیان کئے ہیں، آموختہ سننے کا مقصد طلبہ کی ہمت افزائی اور بعض باتوں کی تصحیح تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت براء بن عازب کو سونے کے وقت یہ دُعا بتائی اَللّٰھم اسلمت وجھی الیک وفوضتُ امری الیک، والجأت ظھری الیک رغبۃً ورھبۃً الیک، لاملجأ ولا منجیٰ منک اِلّا الیک، اٰمنتُ بکتابک الذی انزلت، وبنبیک الذی ارسلت" حضرت براء کہتے ہیں میں نے آپ کے سامنے یہ دُعا اسی لئے پڑھی، البتہ ورسولک کہا تو آپ نے میرے سینے کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرکے فرمایا کہ "وبنبیک" یہ دُعا پڑھکر جو شخص سوئے گا، اگر اسی رات اس کی موت آئی تو فطرت کی موت ہوگی۔[2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لفظ کی تصحیح فرمائی حالانکہ بظاہر دونوں لفظ ہم معنی معلوم ہوتے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسنون دُعاؤں کے الفاظ میں فرق سے قبولیت میں فرق آجاتا ہے، اور حدیث بیان کرنے میں احتیاط ضروری ہے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا کہ مخلوقات میں کس کا ایمان تم لوگوں کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے؟ صحابہ نے ملائکہ کا نام لیا آپ نے

---

[1] المحدث الفاصل ص۳۶۹، [2] الکفایہ ص۱۷۵،

فرمایا کہ وہ کیوں ایمان نہ لائیں گے، وہ اپنے رب کے پاس رہتے ہیں، صحابہ نے انبیاء کا نام لیا آپ نے فرمایا وہ کیوں ایمان نہ لائیں گے۔ ان پر وحی کا نزول ہوتا ہے، صحابہ نے کہا کہ ہم لوگوں کا ایمان تمام مخلوقات سے اچھا ہے۔ آپ نے فرمایا تم لوگ کیوں نہ ایمان لاؤ گے، میں تمہارے درمیان موجود ہوں، اس کے بعد آپؐ نے صحابہ سے فرمایا۔

ان اعجب الخلق الیّ ایمانًا لقوم من بعدکم یجدون صحفًا فیہا کتاب یؤمنون بما فیہا [1]

میرے نزدیک مخلوقات میں سب سے زیادہ محبوب ایمان ان لوگوں کا ہے جو تمہارے بعد ہوں گے، صحیفوں میں کتاب اللہ پائیں گے اور اس پر ایمان لائیں گے،

حضرت عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا کہ تم مجھے قرآن سناؤ، میں نے کہا کہ میں آپ کو قرآن سناؤں؛ حالانکہ وہ آپ پر نازل ہوا ہے تو آپ نے فرمایا کہ میں دوسرے کی زبان سے سننا چاہتا ہوں۔ میں نے سورۂ نساء کی تلاوت شروع کی اور جب اس آیت پر پہونچا فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا۔ تو آپ نے کہا کہ رک جاؤ، میں نے دیکھا کہ آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہے [2]

ایک مرتبہ عبداللہ بن مسعودؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سورۂ یوسف کی تلاوت کی تو آپؐ نے ان کو داد دی اور فرمایا اَحْسَنْتَ [3] آپ نے ایک سریّہ میں چند صحابہ کو روانہ فرمایا اور سب سے قرآن پڑھوا کر سنا، ان میں ایک نوجوان کو پوری سورۂ بقرہ زبانی یاد تھی، آپ نے اسی کو امیر سریّہ مقرر فرمایا۔ قال اذھب فانت امیرھم، [4] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابی بن کعبؓ سے بھی قرآن پڑھوا کر سنا کرتے تھے، اسی طرح حضرت ابو موسیٰ اشعری کی خوش الحانی سے محظوظ ہوتے تھے درسگاہِ نبوت کے فضلاء وفارغین کو زبانِ رسالت سے سند وشہادت دیجاتی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دینی وعلمی رسوخ کی شہادت دیکر امت کو ان سے علم حاصل

[1] شرف اصحاب الحدیث ص ۳۳، [2] بخاری ج ۲ ص ۷۵۳، [3] الفقیہ والمتفقہ ج ۲ ص ۱۳۳، [4] ترمذی باب ما جاء فی سورۃ البقرہ وآیۃ الکرسی،

کرنے کی تاکید فرمائی ہے، آپ نے فرمایا ہے کہ میرے بعد ابو بکر اور عمر کی اقتدار کرو قرآن ان چار سے پڑھو، عبداللہ بن مسعودؓ، سالم مولیٰ ابی حذیفہؓ، معاذ بن جبلؓ اور ابی بن کعبؓ معاذ بن جبلؓ میری امت میں حلال وحرام کے سب سے بڑے عالم ہیں، جس شخص کو تروتازہ قرآن پڑھنا پسند ہو عبداللہ بن مسعود سے پڑھے۔ زید بن ثابت میری امت میں فرائض کے سب سے بڑے عالم ہیں، عبداللہ بن عباسؓ قرآن کے بہترین ترجمان ہیں۔ ابو موسیٰ اشعری کو آل داؤد کی شہنائی دی گئی ہے۔

تعلیم قرآن کے دو طریقے

درسگاہِ نبوت میں تعلیم قرآن کے دو طریقے تھے ایک یہ کہ عام طلبہ بقدر ضرورت یا پورا قرآن پڑھ کر یاد کر لیتے تھے۔ اس طریقہ سے پڑھنے والوں میں مقامی اور بیرونی دونوں قسم کے طلبہ ہوتے تھے۔ بیرونی طلبہ عام طور سے بقدر ضرورت یاد کر لیتے تھے، دوسرا طریقہ یہ تھا کہ وہ قرآن کو اس کی تفسیر وتاویل اور تفقہ کے ساتھ پڑھتے تھے، یہ مخصوص حضرات ہوتے تھے، علامہ ابن قتیبہؒ نے مشکل القرآن میں تصریح کی ہے۔

وکان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رضی اللہ عنہم وھم مصابیح الارض وقادۃ الانام ومنتھی العلم انما یقرء الرجل منھم السورتین والثلاث والاربع والبیض والشطر من القرآن الانفرامنھم وفقھم اللہ لجمعہ وسھل علیھم حفظہ۔[1]	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم زمین کے مینارۂ نور اور انسانوں کے قافلہ کے سالار تھے، ان میں سے کوئی دو تین چار سورتیں اور قرآن کا ایک حصہ (جزء) پڑھ لیتا تھا، الا یہ کہ ان میں سے جن حضرات کو اللہ تعالیٰ نے قرآن جمع کرنے کی توفیق دی، اور ان کو حفظ قرآن کی سہولت بخشی (انھوں نے پورا قرآن جمع کیا اور اس کے حافظ ہوئے)۔

نومسلم صحابہ جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو سب سے پہلے ان کو قرآن کی تعلیم دی

[1] مشکل القرآن ص۱۸۱،

جاتی تھی، حضرت عبادہؓ بن صامت کا بیان ہے کہ جب کوئی شخص ہجرت کر کے آتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے پاس بھیج دیتے تھے جو اس کو قرآن کی تعلیم دیتا تھا، ایسے لوگوں کی کثرتِ تلاوت سے مسجد گونجنے لگتی تھی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پست آواز سے پڑھنے کا حکم دیتے تھے تاکہ غلطی نہ کریں۔[1]

جندبؓ بن عبداللہ بجلی علقی بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تندرست و توانا لڑکے تھے، ہم نے قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرنے سے پہلے ایمان کو سیکھا اس کے بعد قرآن کو سیکھا تو اس کی وجہ سے ہمارا ایمان اور پختہ ہو گیا۔[2]

عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے وہ زمانہ پایا ہے جب ہم میں سے کوئی شخص قرآن کی تعلیم سے پہلے ایمان لاتا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی سورہ نازل ہوتی تو ہم آپ سے اس کے حلال و حرام اور تفقہ کو سیکھتے تھے۔ جیسا کہ تم لوگ مجھ سے سیکھتے ہو، اس کے بعد میں نے دیکھا کہ آدمی ایمان سے پہلے قرآن پڑھتا ہے اور سورۃ فاتحہ سے ختم قرآن تک پڑھ لیتا ہے مگر اس کو امر و نہی وغیرہ کا علم نہیں ہوتا ہے اور قرآن کو بے پروائی اور بے توجہی سے پڑھتا ہے۔[3]

عقبہؓ بن عامر کہتے ہیں کہ ہم لوگ صفہ میں تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے پاس آکر پوچھا کہ تم میں سے کون چاہتا ہے کہ بطحان یا عقیق تک جاتے اور مفت میں بلا کسی جرم و گناہ کے دو عمدہ اونٹنی لاتے؟ ہم نے کہا کہ ہم سب یہ چاہتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی مسجد میں جا کر قرآن مجید کی دو آیت سیکھے، یہ دو اونٹنی سے بہتر ہے، اور تین آیت تین اونٹ سے بہتر ہے، اسی طرح جتنی آیت سیکھے اتنے اونٹ سے بہتر ہے۔[4]

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ مجھے قرآن پڑھائیے۔ آپؐ نے کہا کہ

---

[1] مناہل العرفان فی علوم القرآن ج ۲ ص ۲۰۸، [2] تاریخ کبیر ج ۱ قسم ۱ ص ۲۲۲، [3] جمع الفوائد ج ۱ ص ۱۴۴

[4] ابو داؤد، باب ثواب قراءۃ القرآن ج ۱ ص ۲۱۲۔

تم ذوات الراء کی تین سورتیں پڑھ لو، اس نے کہا میری عمر بہت زیادہ ہوگئی ہے دل سخت ہوگیا اور زبان بھی موٹی ہوگئی ہے۔ آپ نے کہا اچھا تم ذوات حم کی تین سورتیں پڑھ لو، اس نے پھر وہی بات کہی، آپ نے کہا کہ اچھا تم ذوات السبحات کی تین سورتیں پڑھ لو، اب کے اس نے یہ بھی کہا کہ آپ مجھے کوئی جامع سورہ پڑھا دیں، اور آپ نے اس کو سورۂ اِذَا زُلزِلَتْ پڑھائی۔[1]

اعرابی اور عجمی طلبہ عام عربوں کی طرح قرآن مجید صحیح طور سے نہیں پڑھ سکتے تھے، اور الفاظ و حروف کی ادائیگی میں ان کو مشکل پیش آتی تھی، ایسے معذور لوگوں کو اپنے انداز میں پڑھنے کی اجازت تھی، حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ قرآن پڑھ رہے تھے، ہم میں اعرابی اور عجمی لوگ بھی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے اور فرمایا اقرؤا فکلٌ حسنٌ۔ تم لوگ پڑھو، سب ٹھیک ہے۔[2]

نعمانؓ بن قوقل انصاری کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں جو کچھ قرآن پڑھتا ہوں بھول جاتا ہوں، حالانکہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق دے کر مبعوث کیا ہے۔ میرے نزدیک اللہ اور اس کے رسول سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں ہے۔ میری اس بات پر آپؐ نے فرمایا۔

یا ابن قوقل المرءُ مع من احبّ ولامرئٍ ما احتسب۔[3]	اے ابن قوقل! آدمی جس سے محبت کرتا ہے اسی کے ساتھ ہوتا ہے، اور ہر شخص کا معاملہ اس کی نیت اور گمان کے مطابق ہے۔

ابو عبدالرحمٰن سلمی کہتے ہیں صحابہ ہم سے کہا کرتے تھے کہ وہ حضرات دس آیت پڑھ کر دوسری دس آیت اس وقت تک نہیں پڑھتے تھے جب تک کہ پہلی دس آیات کا علم نہیں حاصل کر لیتے تھے، اور اس علم پر عمل کرتے تھے[4] حضرت عمرؓ نے دس سال کی مدت میں

---

[1] ابو داؤد، [2] جمع الفوائد ج ۱ ص ۵۲، [3] تاریخ کبیر ج ۴ قسم ۲ ص ۷۶ ۔ ۔ ۔
[4] جمع الفوائد ج ۱ ص ۱۴۴،

سورۂ بقرہ اس کی تفسیر و تاویل اور تفقہ کے ساتھ ختم کی، اور اس پر اللہ کا شکر ادا کر کے اونٹ ذبح کیا، اور صاحبزادے عبداللہ بن عمر نے چار سال میں سورۂ بقرہ اسی طرح پڑھی،[۱]

حضرت علیؓ نے ایک مرتبہ خطبہ میں کہا کہ تم لوگ مجھ سے سوال کرو، واللہ جو سوال تم کرو گے میں اس کا جواب دوں گا۔ کتاب اللہ کے بارے میں سوال کرو، واللہ میں ہر آیت کے بارے میں جانتا ہوں کہ دن میں نازل ہوئی یا رات میں، سہل میں نازل ہوئی یا جبل میں، کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور کہاں نازل ہوئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ واللہ کتاب اللہ کی ہر آیت کے بارے میں جانتا ہوں کہ کہاں اور کس معاملہ میں نازل ہوئی ہے، اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ کوئی شخص کتاب اللہ کا مجھ سے بڑا عالم ہے تو میں سواری کر کے اس کے پاس جاؤں گا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے ستر سے زائد سورتیں حاصل کی ہیں، صحابہؓ کو معلوم ہے کہ میں ان لوگوں میں قرآن مجید کا سب سے بڑا عالم ہوں، اگرچہ ان میں سب سے اچھا نہیں ہوں۔ وَمَا انا بخیرھم۔[۳]

حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے متعلق فرمایا ہے:

نعم ترجمان القرآن انتَ ۔ تم قرآن کے بہترین ترجمان و مفسر ہو،

اور میرے لئے دعا فرمائی ہے۔ اَللّٰھمّ بارك فيه وانشر علمهٗ۔ اللّٰھم فقّهه فی الدین وعلّمه التاویل، اَللّٰھمّ آته الحکمة،[۴]

بہت سے صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کی تاویل و تفسیر کی تعلیم پائی تھی، اور اس کے اوامر، نواہی، احکام، اسرار، حکم اور فقہ میں علم وافر حاصل کیا، اور ان میں خاص طور سے مشہور ہیں اس سلسلہ میں امام سیوطی نے الاتقان میں ان دس

---

[۱] المدخل، لابن الحاج ج ۱ ص ۹۔ [۲] طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۰۱ قسم ۲، [۳] بخاری ج ۲ ص ۷۴۸ (سندی)

[۴] بخاری وغیرہ،

صحابہ کرامؓ کی تصریح کی ہے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت اُبَی بن کعبؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم، خلفائے اربعہ میں حضرت علیؓ سے تفسیری روایات زیادہ منقول ہیں، باقی تین حضرات سے کم مروی ہیں، جس طرح ان سے احادیث کی روایات کم ہیں، کیونکہ ان کے دور تک عام طور سے روایات کا رواج نہیں تھا، اور ان تمام حضرات میں ابن عباسؓ سے تفسیری روایت بہت زیادہ ہیں[1]

حفظ قرآن اور حفاظ قرآن

اہل عرب عام طور سے امّی تھے، لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے اور اپنے معاملات زبانی یاد رکھتے تھے، وہ اپنے خداداد حافظہ میں دنیا کی قوموں میں ممتاز تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو زبانی قرآن یاد کراتے تھے، اور رُک رُک کر پڑھاتے اور سناتے تھے۔ اور قرآن یاد کرنے کی تاکید فرماتے تھے، صحابہ عام طور سے زبانی تلاوت کرتے تھے، نوافل میں پڑھتے تھے اور گھروں میں تلاوت کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سید الحفاظ تھے، اور آپ کے بہت سے شاگرد رشید حافظ قرآن تھے۔ مہاجرین میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ حضرت ابن مسعودؓ، حضرت حذیفہؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ حضرت عمرو بن عاصؓ، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ، حضرت معاویہؓ، حضرت ابن زبیرؓ حضرت عبداللہ بن سائبؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہم، اور انصار میں حضرت ابی بن کعب، حضرت معاذ بن جبل، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابودرداء، حضرت مجمع بن حارثہ، حضرت انس بن مالک، حضرت ابوزید (قیس بن سکن) رضی اللہ عنہم حفاظ قرآن ہیں، ان حفاظ صحابہ میں سے بعض حضرات نے وصال نبویؐ کے بعد قرآن یاد کیا تھا،

[1] الاتقان فی علوم القرآن ج ۲ ص ۱۸۸، ص ۱۸۹۔

حفاظ صحابہ کی کثرت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ عہد رسالت میں بئر معونہ کے المیہ میں ستر حفاظ صحابہ شہید ہوئے اور عہد صدیقی میں جنگ یمامہ میں بھی اسی تعداد میں حفاظ صحابہ شہید ہوئے تھے، مذکورہ حفاظِ قرآن کے علاوہ اور بہت سے صحابہ حافظِ قرآن تھے۔ اور ان میں سے متعدد حضرات نے قرآن لکھکر مصحف کی شکل میں جمع کیا تھا۔

تجوید و حسنِ صوت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سید الحفاظ والقراء تھے۔ نہایت خوش الحانی اور تجوید کے ساتھ قرآن پڑھتے تھے۔ براء بن عازب کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں سورۃ وَالتِّین وَالزَّیتُون پڑھی اور اس خوش الحانی کے ساتھ پڑھی کہ

فما سمعتُ احدًا احسن صوتًا منه۔[1] میں نے آپ سے زیادہ حسین آواز والا کسی کو نہیں سنا

آپ نے صحابہ سے فرمایا تھا کہ جس کو تر و تازہ قرآن پڑھنا ہو جیسا کہ نازل ہوا ہے، وہ ابن ام عبد (عبد اللہ بن مسعود) کی قرات پر قرآن پڑھے، اور ابی بن کعب کے بارے میں فرمایا کہ وہ میری امت کے سب سے بڑے قاری ہیں۔ حضرات صحابہ میں حضرت ابن مسعودؓ کے بارے میں امام سیوطی نے لکھا ہے۔

أُعطی حَظًّا عَظِیمًا فِی تَجوِیدِ القُرآنِ[2] ان کو تجوید قرآن میں بڑا ملکہ تھا۔

ابو موسیٰ اشعری اور ان کے قبیلہ کے اشاعرہ تجوید و قرارت اور خوش الحانی سے قرآن پڑھنے میں مشہور تھے

قرآن کے الفاظ و معانی میں اختلاف کی ممانعت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کے الفاظ و حروف اور معانی و مطالب میں اختلاف کرنے سے شدت سے منع فرمایا اور بتایا ہے کہ امم سابقہ اپنی کتابوں میں اختلاف کے نتیجہ میں ہلاک ہوئی ہیں، ایک مرتبہ عبد اللہ بن مسعودؓ نے ایک شخص کو

---

[1] بخاری و مسلم [2] الاتقان ج ۱ ص ۱۰۰،

ایک آیت پڑھتے ہوئے سنا جس کو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سے مختلف طریقہ پر سنا تھا، ان کا بیان ہے کہ میں اس شخص کا ہاتھ پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا اور ماجرا بیان کیا ہے تو آپ کے چہرے پر ناگواری کے آثار دیکھے، فرمایا کہ پڑھو، تم دونوں صحیح طور سے پڑھ رہے ہو، اختلاف مت کرو، تم سے پہلے لوگوں نے اختلاف کیا اور وہ ہلاک ہو گئے۔[1]

حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ہشام بن حکیم کو نماز میں سورۃ الفرقان پڑھتے ہوئے سنا، ان کی قرارت میں الفاظ وحروف میں اختلاف تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ سورہ دوسرے طریقہ سے پڑھائی تھی، اس کے بارے میں میرے اور ان کے درمیان سخت کلامی ہوئی اور میں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا، اور کہا کہ انھوں نے سورۃ الفرقان اس قرارت کے خلاف پڑھی ہے جس سے آپ نے مجھے پڑھایا ہے اس پر آپ نے ہشام بن حکیم سے اسی قرارت کے مطابق پڑھا کر سنا اور فرمایا۔

کذالک اُنزلت، ان ھذا القرآن انزل علیٰ سبعۃ احرفٍ، فاقرءوا ما تیسّر منہ، [2]	یہ سورہ اسی طرح نازل کی گئی ہے، یہ قرآن سات کلمات پر نازل کیا گیا ہے، اس لئے ان میں سے جو آسان ہو اس کو پڑھو۔

سبعۃ احرف سات (الفاظ) کے بارے میں علماء کے اقوال و توجیہات مختلف ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے۔

ای علی سبعۃ اوجہٍ، یجوز ان یُقرءَ بکل وجہ منہا ولیس المراد ان کل کلمۃ ولاجملۃٍ تقرء علی سبعۃ اوجہٍ بل المراد ان غایۃ ما انتھیٰ الیہ عدد	یعنی سات صورتوں میں سے ہر صورت سے قرآن پڑھنا جائز ہے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ قرآن کا ہر کلمہ یا ہر جملہ سات صورتوں سے پڑھا جائے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایک کلمہ

[1] بخاری، ج ۲ ص ۲۹۳، [2] بخاری، باب انزل القرآن علی سبعۃ احرف ج ۲ ص ۱۴۷

القراءات فی الکلمۃ الواحدۃ الی سبعۃ [۱] میں قرأت کی انتہاء سات عدد تک ہے
قریش کی زبان میں قرآن نازل ہوا جو افصح العرب تھے، اور عرب کے دیگر مقامات و قبائل کے لوگ مقامی لب و لہجہ میں عربی زبان بولتے تھے، جو مدتِ دراز سے ان کی زبان پر جاری تھا، وہ ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدل دیتے تھے، اعراب و حرکت میں بھی تغیر و تبدل کرتے تھے، اس لئے وہ لوگ قریش کی زبان میں پورا قرآن نہیں پڑھ سکتے تھے بعض حروف اور حرکات کی ادائیگی میں دشواری ہوتی تھی اس لئے اس کو اپنے یہاں کے رائج انداز میں ادا کرتے تھے، الفاظ و حرکات میں اس تبدیلی سے معانی و مطالب میں کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ مثلاً ربیعہ اور مضر کے قبائل کافِ مؤنث کے آخر میں شین لگاتے تھے، اور کاف مذکر کے آخر میں سین بڑھاتے تھے، قبیلہ تمیم والے الف کو عین سے بدل دیتے تھے، بنو ہذیل حاء کو عین کہتے تھے، بنو ہذیل، بنو ازد، بنو قیس اور انصارِ مدینہ عین ساکن کو نون سے بدلتے تھے، بعض قبائل کاف کو جیم سے بدل دیتے تھے، بنو تمیم قاف اور کاف کے درمیان (گ) بولتے تھے، اشاعرہ لام کے بجائے میم بولتے تھے، اسی طرح حرکات، مد، قصر، امالہ میں مختلف قبائل اپنے اپنے انداز میں تصرف کرتے تھے، بعضوں نے کاف مؤنث کو شین سے بدل کر قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا کو قَدْ جَعَلَ رَبّشِ، تَحْتَشِ سَرِيًّا پڑھا ہے، مگر لفظ کے فرق سے معنیٰ میں کوئی فرق نہیں آیا ہے۔ [۲]

اس طرح کی لفظی و حرفی اور صوتی تبدیلی تقریباً ہر زبان میں ہوتی ہے۔ اور ایک ہی کو مختلف طریقوں سے ادا کیا جاتا ہے مگر مفہوم و معنیٰ ایک ہی رہتا ہے۔

حدیث کی تعلیم | ابتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث لکھنے سے

---

[۱] فتح الباری ج ۹ ص ۲۳، [۲] تفصیل کے لئے المزہر فی اللغۃ، سیوطی، فقہ اللغۃ ثعالبی اور ادب الکاتب ابن قتیبہ وغیرہ ملاحظہ ہو۔

منع کیا تھا کیونکہ وحی کی کتابت کے ساتھ حدیث کی کتابت سے دونوں میں اشتباہ ہوسکتا تھا۔ ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا تھا۔

لاتکتبوا عنی شیئا سوی القرآن فمن کتب عنی شیئاً فلیمحہ۔ [1] تم لوگ مجھ سے قرآن کے علاوہ اور کچھ نہ لکھو، جس نے کچھ لکھا ہو تو اسے مٹا دے۔

ان ہی کا بیان ہے کہ ہم نے بہت کوشش کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیث لکھنے کی اجازت دیدیں ---------- مگر آپ نے اجازت نہیں دی [2] مگر بعد میں کتابتِ حدیث کی اجازت دیدی گئی۔ ایک انصاری صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس درس میں آپ سے احادیث سنتے تھے، مگر ان کو یاد نہیں کرسکتے تھے انھوں نے اس کا تذکرہ افسوس کے انداز میں کیا تو آپؐ نے فرمایا۔

تعن بیمینك، واَوْمَأ بیدہ الخطّ [3] تم اپنے داہنے ہاتھ سے مدد لو، یہ کہہ کر آپ نے اپنے ہاتھ سے لکھنے کا اشارہ فرمایا۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

عبداللہ بن عمرو بن عاص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں آپؐ سے جو کچھ سنتا ہوں کیا اسکو لکھ لیا کروں؟ آپ نے فرمایا ہاں، انھوں نے پوچھا، خوشی اور ناخوشی دونوں حال کی باتیں لکھوں؟ آپؐ نے فرمایا کہ میری زبان سے ہر حال میں حق ہی ادا ہوتا ہے۔

درسگاہِ نبویؐ کے تلامذہ میں حدیث کو زبانی یاد کرنے والے اور لکھنے والے دونوں تھے، اور دونوں کو تاکید تھی کہ حدیث میں فرق نہ آئے۔ اور اگر بعض الفاظ اور طرز ادا میں کچھ فرق ہوجائے تو مفہوم و معنیٰ اور منشاء میں فرق نہ آئے، سلیمانؓ ابن اکیمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم آپ سے جس طرح حدیثیں سنتے ہیں ان کو اسی طرح ادا کرنے پر قادر نہیں ہیں، آپؐ نے فرمایا۔

---

[1] مسلم و ترمذی۔ [2] المحدث الفاصل ص ۳۷۹۔ [3] ترمذی، باب فی الرخصۃ فی کتابۃ العلم۔

إِذَا لَمْ تُحِلُّوا حَرَامًا وَلَمْ تُحَرِّمُوا حَلَالًا وَأَصَبْتُمُ الْمَعْنَىٰ فَلَا بَأْسَ بِهِ۔ [1] جب تم حرام کو حلال نہ کرو، اور حلال کو حرام نہ کرو، اور مطلب صحیح طور سے بیان کرو، تو کوئی حرج نہیں ہے،

براء بن عازب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کے وقت دعا تلقین فرمائی جس میں یہ الفاظ بھی تھے۔ آمنتُ بکتابِكَ الذی انزلتَ، وبنبیّكَ الذی ارسلتَ، براء نے اس دعا کو آپؐ کو سنایا، اور وَبنبیّكَ کے بجائے وبرسُولكَ کہا تو آپؐ نے تاکید کے ساتھ وَبنبیّكَ کہنے کی تاکید فرمائی [2] اسی لئے بہت سے صحابہ روایت باللفظ پر شدت سے عمل کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کی تأسی کرتے تھے۔ آپؐ نے سفر کی یہ دعا بتائی ہے۔ اللّٰھُمّ انّی اعوذ بكَ من وعوثاء السفر وکآبة المنقلب، ابوہریرہؓ اس حدیث کی روایت میں وعوثاء ہی کہتے تھے حالانکہ وہ اہل زبان تھے، وعثاء کہہ سکتے ہیں، اسی طرح آپؐ نے اشاعرہ کی زبان میں فرمایا ہے لیس من امبرّ امصیام فی امسفر (لیس من البرّ الصیام فی السفر) اور صحابہ اس حدیث کو اسی طرح بیان کرتے تھے۔ اشاعرہ لام کو میم سے بدل کر بولتے تھے، [3]

عبداللہ بن عمرو بن عاص کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین مجلس سے فرمایا۔

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔ جو شخص قصداً میرے بارے میں جھوٹ بولیگا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے،

میں ان میں سب سے کم عمر تھا، جب مجلس برخواست ہوئی تو میں نے لوگوں سے پوچھا کہ آپ لوگ کیسے حدیث بیان کرتے ہیں، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وعید فرمائی ہے، اس پر انھوں نے ہنس کر کہا بھتیجے! ہم نے جو کچھ رسُول اللہ صلی اللہ سے سنا ہے

---

[1] جمع الفوائد ج اص۵ والکفایہ ص۱۹۹، [2] الکفایہ ص۱۶۵، [3] الکفایہ ص۱۸۳،

ہمارے یہاں کتاب میں موجود ہے، [1]

یزید بن سلمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں نے آپ سے بہت زیادہ حدیثیں سنی ہیں، مجھے ڈر ہے کہ آخر میں سنی ہوئی حدیثیں پہلی سنی ہوئی حدیثوں کو بھلوادیں، اس لئے آپ مجھ سے کوئی جامع حدیث بیان کر دیں تو آپ نے فرمایا۔ اتق اللّٰہَ فی ما تعلم۔ [2]

حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابوہریرہؓ بہت زیادہ حدیث بیان کرتے ہیں، اگر کتاب اللہ میں یہ دو آیات نہ ہوتیں تو میں ایک حدیث بھی بیان نہیں کرتا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْھُدٰی الیٰ قولہ الرَّحِیْمُ، میرے مہاجرین بھائیوں کو بازاروں میں کاروبار نے مشغول کر رکھا تھا، اور میرے انصار بھائیوں کو باغبانی اور کھیتی باڑی کا کام مصروف رکھتا تھا، اور ابوہریرہ شکم پروری پر اکتفاء کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پڑا رہتا تھا، اور جہاں وہ لوگ حاضر نہیں ہوسکتے تھے میں حاضر رہتا تھا اور جن باتوں کو وہ یاد نہیں کرسکتے تھے میں یاد کرلیتا تھا، ایک مرتبہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں آپ سے بہت زیادہ احادیث سنتا ہوں اور بھول جاتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ تم اپنی چادر پھیلاؤ، میں نے تعمیلِ ارشاد کی، آپ نے اس پر دست مبارک پھیرا اور فرمایا اس کو سمیٹ لو، میں نے ایسا ہی کیا، اس کے بعد میں کوئی حدیث نہیں بھولا، کوئی شخص مجھ سے بڑا حدیث کا عالم نہیں تھا، البتہ عبداللہ بن عمرو بن عاص حدیثوں کو لکھا کرتے تھے، اور میں نہیں لکھتا تھا۔ [3]

کتاب وسنت میں اسلامی شرائع واحکام اور ان کے اصول وفروع بیان کئے گئے ہیں اور وہی مسائل وفتاوے کا مأخذ ہیں، عہد رسالت میں فقہ کا کوئی علیحدہ عنوان نہیں تھا اور تفقہ سے مراد دین میں گہری بصیرت تھی، حدیث وفقہ کی تدوین پر بہت کچھ لکھا جاچکا ہے

---

[1] المحدث الفاصل ص۳۴۸، [2] ترمذی، [3] بخاری کتاب العلم ج ۱ ص۲۲

یہاں اتنا ہی کافی ہے۔

کتابت کی تعلیم

عرب میں نوشت وخواند کا رواج بہت کم تھا، وہ اپنی خداداد قوت حافظہ کی وجہ سے بڑی حد تک اس سے بے نیاز تھے۔ حتیٰ کہ عرب کے سب سے معزز و مشہور قبیلہ قریش میں بعثتِ نبوی کے وقت صرف سترہ آدمی لکھنا جانتے تھے، وہ کعبہ کے متولی تھے، ان کی تجارت بین الاقوامی حیثیت رکھتی تھی۔ روم وفارس کے حکمرانوں سے ان کے تعلقات تھے، پورے ملک عرب کے مذہبی پیشوا تھے۔ اس کے باوجود لکھنا پڑھنا بہت کم جانتے تھے، کیونکہ وہ اپنی قوت حافظہ سے لکھنے کا کام لیتے تھے، اسی طرح مدینہ منورہ کے قبیلہ انصار میں اس کا رواج بہت کم تھا، اوس اور خزرج میں چند لوگ لکھنا جانتے تھے، جن میں سعد بن عبادہ بن دلیم، منذر بن عمر، ابی بن کعب، زید بن ثابت، رافع بن مالک، اسید بن حضیر، معن بن عدی بلوی حلیف انصار، بشیر بن سعد، سعد بن ربیع، اوس بن خولی مشہور ہیں، زید بن ثابت عربی اور عبرانی دونوں زبانوں میں لکھتے تھے [1] عبادہ بن صامت بھی لکھنا جانتے تھے۔ اور دوسروں کو اس کی تعلیم دیتے تھے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم کے ساتھ کتابت کا انتظام فرمایا، زید بن ثابت کو حکم دیا کہ عبرانی زبان میں لکھنا پڑھنا سیکھیں کیونکہ یہودیوں سے معاہدہ اور خط وکتابت میں اس کی شدید ضرورت تھی، ہجرت کے دوسرے سال غزوۂ بدر میں کفار مکہ قیدی بنا کر مدینہ لائے گئے، ان میں بہت سے فدیہ دیکر رہا ہوگئے، اور جو فدیہ نہیں دے سکتے تھے اور لکھنا جانتے تھے، ان کے لئے طے ہوا کہ بطور فدیہ دس لڑکوں کو لکھنا سکھائیں، طبقاتِ ابن سعدؒ میں ہے۔

كان فداء أسارى بدر اربعة آلاف — غزوۂ بدر کے قیدیوں کا فدیہ چار ہزار درہم

[1] فتوح البلدان ص۴۵۹،

الیٰ مادون ذالك، فمن لم یکن عندہٗ شیئ امران یعلم غلمان الانصار الکتابۃ۔	اور اس سے کم تھا، جس قیدی کے پاس کچھ نہیں تھا اس کو حکم دیا گیا کہ انصار کے لڑکوں کو کتابت سکھائے۔

دوسری جگہ تصریح ہے۔

فمن لم یکن عندہ علم عشرۃ من المسلمین الکتابۃ [1]	جس کے پاس فدیہ کی رقم نہیں تھی اس نے دس مسلمانوں کو لکھنا سکھایا۔

ایک روایت کے مطابق ساٹھ قیدی ایسے تھے جنھوں نے انصار کے دس لڑکوں کو کتابت کی تعلیم دی، اس طرح چھ سو انصاری لڑکوں نے لکھنا سیکھ لیا۔

صحابہ بھی کتابت کی تعلیم دیتے تھے، حضرت عبادہ بن صامت اصحاب صفہ کو قرآن کی تعلیم کے ساتھ کتابت کی تعلیم بھی دیتے تھے، ایک مرتبہ ان کے ایک شاگرد نے کمان دی تو اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔

علمتُ ناسًا من اھل الصفۃ القراٰن والکتاب فأھدیٰ الیّ رجل منھم قوسًا الخ [2]	میں نے اہل صفہ میں سے کچھ لوگوں کو قرآن اور کتابت کی تعلیم دی، ان میں سے ایک شخص نے مجھے کمان ہدیہ میں دی ہے۔

آپ نے اس کے قبول کرنے سے شدت کے ساتھ ممانعت فرمائی۔

شفاد بنت عبداللہ عدویہ زمانۂ جاہلیت میں کتابت جانتی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم نے حفصہؓ کو کتابت سکھائی ہے۔ رقیۃ النملہ بھی سکھادو،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی توجہ اور صحابہ کے ذوق وشوق کی وجہ سے مختصر مدت میں کتابت عام ہو گئی، گھر گھر لکھنے پڑھنے والے پیدا ہو گئے اور جن کو قلم پکڑنا نہیں آتا تھا وحی الٰہی اور کلام رسول کے علاوہ دنیا کے شاہوں اور شہنشاہوں کے نام خطوط

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۲ ص۲۲، [2] ابوداؤد، کتاب الاجارہ، باب کسب العلم،

لکھنے لگے ___ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ خود کاتب نہیں تھے مگر کاتبوں کو کتابت کے آداب سکھاتے تھے۔

اذا کتب احدکم کتابًا فلیترّبه فانه انجح للحاجة ،	جب کوئی شخص کچھ لکھے تو اس پر خاک ڈال دے، یہ صورت تحریر کے مقصد کیلئے زیادہ مفید ہے۔

تازہ تحریر پر خاک ڈالنے کا ایک ظاہری فائدہ یہ ہوگا کہ حروف میں پختگی آجائے گی اور روشنائی نہیں پھیلے گی۔ جس کی وجہ سے پڑھنے اور سمجھنے میں کوئی دقت نہیں ہوگی حضرت زید بن ثابت کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ کے سامنے ایک کاتب لکھ رہا تھا، آپ نے اس سے فرمایا۔

ضع القلم علیٰ أذنك فانه أذکر للمملی ، له	تم قلم کو اپنے کان پر رکھ لو، اس سے لکھنے والے کو باتیں یاد ہوں گی ،

علم الانساب کی تشجیع

علم دین کی تعلیم و تحصیل کے علاوہ بعض دوسرے علوم بقدر ضرورت حاصل کرنے کی اجازت تھی، خاص طور سے علم الانساب کو اہمیت حاصل تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو اس کی ترغیب فرمائی تھی۔ اسلامی معاشرہ میں نسب اور رشتہ کی بڑی اہمیت ہے، وراثت، ازدواج، صلہ رحمی وغیرہ میں اس کی ضرورت پڑتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

تعلّموا من أنسابکم ما تصلون به أرحامکم، فان صلة الرحم محبّة فی الأهل، مثراة فی المال، منساة فی الأثر، مرضاة للرب ،	تم لوگ انساب سے اس قدر سیکھو جس سے رشتوں کو جان سکو، صلہ رحمی خاندان میں محبت مال میں زیادتی، عمر میں درازی اور رب کی مرضی کا باعث ہے ،

صحابہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت ابو الجہم رضی اللہ عنہ بن حذیفہ عدوی، حضرت جبیر رضی اللہ عنہ بن مطعم

له ترمذی، باب ماجاء فی تتریب الکتاب ،

بن عدی انساب کے سب سے بڑے عالم تھے، نیز حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اس میں شہرت رکھتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت سے فرمایا تھا کہ بوقت ضرورت ابو بکرؓ سے قریش کے نسب کے بارے میں معلومات حاصل کریں[1]

علم الانساب کی باقاعدہ تعلیم نہیں دی جاتی تھی، صحابہ ایک دوسرے کو بتاتے تھے۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبویؐ میں تشریف لے گئے، دیکھا کہ صحابہ ایک شخص کے پاس جمع ہیں، پوچھا کیا بات ہے؟ صحابہ نے بتایا کہ ایک علامہ آدمی آیا ہے، آپؐ نے پوچھا علامہ کا کیا مطلب؟ صحابہ نے بتایا کہ یہ شخص ایام ناس، عربیت، اشعار، اور انساب عرب کا عالم ہے، آپ نے فرمایا کہ یہ علم مضر نہیں ہے۔[2]

مقامی طلبہ یعنی اصحاب صفہ کا قیام وطعام

درسگاہ نبوت میں مقامی اور بیرونی دونوں قسم کے طلبہ تعلیم و تربیت حاصل کرتے تھے، اور دونوں کے قیام وطعام کا جدا جدا انتظام تھا، مقامی طلبہ یعنی اصحاب صفہ کا دار الاقامہ مسجد نبوی اور اس کا صفہ تھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ ان کے کھانے کا انتظام کرتے تھے، ان کی تعداد بیک وقت عام طور سے ساٹھ ستر ہوا کرتی تھی۔

ابتداء میں اصحاب صفہ بڑی تنگدستی اور فقر و فاقہ کی زندگی بسر کرتے تھے، حضرت ابو ہریرہؓ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں بھوک کی وجہ سے زمین پر سینے کے بل پڑا رہتا تھا۔ ایک دن مسجد نبویؐ کے دروازہ پر بیٹھ گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پاس سے گذرے اور مجھے دیکھکر مسکرا دیے۔ میرا چہرہ دیکھ کر میرا حال سمجھ گئے، پھر آپؐ نے کہا کہ ابو ہریرہ! چلو، میں آپؐ کے پیچھے ہو لیا، آپ نے اندر جا کر مجھے بلایا، میں نے اندر جا کر دیکھا کہ ایک پیالہ میں دودھ رکھا ہے، گھر والوں سے پوچھا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا ہے، بتایا گیا کہ فلاں شخص نے

---

[1] جمہرۃ انساب العرب ص۸، [2] انساب سمعانی ج ۱ ص۸

ہم دونوں کو روزانہ ایک مُد کھجور ملتی تھی، ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ کر واپس ہو رہے تھے، اصحاب صفہ میں سے ایک شخص نے بڑھ کر کہا۔

یا رسُول اللہ أحرق التمر بطوننا و تحرّفت علینا الحرف،	یا رسول اللہ! کھجوروں نے ہمارے شکم جلا دیئے ہیں اور ہماری مشغولیتیں مشکل ہو گئی ہیں۔

اس شخص کی بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ دیا جس میں کہا کہ مکہ میں مجھ پر اور میرے اصحاب پر دسوں دن گذرے ہیں جن میں ہم نے صرف اراک کے پھل پر گذر بسر کیا ہے۔ اور جب ہم ہجرت کر کے اپنے بھائی انصار کے یہاں آئے تو دیکھا ان کی عام غذا کھجور ہے، انھوں نے ہر طرح ہمدردی کی۔

ولو أجد لکم الخبز واللحم لاطعمتکم ولکن لعلکم ستدرکون زمانًا او من أدرکہ منکم یلبسون فیہ مثل أستار الکعبۃ ویغدی ویراح علیکم بالجفان، [1]	اگر میں تم لوگوں کے لئے گوشت روٹی پاتا تو وہی کھلاتا، صبر کرو، عنقریب تم ایسا زمانہ پاؤ گے یا تم میں سے بعض لوگ پائیں گے جس میں لباس فاخرہ غلاف کعبہ کی طرح پہنیں گے اور صبح وشام تمہارے پاس کھانے کے طبق آئیں گے۔

ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ ایک دن میں ناوقت مسجد میں گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اس وقت کیسے آئے ہو؟ میں نے بھوک کی شدت بیان کی، اتنے میں اور بھی اہل صفہ آ گئے، آپؐ نے اندر سے کھجور کا ایک طبق منگایا اور ہم میں سے ہر ایک کو دو دو کھجور دیکر کہا کہ تم لوگ ان کو کھا کر پانی پی لو، آج تمہارے لئے یہی کافی ہے۔[2] بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کھانے کا یوں انتظام کیا کہ انصار کو حکم دیا کہ جس شخص کے یہاں دو آدمیوں کا کھانا ہو، وہ تیسرے شخص کو لیجاتے اور جس کے یہاں چار آدمیوں کا کھانا ہو وہ پانچ چھ شخصوں کو لیجاتے، نیز انصار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] اسد الغابہ ج ۳ ص ۶۲، وفاء الوفا ص ۴۵۶، [2] طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۳۲۹،

آپ کیلئے ہدیہ بھیجا ہے، آپ نے فرمایا! ابوہریرہ! جاؤ اہل صفہ کو بلا کر لے آؤ، اہل صفہ اضیاف الاسلام تھے، نہ ان کے اہل وعیال تھے، نہ مال تھا اور نہ ہی کوئی ان کا ذمہ دار تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صدقہ آتا تو ان کے پاس بھیجدیتے، خود اس میں سے استعمال نہیں کرتے تھے۔ اور ہدیہ آتا تو خود استعمال کرتے تھے اور اہل صفہ کو بھی شریک کرتے تھے، آپ کے حکم پر میں نے سوچا کہ ایک پیالہ دودھ ہے اور اہل صفہ زیادہ ہیں، اگر اس کو استعمال کر لیتا تو کچھ طاقت آجاتی، بہرحال میں نے سب کو بلایا، جب سب لوگ بیٹھ گئے تو مجھ سے فرمایا کہ تم ان کو پیالہ دو، میں نے حکم کی تعمیل کی اور ان میں سے ہر شخص دودھ پی کر مجھے دیدیتا اور میں دوسرے کو دیتا اس طرح سب لوگ شکم سیر ہو گئے۔ آخر میں آپ نے پیالہ ہاتھ میں لیا اور میری طرف دیکھکر مسکراتے ہوئے کہا کہ اب میں اور تم دونوں باقی رہ گئے ہیں، اور کہا کہ اب تم پیو، میں نے آخر میں کہا کہ یا رسول اللہ! اب ایک گھونٹ کی بھی گنجائش نہیں ہے، اس کے بعد آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور خود نوش فرمایا، [1]

فضالہؓ بن عبید کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھاتے تو اصحاب صفہ بھوک کی شدت کی وجہ سے کھڑے کھڑے زمین پر گر جاتے تھے، اور اعراب ان کو مجنون اور دیوانہ کہتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد ان کے پاس آتے اور تسلی دیتے۔

لو تعلمون ما لکم عند اللہ تعالیٰ	اگر جان جاؤ کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں تمہارے لئے
لأحببتم ان تزدادوا فاقۃ وحاجۃً	کیا اجر وثواب ہے تو خواہش کروگے کہ فقر وفاقہ میں اور زیادہ مبتلا رہو،

طلحہؓ بن عمرو بصری لیثی اصحاب صفہ میں ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ آیا وہاں کوئی جان پہچان والا نہیں تھا اس لئے صفہ میں ایک آدمی کے ساتھ رہنے لگا۔

---

[1] بخاری، [2] ترمذی،

نے کہا کہ ہمارے یہاں ایک ایک، دو دو آدمیوں کو بھیج دیا کریں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صفایا سے اصحاب صفہ اور بیرونی طلبہ کے خورد و نوش کا انتظام کیا، اموال بنی نضیر، اموال بنی قریظہ، اموال خیبر اور اموال فدک میں آپ کے خالصے تھے جن میں فقراء و مساکین، مسافر اور وفود عرب کے حصے مقرر تھے،

انصار میں حضرت سعد بن عبادہ بن دلیم اصحاب صفہ اور وفود عرب کے قیام و طعام میں سب سے آگے تھے، زمانۂ جاہلیت سے ان کے باپ دادا اور وہ خود جود و سخا میں مشہور تھے، روزانہ ان کے بالاخانہ سے اعلان کیا جاتا تھا کہ "مَنْ اَحَبَّ الشَّحْمَ وَاللَّحْمَ فَلْيَاتِ اطم دلم" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ آنے کے بعد سعد بن عبادہ کے یہاں سے آپ کے پاس کھانے کے طبق آیا کرتے تھے، ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شام کو ہمارے پاس تشریف لاتے تھے، اور ایک صحابی کے ساتھ ایک یا زیادہ اہل صفہ کو بھیج دیا کرتے تھے، بعض اوقات تقریباً دس آدمی بچ جاتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانا لایا جاتا تو سب لوگ مل کر کھاتے، اور آپ ان سے کہتے نَامُوا فِي الْمَسْجِدِ، جاؤ مسجد میں سو جاؤ، سعد بن عبادہ ہر رات اسی اصحاب صفہ کو کھانا کھلاتے تھے۔[1]

اصحاب صفہ خود بھی اپنے خورد و نوش کا انتظام کرتے تھے، اور اپنے بھائیوں پر بار بننا نہیں چاہتے تھے، بئر معونہ کے حادثہ میں جو ستر قراء شہید ہوتے، ان کے بارے میں حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں۔

وكانوا بالنهار يجيئون بالماء فيضعونه في المسجد، ويحتطبون فيبيعونه، يشترون الطعام لأهل الصفة والفقراء[2]	وہ دن میں پانی لا کر مسجد میں رکھتے تھے، اور لکڑی چن کر بیچتے اور اہل صفہ اور فقراء کے لئے کھانا خریدتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تین اہل صفہ کو اپنے یہاں بھیجا اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے یہاں کھانا کھایا، اور عشاء کے بعد مکان گئے۔ تو معلوم ہوا کہ ان لوگوں نے اب تک کھانا نہیں کھایا ہے، بیوی سے وجہ دریافت کی تو بتایا کہ وہ لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں، اس کے بعد انھوں نے کھانا کھایا اور برکت ہوئی، اہل صفہ کے خورد و نوش کا انتظام عام طور سے حضرت ابوہریرہؓ کے ذمہ تھا، وہ غزوۂ خیبر کے موقع پر مدینہ آئے، اس وقت ان کی عمر تیس سال سے زائد تھی، اور اسی وقت خدمتِ نبویؐ میں حاضر باش رہے، ان میں میزبانی اور مہمان نوازی کا خاص سلیقہ تھا، ایک غفاری مہمان کا بیان ہے کہ میں ابوہریرہ کا مہمان رہ چکا ہوں، جماعتِ صحابہ میں ان سے زیادہ مہمان نواز کسی کو نہیں دیکھا۔

انصار مدینہ اپنے باغات سے اہلِ صفہ کیلئے کھجوروں کے خوشے بھیجا کرتے تھے، جو مسجد نبوی کے دو ستونوں کے درمیان رسّی پر لٹکا دیئے جاتے تھے، اور اہل صفہ ان سے کھجوریں توڑ توڑ کر کھایا کرتے تھے۔ اس کے منتظم حضرت معاذ بن جبل تھے، یہ رسم بعد تک باقی رہی، اور اہلِ مدینہ اپنے باغات کی کھجور کے خوشے مسجدِ نبویؐ میں رسّی پر لٹکاتے تھے اور مصلّی کھاتے تھے، [1]

ان حضرات کا دار الاقامہ مسجدِ نبویؐ تھا، اس کے علاوہ اور کوئی ان کا ٹھکانا نہیں تھا، اسی میں سوتے تھے۔ طخفہ بن قیس غفاری اہل صفہ میں سے ہیں، ان کا بیان ہے کہ میں مسجدِ نبویؐ میں رات کے آخری حصہ میں شکم کے بل سویا تھا، کسی نے پیر سے مجھ کو حرکت دی اور کہا کہ اس طرح لیٹنا اللہ کو ناپسند ہے، میں نے دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے تھے۔

بیرونی طلبہ یعنی وفود اور افراد کا قیام و طعام

بیرونی طلبہ یعنی نو واردین اور وفود، دور دراز مقامات و قبائل سے درس گاہِ نبویؐ میں حاضر ہو کر قرآن سنت، تفقہ اور شرائع اسلام کی تعلیم حاصل کرتے تھے، ان کا قیام وقتی اور ہنگامی ہوتا تھا، اور واپس جا کر اپنے یہاں دینی تعلیم عام

[1] وفاء الوفاء ص ۴۵۳ تا ص ۴۵۸،

کرتے تھے، طلب علم میں طویل اسفار کر کے مشقتیں برداشت کرتے تھے، قبیلہ عبد القیس کا وفد بحرین سے خدمتِ نبویؐ میں آیا، اور ارکانِ وفد نے بیان کیا کہ ہم لوگ دُور دراز مقام سے آرہے ہیں، ہمارے آپ کے درمیان قبیلہ مضر کے کفار رہتے ہیں" اس لئے ہم شہر حرام ہی میں آپ کے یہاں آسکتے ہیں، آپ ہم کو دین کی باتیں بتائیں تاکہ ہم ان کو اپنے یہاں والوں کو بتائیں اور جنت میں داخل ہوں

وفد عبد القیس کے آنے سے پہلے ہی صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ مشرکین عبد القیس کا قافلہ آرہا ہے، اس پر کوئی جبر نہیں کیا گیا ہے بلکہ برضاء و رغبت اسلام قبول کرے گا، وہ مال کی لالچ سے بھی نہیں آرہا ہے۔ اے اللہ عبد القیس کی مغفرت فرما، وہ بہترین اہل مشرق ہیں۔

وفود کی آمد پر مدینہ میں بڑی رونق ہوجاتی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ ان کا استقبال کرتے تھے اور ان کی دلداری و میزبانی کا بہتر سے بہتر انتظام کرتے تھے، ان کی تعلیم پر خصوصی توجہ دی جاتی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ حضرت ابوبکر، حضرت اُبی بن کعب، حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت عبادہ بن صامت وغیرہ بھی ان کو قرآن، تفقہ اور شرائع اسلام کی تعلیم دیتے تھے، قبیلہ عبد القیس کے رئیس عبد اللہ الاشج کے بارے میں تصریح ہے۔

یَسْأَلُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْفِقْهِ وَالْقُرْآنِ، [1]

وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فقہ اور قرآن کے بارے میں سوالات کر رہے تھے،

وفد ثقیف کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں خیموں میں رکھا تاکہ وہ قرآن سنیں اور لوگوں کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھیں، ان میں حضرت عثمان بن ابو العاص سب سے کم عمر تھے مگر سب سے زیادہ قرآن کی تعلیم حاصل تھی، دوسرے ارکانِ وفد نے بھی قرآن پڑھا

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۱۵،

ان کے بارے میں تصریح ہے۔ وَعَلَّمُوا القرآن ان کو قرآن کی تعلیم دی گئی، [1]

وفد غامد جنۃ البقیع کے علاقہ میں اترے۔

واتوا اُبی بن کعب فعلّمھم قرآنا	اور اُبی بن کعب کے پاس آئے، انھوں نے ان کو قرآن مجید کی تعلیم دی۔

ابوثعلبہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کر کے کہا کہ مجھے ایسے شخص کے یہاں بھیج دیں جو اچھی طرح تعلیم دے، تو مجھے ابوعبیدہ بن جراح کے پاس بھیجدیا اور فرمایا۔

دفعتك الیٰ رجل یُحسن تعلیمك وادُبك۔	میں نے تم کو ایسے آدمی کے یہاں بھیجا ہے جو تم کو اچھی طرح تعلیم دے گا اور ادب سکھائے گا۔

وفد خولان کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور سے فرمایا کہ ان کو قرآن اور سنن کی تعلیم دی جائے، وفد بنی حنیفہ میں رحّال بن عنفوہ حضرت اُبی بن کعب سے قرآن کی تعلیم حاصل کرتے تھے، قبیلہ مراد کے فروہ بن مسیک حضرت سعد بن عبادہ کے یہاں اترے اور ان سے قرآن، اور اسلام کے فرائض و شرائع کی تعلیم پاتے تھے، مُسیلمہ کذّاب کے بھیجے ہوئے وفد میں وبرہ بن مشہر حنفی بھی تھے، دوسرے ارکانِ وفد واپس چلے گئے مگر وبرہ بن مشہر خدمتِ نبوی میں رہ کر قرآن کی تعلیم حاصل کرتے رہے حتّٰی کہ وصال نبوی کے بعد اپنی والدہ کے پاس مقام عِقر میں چلے گئے، وفد بہراء کے افراد اسلام لانے کے بعد کئی دن مقیم رہے اور قرآن کی تعلیم حاصل کی، وفد رُہادین نے قرآن اور فرائض کی تعلیم حاصل کی، وفد بلعنبر میں حرملہ بن عبداللہ کا بیان ہے کہ واپسی کے وقت میں نے سوچا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہ کر اور زیادہ تعلیم حاصل کروں گا، یہ سوچ کر میں ٹھہر گیا اور دوسرے ارکانِ وفد

---

[1] طبقات ابن سعد ج ا صـــ، وزاد المعاد ج ا ص ۳۱۵،

واپس چلے گئے، وفد تجیب کے افراد جلدی واپس چلے گئے، انھوں نے بتایا کہ ہم واپس جاکر اپنے یہاں کے لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور آپ سے ہم کلامی کے واقعات سنائیں گے، وفد بنی عبس نے بیان کیا کہ ہمارے قراء کے یہاں سے واپس جاکر بتایا کہ ہجرت کے بغیر اسلام معتبر نہیں ہے۔ ہمارے پاس مال و مویشی ہیں جن سے ہماری معاش و معیشت ہے، اگر یہی بات ہے تو ہم ان کو فروخت کرکے یہاں سے ہجرت کرلیں، آپ نے ان کے جذبۂ اسلام و ایثار کو دیکھکر فرمایا کہ تم اپنے وطن میں رہو تمہارے اعمال میں کمی نہیں ہوگی،

یہ بیرونی طلبہ یعنی وفودِ عرب کے افراد و اراکین عام طور سے دار رملہ بنت حارث بن ثعلبہ انصاریہ میں ٹھہرائے جاتے تھے، اس کو دار الضیافت کہا جاتا تھا، یہ مکان بہت بڑا تھا، بنو قریظہ کے چھ، سات سو قیدی اس میں رکھے گئے تھے، یہی بیرونی طلبہ کا دار الاقامہ تھا، اسی میں وفد تجیب، وفد بنی محارب، وفد خولان، وفد بنی کلاب، وفد بجیلہ، وفد بنی حنیفہ، وفد غسان، وفد عذرہ، وفد رُہاویین، وفد مذحج، وفد نخع وغیرہ ٹھہرائے گئے تھے،

اس کے علاوہ ضرورت اور حیثیت کے مطابق دوسرے مقامات میں بھی ان کا قیام ہوتا تھا، وفد غامد جنۃ البقیع میں اُترا، وفدِ دوس میں ابو ہریرہ بھی تھے، اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرۃ الدجاج میں ٹھہرایا، وفد بلی کو آپ نے بنی جدیلہ کے علاقہ میں ایک مکان میں رکھا، وفد کندہ کے ساتھ حضر موت کا وفد بھی تھا، جس میں یمن کے شاہی خاندان کے کئی افراد تھے، ان ہی میں وائل بن حجر کندی بھی تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے شایانِ شان انتظام فرمایا اور حضرت معاویہؓ سے کہا کہ ان کو حرہ کے علاقہ میں ٹھہراؤ، وفد ثقیف کے احلاف کو مغیرہ بن شعبہ نے اپنے یہاں اتارا اور بنو مالک کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجدِ نبوی کے صحن میں خیمے لگوائے، وفد زبید میں مشہور شہسوار عمر بن معدی کرب تھے، مدینہ پہونچکر پوچھا کہ بنی عمرو بن عامر کا سردار کون ہے؟

لوگوں نے سعد بن عبادہ کا نام لیا تو سواری کو ان کے مکان کی طرف موڑ دیا، حضرت سعد نے گرم جوشی سے استقبال کیا اور عربی روایت اور خاندانی عادت کے مطابق ان کی پذیرائی کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے، وفد بہراء کے ارکان مدینہ آکر مقداد بن اسود کے دروازے پر اترے، ضباعہ بنت زبیر بن عبدالمطلب کا بیان ہے کہ ہم لوگ بنی جدیلہ میں اپنے مکان میں تھے، مقداد بن اسود ہمارے پاس آئے اور حلوہ کا طبق جن کو ہم نے اپنے لئے تیار کیا تھا اٹھالے گئے اور اس سے وفدِ بہراء کی ضیافت کی، ارکانِ وفد نے شکم سیر ہو کر کھایا اور جو بچ گیا ہمارے پاس آیا، وفدِ صداء کو سعد بن عبادہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر پہلے اپنے یہاں لے گئے اور نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ ان کی ضیافت کی پھر خدمت میں پہونچا گئے، فروہ بن مسیک مرادی نے بھی سعد بن عبادہ کے یہاں ٹھہر کر قرآن، فرائض اور شرائع اسلام کی تعلیم حاصل کی، رویفع بن ثابت بلوی پہلے مدینہ میں رہ چکے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ میرے قبیلہ بنی بلی کا وفد آیا تو میں نے اس کو بنی جدیلہ میں اپنے مکان میں اتارا، اور خاطر تواضع کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گیا، ارکانِ وفد نے آپ کے قیام کے دوران دین کی تعلیم حاصل کی، اس کے بعد پھر میں ارکانِ وفد کو اپنے یہاں لایا، میرے پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھجوروں کا گٹھر لے کر آئے اور فرمایا کہ ضیافت میں اس سے کام لو، چنانچہ وہ لوگ دوسروں کی کھجوروں کے ساتھ اس کھجور کو بھی کھاتے تھے،

مقامی طلبہ یعنی اصحاب صفہ کے طعام کا انتظام حضرت ابوہریرہؓ کے ذمہ تھا۔ اور حضرت معاذ بن جبل کھجور کے خوشوں کے منتظم تھے، اور بیرونی طلبہ یعنی وفود عرب کے طعام کا انتظام حضرت بلالؓ کے ذمہ تھا، اور حضرت ثوبانؓ ان کے مددگار تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی خاطر تواضع، میزبانی، ضیافت اور حیثیت کا خاص لحاظ

رکھتے تھے، وفد بنی حنیفہ دار رملہ میں مقیم تھے، حضرت بلال صبح وشام دونوں وقت ان کا کھانا پہونچاتے تھے۔ وفد حمیر کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ اس کے قیام کا خصوصی انتظام کرکے ضیافت کریں، وفد سلامان آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلام ثوبان سے فرمایا کہ جہاں وفود ٹھہرتے ہیں ان کو بھی وہیں ٹھہراؤ، وفد عبدالقیس دس۱۰ دن تک دار رملہ بنت حارث میں مقیم رہا اور اس مدت میں بڑے اہتمام سے اس کی ضیافت ہوتی رہی، وفد تجیب کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ ان کی ضیافت بہت اچھی طرح سے کی جائے، وفد محارب دار رملہ بنت حارث میں مقیم تھا اور حضرت بلال صبح وشام ان کا کھانا پہونچایا کرتے تھے، وفد بکار کے بارے میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور سے قیام اور ضیافت کا حکم دیا۔

وفود کے ارکان بعض اوقات بہت زیادہ ہوتے تھے اور سب کے قیام و طعام اور آرام کا اطمینان بخش انتظام کیا جاتا تھا، وفد عبدالقیس میں بیس۲۰ آدمی اور وفد تمیم میں گیارہ مرد، گیارہ عورتیں، تیس۳۰ بچے تھے، ایک روایت کے مطابق کل اسّی۸۰ یا نوے افراد تھے، وفد بجیلہ میں ایک سو پچاس۱۵۰، وفد نخع میں دو سو۲۰۰، اور وفد مزینہ میں چار سو۴۰۰ افراد شامل تھے، اسی کے ساتھ عربوں کی روایت کے مطابق وفد کے ہر ہر فرد کو اس کی حیثیت کا لحاظ کرکے گراں قدر عطایا و ہدایا سے نوازا جاتا تھا، بالفاظ دیگر بیرونی طلبہ کی آمد و رفت، اور زاد سفر کے اخراجات درسگاہ سے دئے جاتے تھے جس کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اموال وصفایا میں مخصوص حصّے تھے،

مدینہ کی دوسری درسگاہیں

مسجد نبویؐ کی مرکزی درسگاہ کے علاوہ عہد رسالت میں جگہ جگہ تعلیم و تعلّم کا انتظام تھا، مدینہ منورہ میں مسجدوں، محلّوں، قبیلوں، مجلسوں حتیٰ کہ راستوں میں تعلیم و تعلّم کا سلسلہ جاری تھا،

اور کتاب وسنت اور فقہ کے مذاکرے ہوتے تھے، ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں ایک طبقہ کی تعریف وتوصیف فرماکر کہا کہ کیا بات ہے کہ کچھ لوگ اپنے پڑوسیوں کو نہ تفقہ فی الدین کی تعلیم دیتے ہیں، نہ ان کو علم سکھاتے ہیں، نہ وعظ ونصیحت سناتے ہیں، نہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں، اور کیا بات ہے کہ کچھ لوگ اپنے پڑوسیوں سے نہ علم حاصل کرتے ہیں، نہ تفقہ سیکھتے ہیں، نہ وعظ ونصیحت قبول کرتے ہیں، لوگوں کو چاہئے کہ اپنے پڑوسیوں کو تعلیم دیں، ان کو تفقہ سکھائیں، وعظ ونصیحت اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں، اور لوگوں کو چاہئے کہ اپنے پڑوسیوں سے علم حاصل کریں، ان سے تفقہ کی تعلیم لیں، اور وعظ ونصیحت قبول کریں، ورنہ خدا کی قسم ان سب لوگوں کو سزا دوں گا، یہ کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے تو صحابہ آپس میں کہنے لگے کہ بتاؤ آپ نے کن لوگوں کے بارے میں یہ باتیں کہی ہیں، بعض لوگوں نے بتایا کہ اشاعرہ مراد ہیں، یہ لوگ اہل علم وفقہ ہیں اور ان کے پڑوسی جاہل اور بدوی لوگ ہیں، جب یہ بات اشاعرہ کو معلوم ہوئی تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یا رسول اللہ! آپ نے ایک جماعت کا تذکرہ خیر کے ساتھ فرمایا اور ہمارا تذکرہ زجر وتوبیخ کے ساتھ فرمایا، ہمارا کیا قصور ہے؟ آپ نے ان سے وہی باتیں بیان کیں، اور اشاعرہ نے کہا یا رسول اللہ! آپ ہم کو ایک سال کی مہلت دیں، آپؐ نے اُن کی درخواست قبول فرمائی تاکہ اس مدت میں وہ اپنے علاقہ کے لوگوں کو تفقہ کی تعلیم دیں، علم سکھائیں اور وعظ ونصیحت سنائیں۔ [1]

اس کے بعد اشاعرہ نے ایک سال میں اپنے اطراف کے جاہلوں اور اعرابیوں کو قرآن وسنّت اور فقہ کی تعلیم سے آراستہ کر دیا اور جگہ جگہ تعلیم وتعلّم کی سرگرمی جاری ہوگئی،

---

[1] جمع الفوائد ج ۱ ص ۵۲۔

خانگی درسگاہیں اس دور میں مدینہ میں گھر گھر قرآن کی تعلیم کا رواج ہوگیا، خانگی مکاتب جاری ہوگئے، صحابہ اور ان کے لڑکے، پوتے اور بیویاں تک قرآن کی تعلیم سے بہرہ ور ہوگئیں، ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم دین اٹھ جانے کی بات کہی تو حضرت زیادؓ بن لبید انصاری بیاضی نے آپؐ سے عرض کیا،

كيف يختلس منا وقد قرءنا القرآن فوالله لنقرأنه، ولنقرأنه نساءنا وأبناءنا۔ [1]

علم ہم میں سے کیسے اٹھا لیا جائے گا؟ حالانکہ ہم نے قرآن پڑھ لیا ہے، خدا کی قسم ہم اس کو پڑھتے ہیں۔ ہماری عورتیں اس کو پڑھتی ہیں، ہمارے لڑکے اس کو پڑھتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے

فقلت یارسول الله وكيف يذهب العلم وقد اثبت ووعته القلوب۔ [2]

میں نے کہا یا رسول اللہ! علم کیسے ختم ہو جائیگا وہ پھیل چکا ہے اور ہمارے دلوں نے اس کو محفوظ کر لیا ہے،

ایک اور روایت میں زیاد بن لبید سے منقول ہے

قالوا یارسول الله وكيف يذهب العلم ونحن نقرء القرآن، ونقرءه أبناءنا ويقرأه أبناؤنا أبناءهم [3]

صحابہ نے کہا یا رسول اللہ! علم کیسے ختم ہو جائے گا؟ ہم قرآن پڑھتے ہیں، اپنے لڑکوں کو پڑھاتے ہیں اور ہمارے لڑکے اپنے لڑکوں کو پڑھاتے ہیں

ان روایات سے مدینہ میں قرآن اور دینی تعلیم کیلئے خانگی مکاتب کی کثرت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

قرآن کی شبینہ درسگاہ عہد نبویؐ میں مدینہ میں قرآن کی تعلیم کے لئے شبینہ درسگاہیں بھی جاری تھیں جن میں کثیر تعداد میں

---

[1] ترمذی، ابواب العلم، باب ماجاء فی ذہاب العلم، [2] اصابہ ج۲ ص۴۸۳، [3] اسد الغابہ ج۲ ص۲۶۲،

صحابہ شریک ہوکر اپنے مقری و معلم سے قرآن پڑھتے تھے اور وہیں رات بسر کرتے تھے، اور صبح کو اپنے اپنے کام میں لگ جاتے تھے ،

ذکر أنس بن مالك رضی اللہ عنہ سبعین رجلاً من الأنصار کانوا إذا جنهم اللیل آووا الی معلم لهم بالمدینة یبیتون یدرسون القرآن، فإذا أصبحوا فمن کانت عنده قوة أصاب الحطب واستعذب من الماء ومن کانت عنده سعة أصابوا الشاة فأصلحوها،

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے انصار کے ستر لوگوں کے متعلق بیان کیا ہے کہ جب رات ہو جاتی تو وہ مدینہ میں اپنے معلم کے یہاں جاتے اور قرآن پڑھنے میں رات گذارتے تھے ، اور صبح کو اٹھکر جس میں طاقت ہوتی لکڑی اور میٹھا پانی لاتا، اور جس کو وسعت ہوتی بکری لے کر اس کی دیکھ ریکھ کرتا تھا۔

اس شبینہ درسگاہ کا انداز بتا رہا ہے کہ اس میں رات بھر قرآن خوانی کی چہل پہل رہتی رہی ہوگی ، اور صحابہ بڑے ذوق و شوق کے ساتھ ہوتے رہے ہونگے نیز اس طرح کی شبینہ درسگاہیں مختلف قبائل اور ان کی مسجدوں میں بھی قائم ہوتی رہی ہوں گی ۔

عہد نبوی میں مدینہ کی مسجدوں کے امام عام طور سے قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے اس میں رات اور دن کی قید نہیں تھی ، درسگاہِ نبوی کے فارغین و فضلاء امام مقرر کئے جاتے تھے ، جو امامت کے ساتھ تعلیم بھی دیتے تھے ۔

مجاہدین میں تعلیم و تعلّم

حضرات صحابہ جہاد اور غزوات میں قرآن پڑھتے پڑھاتے تھے، دشمن کے علاقہ میں قرآن لیجانے کی ممانعت تھی، مگر اس کی تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری رکھا جاتا تھا، صحیح بخاری کی ایک روایت

میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ دشمنوں کے علاقہ میں قرآن پڑھتے پڑھاتے تھے،

عن ابن عمر، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقد سافر النبی صلی اللہ علیہ وسلم و اصحابہ فی أرض العدو، وھم یعلمون القرآن۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے دشمنوں کے علاقہ میں سفر کیا اور صحابہ قرآن پڑھاتے تھے۔

جب کوئی سریہ روانہ ہوتا تو اس میں صحابہ کرام زیادہ سے زیادہ شریک ہو جاتے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور چند صحابہ کرام مدینہ میں رہ جاتے تھے، اس درمیان میں قرآن کا نزول ہوتا تو اس سے شرکاءِ سریہ بے خبر ہوتے تھے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی

وما کان المؤمنون لینفروا کافۃ، فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین، ولینذروا قومھم إذا رجعوا إلیھم لعلھم یحذرون،

اور مومنوں کو یہ نہ چاہئے کہ سب نکل جائیں، پس ایسا کیوں نہ ہو کہ ہر جماعت سے چند لوگ جائیں، تاکہ باقی لوگ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں، اور تاکہ ڈرائیں اپنی قوم کو جب وہ واپس آئیں تاکہ وہ لوگ ڈریں،

اس کے بعد صحابہ کی ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہ کر نازل شدہ قرآن کی تعلیم واپس آنے والے مجاہدین کو دیا کرتی تھی، اسی طرح جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ میں صحابہ کے ساتھ جاتے تو اس درمیان میں جتنا قرآن نازل ہوتا اس کی تعلیم واپس آنے والے صحابہ مدینہ میں رہ جانے والے ماذون و معذور لوگوں کو دیتے تھے۔[2]

جگہ جگہ تعلیم و تعلم

حضرات صحابہؓ اپنی مجلسوں میں قرآن و تفقہ کے تعلیم و تعلم اور مذاکرہ کا سلسلہ جاری رکھتے تھے، حضرت ابو سعید خدریؓ کا بیان ہے۔

کان أصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ جب بیٹھتے تھے

---

[1] بخاری، باب السفر بالمصاحف الی ارض العدو، ج ۲ ص ۴۱۱۔ [2] الجرح والتعدیل ج ۱ ص ۲۰۳

إذا قعدوا يتحدثون، كان حديثهم الفقه إلا أن يأمروا رجلاً فيقرء عليهم سورة أو يقرء رجل سورة من القران[1]	تو آپس میں گفتگو کرتے تھے، ان کی گفتگو تفقہ فی الدین ہوتی تھی الا یہ کہ کسی آدمی کو حکم دیتے اور ان کے سامنے کوئی سورہ پڑھتا، یا اپنے طور پر کوئی آدمی قرآن کی کوئی سورہ پڑھتا تھا،

جو صحابہ مجلسِ نبوی میں اپنی معاشی مصروفیات یا اور کسی وجہ سے شریک نہیں ہو سکتے تھے، حاضرینِ مجلس ان سے وحی اور حدیث بیان کرتے تھے اور ان میں باہمی تعلیم و تعلّم کا سلسلہ جاری تھا، حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ عوالی مدینہ میں قبیلہ بنی امیہ بن زید میں میرا ایک انصاری پڑوسی تھا، ہم دونوں باری باری سے مجلس میں حاضر ہوتے تھے، جس دن میں جاتا تھا پڑوسی کو وحی و حدیث بتاتا تھا اور جس دن وہ جاتا تھا مجھ کو بتاتا تھا، [2] حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ جو حدیثیں ہم تم لوگوں سے بیان کرتے ہیں ان سب کو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سُنا ہے اس وقت لوگ جھوٹ نہیں بولتے تھے اور ہم ایک دوسرے کی تکذیب نہیں کرتے تھے، حضرت براءؓ بن عازب کا بیان ہے کہ ہم اپنے معاش و معیشت میں مصروف رہا کرتے تھے، ہم سے ہمارے احباب حدیثیں بیان کرتے تھے، [3] صحابہ راستوں میں بیٹھ کر باتیں کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا تو انھوں نے کہا کہ

يارسول الله، مالنا بُدٌّ من مجالسنا نتحدث فيها،	یارسول اللہؐ ہماری یہ مجلسیں اس لئے ضروری ہیں کہ ہم یہاں آپس میں حدیث بیان کرتے ہیں

آپ نے فرمایا کہ اچھا تم لوگ راستہ کے حقوق ادا کرتے رہو، [4]

ان تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ میں گلی گلی، کوچہ کوچہ۔ کتاب و سنت اور تفقہ کا چرچا رہتا تھا، بڑے بوڑھے، جوان، مرد، عورتیں، بچے سب دینی علوم پڑھتے

[1] طبقات ابن سعد ج ۲ ق ۲ ص ۱۳۳، [2] بخاری، [3] جمع الفوائد ج ۱ ص ۵۱، [4] بخاری و مسلم،

پڑھاتے تھے، اور مختصر مدت میں تعلیم یوں عام ہو گئی تھی کہ پورا شہر دَارُالعِلم بن گیا تھا،

مختلف قبائل و مقامات میں معلموں کی تقرری!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دور دراز مقامات اور قبائل میں یوں تعلیم کا انتظام کیا کہ مدینہ کے فضلاء و فارغین یعنی حضرات قرّاء کو مبلغ و معلم بنا کر روانہ فرمایا جن میں مقامی اور بیرونی دونوں قسم کے اہلِ علم ہوتے تھے، وفد عبدالقیس کو ضروریاتِ دین کی تعلیم دینے کے بعد ان سے کہا،

احفظوہ وأخبروہ من وراء کم[1] ان کو یاد کر لو اور جو تمہارے پیچھے رہ گئے ہیں ان کو بھی بتا دو۔

وفد بنو عبس کی آمد سے پہلے ان کے آدمی مدینہ آکر دینی تعلیم حاصل کر چکے تھے اور واپس جا کر ان کو تعلیم دی تھی، چنانچہ ان لوگوں نے خدمتِ نبوی میں حاضر ہو کر بتایا،

إنه قدم علینا قرّاءنا فأخبرونا الخ[2] ہمارے قرّاء نے آپ کے پاس سے آکر ہم کو بتایا،

وفد ثقیف کے امام و امیر حضرت عثمان بن ابو العاص تھے، ان کے بارے میں تصریح ہے

فکان یصلی بھم، ویقرء ھم القرآن[3] وہ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے، اور ان کو قرآن کی تعلیم دیتے تھے۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

تعلیمی امور کے سلسلہ میں یہ واقعہ بڑا غمناک ہے کہ قبیلہ عضل اور قارہ کی ایک جماعت نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یا رسول اللہ! ہمارے یہاں اسلام پھیل گیا ہے، آپ اپنے صحابہ کی ایک جماعت ہمارے ساتھ روانہ کر دیں۔ جو ہم کو دین کی تعلیم دیں، قرآن پڑھائیں اور اسلام کے شرائع اور ارکان سکھائیں، ان کی درخواست پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ قرّاء اور حفاظِ قرآن کو ان کے ساتھ کر دیا جن کے نام یہ ہیں، مرثد بن ابو مرثد غنوی، خالد بن بکیر لیثی، عاصم بن ثابت بن ابو افلح، خبیب بن عدی، زید بن دثنہ بن معاویہ، عبداللہ بن طارق رضی اللہ تعالیٰ عنہم، جب یہ حضرات چشمہ رجیع پر پہونچے

[1] بخاری [2] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۲۹۶، [3] طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۵۰۸

تو ان کفار نے سب کو شہید کردیا، اور حضرت خبیب بن عدی کو مکہ لاکر فروخت کردیا، اور کفارِ مکہ نے ان کو بھی شہید کردیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد عتاب بن اسید کو امارت دی اور معاذ بن جبل کو اہل مکہ کی تعلیم پر مقرر کیا، ابن اسحاق کا بیان ہے کہ

انصرف رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راجعًا إلی المدینۃ، واستخلف عتاب بن اسید علی مکۃ، وخلّف معہ معاذ بن جبل یفقّہ الناس فی الدین ویعلّمھم القرآن [1]	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ واپس ہوئے اور عتاب بن اسید کو مکہ کا امیر بنایا اور معاذ بن جبل کو وہیں چھوڑا تاکہ وہ اہل مکہ کو تفقہ فی الدین کی تعلیم دیں اور ان کو قرآن پڑھائیں،

ابن سعد نے اس کو اس طرح بیان کیا۔

إنّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلّف معاذ بن جبل بمکۃ حین وجہ إلی حنین یفقہ أھل مکۃ ویقرؤھم القرآن۔ [2]	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین جاتے وقت معاذ بن جبل کو مکہ میں چھوڑا تاکہ اہل مکہ کو فقہ کی تعلیم دیں اور قرآن مجید پڑھائیں۔

نجران کے قبیلہ بنو حارث بن کعب کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید کو چار سو اسلامی لشکر کے ساتھ بھیجا اور فرمایا کہ جنگ سے پہلے ان کو تین بار اسلام کی دعوت دیں، چنانچہ اس دعوت پر وہ لوگ برضا ورغبت مسلمان ہوگئے اور خالد بن ولید نے وہاں قیام کرکے بنو حارث بن کعب کو دینی تعلیم دی۔

ونزل بین أظھرھم یعلّمھم الإسلام وشرائعہ وکتاب اللہ وسنۃ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم، [3]	خالد بن ولید بنو حارث بن کعب کے درمیان رہ کر ان کو اسلام، شرائع اسلام، قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی تعلیم دیتے ہے

[1] سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۳۰۰، [2] طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۳۴۸، [3] طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۷۲،

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل اور ابو موسیٰ اشعری کو یمن بھیجا اور ان کو حکم دیا کہ

ان یُعلّما الناس القرآن۔ — دونوں لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیں،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امراء وعمال صرف امیر وحاکم ہی نہیں تھے بلکہ مبلغ ومعلم اور امام ومقری بھی تھے اور قرآن وسنت، تفقہ اور شرائع اسلام کی تعلیم دیتے تھے، معاذ بن جبل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کے صوبہ جند کا امیر قاضی بنایا، اسی کے ساتھ وہ دین کی تعلیم بھی دیتے تھے، خلیفہ بن خیاط نے لکھا ہے۔

ومعاذ بن جبل علی الجند، والقضاء وتعلیم الناس الاسلام وشرائعہ وقراءۃ القرآن، [1] — معاذ بن جبل، صوبہ جند میں قضاء، لوگوں کو اسلام اور شرائع اسلام اور قرآن کی تعلیم پر مقرر تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو زید انصاری اور عمرو بن عاص سہمی کو عمان کے دونوں حکمرانوں عبید بن جلندی اور جیفر بن جلندی کے پاس بھیجا اور دونوں بھائیوں نے اسلام قبول کیا، آپ نے اپنے امراء ومبلغین کو حکم دیا تھا،

ان أجاب القوم إلی شہادۃ الحق، وأطاعوا اللہ ورسولہ فعمرو الأمیر، وأبوزید علی الصلوٰۃ وأخذ الإسلام علی الناس وتعلیمہم القرآن والسنن۔ [2] — اگر وہاں کے لوگ شہادتِ حق قبول کرلیں اور اللہ ورسول کی اطاعت کریں تو عمرو بن عاص امیر ہوں گے اور ابو زید نماز پڑھائیں گے لوگوں سے اسلام کا عہد وپیمان لیں گے اور ان کو قرآن وسنت کی تعلیم دیں گے۔

وصالِ نبویؐ تک دونوں حضرات مفوضہ خدمات انجام دیتے رہے، ایک روایت کے مطابق ابو زیدؓ انصاری اس سے پہلے ہی واپس آگئے تھے۔

---

[1] تاریخ خلیفہ بن خیاط ج ۱ ص ۶۱، [2] فتوح البلدان ص ۸۵۔

ابن سعد کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علاء بن حضرمی کو بھی زکوٰۃ کی وصولی اور تعلیم قرآن کے لئے اہلِ عمان کے یہاں روانہ فرمایا تھا

أسلم أهل عمان فبعث إليهم رسول الله صلى الله عليه وسلم العلاء بن الحضرمي لتعليمهم شرائع الإسلام ويصدق اموالهم، [1]	اہل عمان مسلمان ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علاء بن حضرمی کو اسلامی احکام کی تعلیم اور زکوٰۃ کی وصولی کے لئے بھیجا۔

یمن سے چند لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہا کہ

ابعث فينا من يفقهنا في الدين ويعلمنا السنن، ويحكم فينا بكتاب الله،	آپ ہمارے یہاں کسی کو بھیجیں جو ہم کو تفقہ فی الدین سکھائے، احادیث وسنن کی تعلیم دے اور کتاب اللہ سے ہمارے فیصلے کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ تم جاؤ

ففقههم في الدين وعلمهم السنن واحكم فيهم بكتاب الله۔	ان کو تفقہ فی الدین سکھاؤ، سنن کی تعلیم دو اور کتاب اللہ سے فیصلہ کرو

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ وہاں کے لوگ ناسمجھ و کم فہم ہیں میرے پاس ایسے معاملات لائیں گے جن کے بارے میں مجھے علم نہیں ہوگا، آپؐ نے ان کے سینے پر ہاتھ رکھکر فرمایا کہ جاؤ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا،

اور حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ اہل یمن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس درخواست کی کہ

ابعث معنا رجلاً يُعلّمنا القرآن۔	آپ کسی کو ہمارے ساتھ کر دیں جو ہم کو قرآن کی تعلیم دے۔

[1] طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۵۱،

آپ نے ابو عبیدہ کو یہ کہہ کر ان کے ساتھ کر دیا کہ ھٰذا امین ھٰذہ الأمۃ [1]

اسی طرح آپ نے عمرو بن حزم کو اہل یمن کے پاس بھیجا تاکہ زکوٰۃ کی وصولیابی کے ساتھ ان کو قرآن، سنت اور فقہ کی تعلیم دیں، اس سلسلہ میں آپ نے ان کے نام مفصل مکتوب روانہ فرمایا جس میں اسلامی احکام مذکور ہیں۔

عمارؓ بن یاسر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنو قیس کی ایک شاخ کے پاس بھیجا، ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو قبیلۂ بنو قیس کے یہاں بھیجا تاکہ میں ان کو اسلام کے شرائع اور احکام کی تعلیم دوں۔

❖❖❖❖❖❖❖

---

[1] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۲۶۷،
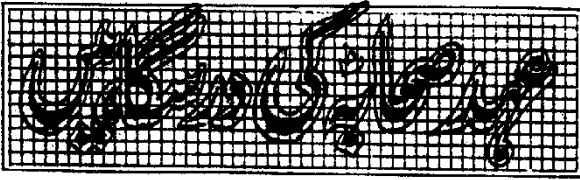
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد برکۃ الاسلام، عصابۃ الایمان، عسکر القرآن، جند الرحمٰن درسگاہ نبوت کے فضلاء و فارغین حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کتاب و سنت، فقہ و فتویٰ اور دینی علوم کے حامل و ناشر اور معلم و ترجمان تھے، جن کے بارے میں صحابہ و تابعین کا بیان ہے۔

کان أصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم أبر ھذہ الأمۃ قلوبا، و أعمقھا علماً و أقلھا تکلفاً، و أحسنھا خلقاً و أصدقھا إیماناً اولئك قوم إختارھم اللہ لصحبۃ نبیہ و تبلیغ دینہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اس امت میں سب سے زیادہ پاکیزہ دل، علم میں سب سے زیادہ گہرے، تکلف میں سب سے کم، اخلاق میں سب سے بہتر، ایمان میں سب سے سچے تھے، ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت اور اپنے دین کی تبلیغ کے لئے منتخب کیا تھا۔

وصال نبوی کے وقت ایسے صحابہ کی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی جنھوں نے براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور آپ سے احادیث سنیں، حافظ ابن حجر نے لکھا ہے

توفی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و من رآہ و سمع منہ زیادۃ علی مائۃ الف انسان من رجل وامرأۃ کلھم قد روی عنہ سماعاً ورؤیۃ۔

(اصابہ ج ۱ ص ۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایک لاکھ سے زیادہ انسان تھے جنھوں نے آپ کو دیکھا اور آپ سے سنا تھا، ان میں مرد عورت سب تھے اور ان سب کے سب نے آپ کو دیکھ کر اور آپ سے سن کر روایت کی ہے۔

ان مردوں اور عورتوں میں مقامی اور بدوی سب ہی شامل تھے۔ ان میں بہت سے حضرات طویل الصحبت اور بہت سے قصیر الصحبت ہیں اور یہ سب صحابہ وصحابیات جہاں جہاں رہے مختلف مناسبات واوقات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت وتاکید کے مطابق دین کی معلومات دوسروں تک پہونچاتے رہے اور اپنے اپنے حلقوں اور مجلسوں میں کتاب وسنت، فقہ وفتویٰ کی تعلیم دیتے رہے

بلاد اسلامیہ میں صحابہ کا ورود اور دینی علوم کی نشر واشاعت

وصال نبوی کے بعد خلافت راشدہ میں فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا تو نئے نئے مفتوحہ علاقوں میں حضرات صحابہ نے اقامت اختیار کی، اور امارت قضاء، تعلیم، جہاد وغیرہ میں لگ کر دینی علوم واحکام کی تعلیم وتبلیغ کی خدمت انجام دی، امام ابو محمد عبدالرحمٰن بن ابو حاتم رازیؒ نے کتاب الجرح والتعدیل کے مقدمہ میں لکھا ہے۔

ثم تفرقت الصحابة رضی اللہ عنہم فی النواحی والامصار، والثغور، وفی فتوح البلدان والامارۃ والقضاء، و الاحکام فبث کل واحد منہم فی ناحیتہ وبالبلد الذی ھو بہ ما وعاہ وحفظہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحکموا بحکم اللہ عزوجل وامضوا الامور علی ماسن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وافتوا فی ما سئلوا عنہ مما حضرھم من جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن	حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم عالم اسلام کے اطراف ونواحی، بلاد وامصار، سرحدات میں اور فتوحات امارت، قضاء اور تبلیغ احکام کے سلسلہ میں پھیل گئے اور ان میں سے ہر ایک نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنا دیکھا اور یاد کیا تھا سب کو عام کیا، اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے موافق ہر معاملہ میں عمل کیا، اور ان سے کئے گئے سوال میں وہی فتویٰ دیا جو اس جیسے سوال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا تھا، لوگوں

نظائرھا من المسائل وجردوا انفسھم مع حسن النیة والقربة الی اللہ تقدس اسمہ لتعلیم الناس الفرائض والاحکام والسنن والحلال والحرام حتی قبضھم اللہ عزوجل رضوان اللہ ومغفرتہ ورحمتہ علیھم اجمعین[1]

کو فرائض، احکام، سنن، حلال، حرام کی تعلیم کے لئے حسن نیت اور تقرب خداوندی کے جذبہ کے ساتھ اپنے آپ کو وقف کردیا اور اسی میں زندگی بسر کی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انکو اٹھالیا

عالم اسلام کا کوئی علاقہ یا شہر ایسا نہیں تھا جس میں صحابہ نہ پہونچے ہوں، کتنے حضرات وہیں رہ گئے اور بعض حضرات چند مہینوں یا چند سالوں تک رہے اور ان سب نے اپنے اپنے علم ومعلومات کے مطابق تعلیم دی۔

ایک قول کے مطابق تیس ہزار (۳۰۰۰۰) صحابہ مدینہ منورہ میں اور تیس ہزار صحابہ عرب کے قبائل میں تھے، ولید بن مسلم کا بیان ہے کہ ملک شام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے والی دس ہزار آنکھیں تھیں، صرف شہر حمص میں پانچ سو صحابہ تھے، قتادہ کا بیان ہے کہ کوفہ میں ایک ہزار پچاس صحابہ آئے ان میں چودہ بدری صحابہ تھے، ایک روایت میں ہے کہ کوفہ میں اصحاب شجرہ میں سے تین سو، اور اصحاب بدر میں سے ستر صحابہ آئے[2] اسی طرح مختلف مقامات میں درسگاہ نبوت کے فضلاء نے جاکر علم دین کی تعلیم واشاعت میں حصہ لیا۔

ہر جگہ اور ہر موقع پر تعلیم و تعلم کا سلسلہ

مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ، کوفہ، بصرہ، دمشق، حمص مصر اور عالم اسلام کے بڑے بڑے شہروں میں قرآن کی قرأت وحفظ، تفسیر، حدیث کی روایت اور تفقہ فی الدین کی تعلیم کے لئے جوامع و مساجد میں مستقل حلقات اور مجالس کا انتظام ہوتا تھا جہاں علمائے صحابہ تعلیم وافتاء کی خدمت انجام دیتے تھے، اس کے علاوہ حسب ضرورت وموقع تعلیم کا سلسلہ جاری رہتا تھا اور حضرات صحابہ کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے، جنگ یمامہ میں حضرت جابر بن عبداللہ

---

[1] تقدمۃ الجرح والتعدیل ص۸ ۔ [2] تدریب الراوی ص۴۰۵ و ص۴۰۶، وطبقات ابن سعد ج۶ ص۹ ۔

سلمی رض زخمی ہو گئے اور قریب ہی مقام عقر میں علاج کے لئے ٹھہر گئے، اس مدت قیام میں وہاں کے لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیتے رہے یہاں تک کہ صحت یاب ہو کر واپس ہوئے[1] جنگ یمامہ میں شہید ہونے والے مسلمانوں میں پچاس یا تیس حفاظِ قرآن تھے[2]

عہد فاروقی میں آذربیجان سرکشی کے بعد دوبارہ فتح کیا گیا، امیر لشکر اشعث بن قیس نے وہاں عربوں کو آباد کیا، انھوں نے مقامی لوگوں کو دعوت اسلام دی اور حضرت علی رض کے دور میں جب اشعث بن قیس امیر بن کر آئے تو دیکھا کہ اکثر باشندے مسلمان ہو کر قرآن کی تعلیم پا چکے ہیں[3] حضرت معاویہ رض کے زمانہ میں رودس (رڈوشیا) کی فتح کے بعد اسلامی لشکر سات سال تک وہاں کے قلعہ میں مقیم رہا، اسی میں مجاہد بن جبر رح بھی تھے وہ اسلامی لشکر کو قرآن کی تعلیم دیتے تھے نیز انھوں نے قسطنطنیہ کے قریب آوا دنابی جزیرہ میں قرآن کی تعلیم دی۔[4] معرف بن عبداللہ بن شخیر نے ایک مرتبہ حضرت عمار بن یاسر رض سے اثنائے گفتگو کہا کہ

یقیم مقیمنا یتعلو القرآن ویغزو الغازی واذا قدم الغازی اقام یتعلو وغزا المقیم۔[5]	ہمارا آدمی مقیم رہ کر قرآن کی تعلیم حاصل کرتا ہے، اور مجاہد جہاد کرتا ہے، اور جب مجاہد واپس آکر تعلیم حاصل کرتا ہے تو مقیم جہاد پر جاتا ہے۔

جو صحابہ عرب کے قبائل میں رہتے تھے وہ اپنے قبیلہ اور مقامی لوگوں کو قرآن اور تفقہ کی تعلیم انفرادی اور اجتماعی دونوں صورتوں میں دیا کرتے تھے حضرات صحابہ جہاں اور جب بیٹھتے تھے آپس میں تعلیم و تعلم کا سلسلہ شروع کر دیتے تھے، حضرت ابو سعید خدری رض کا بیان ہے کہ صحابہ جب بیٹھتے تھے تو آپس میں حدیث بیان کرتے تھے جو فقہ سے متعلق ہوتی تھی، ورنہ

---

[1] تاریخ کبیر ج ۲ قسم ۲ ص۱۸۴۔ [2] تاریخ خلیفہ بن خیاط، ج ۱ ص۹۔ [3] فتوح البلدان ص۳۳۱ [4] ایضاً ص۲۳۶
[5] طبقات ابن سعد ج ۳ ص۵۸۔ [6] طبقات ابن سعد ج ۱ ص۳۳۲۔

کسی سے قرآن پڑھنے کو کہتے اور وہ کوئی سورہ سناتا تھا۔[۱]

صحابہ تعلیم دین پر اجرت نہیں لیتے تھے

حضرت عمرؓ نے بچوں کی تعلیم کے لئے مکاتب (کتاتیب) کا انتظام کیا اور ان کے معلمین کیلئے مشاہرہ اور تنخواہ جاری کی، مگر فقہاء صحابہ کے تعلیمی حلقے اور مجلسیں بالکل حسبۃً للہ تبلیغ دین اور اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللہ کے اصول پر منعقد ہوتی تھیں، اور اس کے لئے مشاہرہ اور وظیفہ مقرر نہیں تھا، سنہ ۲۰ھ میں حضرت عمرؓ نے بیت المال سے وظیفہ کا انتظام کیا اور حسب حیثیت لوگوں کے جو وظیفے مقرر کئے گئے وہی ان کے لئے کافی تھے، دینی علوم کی تعلیم شہروں کی امارت جہاد فی اللہ قضاء اور اسی قسم کے منصب کے لئے علیحدہ رقم اور وظیفہ کا انتظام نہیں تھا، حضرات صحابہ میں ایسے لوگ بھی تھے جو اپنا وظیفہ لینا پسند نہیں کرتے تھے اور بعض اپنے مقررہ وظیفہ سے کم لیتے تھے، وہ کار نبوت پر اجرت تو کیا لیتے تھے خود طالب علموں کو اپنے مال سے حصہ دینے پر آمادہ تھے، حضرت ابن عباس نے ابو جمرہ سے کہا تھا کہ تم میرے یہاں رہو، میں تم کو اپنے مال سے حصہ دوں گا۔ حضرت ابوالدرداء نے اہل دمشق کو علم کی ترغیب دیتے ہوئے ان سے کہا تھا ما یمنعکم من مودتی وانما مؤنتی علی غیرکم تم کو میری مودت وصحبت سے کیا چیز مانع ہے؟ میرا بار تمہارے علاوہ (اللہ تعالیٰ اور بیت المال) پر ہے[۲] البتہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے بیت المال کے وظیفہ کے علاوہ اپنے عہدہ داروں کو زائد مدد دی تھی، انھوں نے عمار بن یاسرؓ کو کوفہ کا امیر اور عبداللہ بن مسعودؓ کو معلم اور وزیر بنا کر بھیجا، اسی کے ساتھ عثمان بن حنیفؓ کو عراق کی زمین کی پیمائش پر مقرر کیا اور ان تینوں حضرات کے لئے روزانہ ایک بکری کا حکم دیا جس کا آدھا گوشت عمار بن یاسرؓ کو اور ایک چوتھائی عبداللہ بن مسعودؓ کو اور ایک چوتھائی عثمان بن حنیفؓ کو ملتا تھا[۳] یہ تعاون حضرت عمرؓ نے اپنے صواب دید اور مصلحت کے تحت کیا تھا، اس میں ان حضرات کی طلب وخواہش کو دخل نہیں تھا، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

---

[۱] طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۳۷۳۔ [۲] صفۃ الصفوۃ ج ۱ ص ۲۵۸۔ [۳] طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۲

کے وظیفہ کی رقم بیت المال میں پڑی تھی، ان کے انتقال کے بعد ان کے وصی حضرت زبیر بن عوام نے حضرت عثمانؓ سے کہا کہ ابن مسعود کا وظیفہ مجھے دیدیں، ان کے اہل وعیال بیت المال سے زیادہ اس کے حقدار ہیں، تو حضرت عثمان رضؓ نے ان کو پندرہ ہزار درہم دیئے[1] جن حضرات کے استغنار کا یہ حال تھا کہ ان کے وظیفہ کی رقم بیت المال میں پڑی رہتی تھی وہ دینی خدمت پر اجرت کیا لیتے؟

صحابہ کی تعلیم و روایت ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر تھی

حضرات صحابہ نے قرآن و حدیث اور فقہ و فتویٰ کے بارے میں جو تعلیمی و تبلیغی خدمات انجام دی ہیں وہ ہر اعتبار سے بے غبار اور لائق اعتبار ہیں، ان میں کسی قسم کے شک و شبہ کی مطلق گنجائش نہیں ہے، الصحابۃ کلھم عدول تمام صحابہ عادل، ثقہ، ثبت ہیں، البتہ ان میں نسیان، ذہول اور وہم کا احتمال بشری تقاضے کے مطابق ہو سکتا ہے جس کا برملا اظہار و اعتراف کر کے حدیث بیان کرنے سے انکار اور معذرت کر دیا کرتے تھے اور بیان بھی کرتے تھے تو شدتِ احتیاط سے کام لیتے تھے۔

یزید بن حیان، حصین بن سبرہ اور عمر بن مسلم ایک مرتبہ حضرت زید بن ارقم رضؓ کی خدمت میں گئے اور کہا کہ آپ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی حدیث بیان کریں حضرت زید بن ارقم نے ان سے کہا کہ

یا ابن اخی لقد کبرت سنی و قدم عھدی ونسیت بعض الذی کنت أعی من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فما حدثتکم فاقبلوا وما لا فلا تکلفونیہ[2]	اے بھتیجے! میرا سن زیادہ ہو چکا ہے، صحبت نبوی کو زمانہ ہو گیا ہے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنکر جو کچھ یاد کیا تھا ان میں سے بعض باتوں کو بھول چکا ہوں، لہذا میں جو کچھ تم لوگوں سے بیان کروں اسکو لیلو

[1] فتوح البلدان ص۴۴۷ ۔ [2] صحیح مسلم بحوالہ ریاض الصالحین ص۱۱۱۔

اور جو نہ بیان کروں اسکے بارے میں مجھے مکلّف نہ کرو۔

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کا بیان ہے کہ ہم نے زید بن ارقم سے کہا کہ ابو عمرو! ہم سے حدیث بیان کریں تو کہا کہ۔

قد کبرنا ونسینا والحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شدید۔	ہماری عمر زیادہ ہو چکی ہے اور ہم بھول چکے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرنا بہت اہم بات ہے۔

علاء بن سعد بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ ایک صحابیٔ رسول سے لوگوں نے کہا کہ جس طرح فلاں فلاں حدیث بیان کرتے ہیں، آپ بھی کیوں نہیں بیان کرتے ہیں؟ انھوں نے اس کے جواب میں کہا۔

ما بی ان لا اکون سمعت مثل ما سمعوا او حضرت ما حضروا ولکن لم یدرس الامر بعد، والناس متماسکون، فانا اجد من یکفینی واکرہ التزید والنقصان فی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [1]	اس میں میرے لئے کیا حرج ہے کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سنا میں نے نہیں سنا، اور جب اور جہاں وہ لوگ آپؐ کی خدمت میں حاضر رہے میں حاضر نہیں رہا۔ اب تک دین مٹا نہیں ہے، لوگ اس پر عامل ہیں، میں ایسے لوگوں کو پا رہا ہوں جو میرا کام کر رہے ہیں اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں کمی زیادتی کو پسند نہیں کرتا ہوں۔

اسی طرح فتویٰ کے بارے میں صحابہ یہی چاہتے تھے کہ کوئی دوسرا عالم فتویٰ دے ان حضرات میں کسی قسم کی تعلّی یا ادعاء کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا تھا۔

---

[1] الکفایہ ص ۱۷۱ و ۱۷۳۔

درس گاہ نبوت کے سند یافتہ صحابہؓ

ویسے تو تمام صحابہ اپنی ذات سے مینارۂ رشد و ہدایت اور علوم نبوت کے حامل و ناشر تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ (اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اھتدیتم) مگر ان میں متعدد حضرات مختلف علوم میں خصوصیت رکھتے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں ان کو سند عطا فرمائی تھی۔ اور امت کو ان سے علم حاصل کرنے کی ہدایت کی تھی، آپ نے فرمایا ہے کہ تم لوگ میرے بعد ابو بکرؓ اور عمرؓ کی اقتدار کرو۔ قرآن کی تعلیم ان چار سے حاصل کرو، عبداللہ بن مسعودؓ سالم مولی ابی حذیفہؓ، معاذ بن جبلؓ اور ابی بن کعبؓ۔ جس کو قرآن تازہ بتازہ پڑھنا ہو ابن ام عبد (عبداللہ بن مسعودؓ) کی قرأت کے مطابق پڑھے۔ معاذ بن جبل میری امت میں حلال و حرام کے سب سے بڑے عالم ہیں، میری امت میں فرائض کے سب سے بڑے عالم زید بن ثابتؓ ہیں، عبداللہ بن عباسؓ قرآن کے بہترین ترجمان ہیں، ابو موسیٰ اشعریؓ کو آل داؤد کی شہنائی دی گئی ہے علیؓ قضاء کے سب سے بڑے عالم ہیں، ابو درداءؓ عبادت میں سب سے آگے اور اس امت کے حکیم و دانا ہیں، اُبیّ بن کعبؓ قرأت میں سب سے آگے ہیں، زمین کے اوپر آسمان کے نیچے ابو ذرؓ سب سے زیادہ صادق اللہجہ ہیں، عبیدہ بن جراحؓ اس امت کے امین ہیں۔

حضرات تابعین اپنے اپنے ذوق اور حالات کے مطابق حضرات صحابہ کی مجلس کا انتخاب کرتے تھے، عبدالرحمن بن زید نخعی کہتے ہیں ہم جماعتِ طلبہ حضرت حذیفہؓ کی خدمت میں پہنچے اور کہا کہ آپ ایسے صحابہ کو ہمیں بتائیے جو اخلاق و عادات اور چال ڈھال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر ہوں تاکہ ہم ان سے علم حاصل کریں، انھوں نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و کردار اور اخلاق و عادت میں آپؐ سے سب سے زیادہ قریب ابن مسعود ہیں۔ اجلۂ صحابہ کو معلوم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے قریب تر ہیں[1] یہ واقعہ سنن ترمذی میں بھی ہے۔

---

[1] الاصابہ ج ۴ ص ۱۲۹۔

صحابہ کی مختلف علوم وفنون میں جامعیت

حضرات صحابہ علوم نبوت یعنی کتاب وسنت اور فقہ وفتویٰ کے ترجمان ومعلّم تھے اور ان ہی علوم کی تعلیم دیتے تھے، اسی کے ساتھ دوسرے علوم والسنہ کے بھی عالم تھے، مثلاً علم الانساب میں ابوبکر صدیق رضؓ ابوالجہم بن حذیفہ رضؓ، جبیر بن مطعم رضؓ سب سے بڑے عالم تھے، اور جمیع انساب عرب میں رسوخ رکھتے تھے، ان کے علاوہ عثمان بن عفان رضؓ علی بن ابی طالب رضؓ، عقیل بن ابی طالب رضؓ بھی اس میں نمایاں مقام رکھتے تھے[1] زید بن ثابت رضؓ سریانی زبان کے عالم تھے، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے صرف سترہ دن میں اس زبان میں لکھنے پڑھنے کی مہارت حاصل کرلی تھی جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔ ابوبکر صدیق رضؓ تعبیر رؤیا میں سب سے آگے تھے۔ عبداللہ بن عباس رضؓ حدیث، تفسیر، مغازی، اشعار اور ایام عرب میں جامعیت کے مالک تھے اور ایک ایک دن ان سب کا علیحدہ علیحدہ درس دیتے تھے، ابوالدرداء رضؓ حدیث فقہ، فرائض، حساب اور اشعار عرب کے جامع عالم ومعلّم تھے[2] حضرت عقبہ بن عامر جہنی جامع قرآن قاری، فرائض وفقہ کے عالم علامہ، شاعر، کاتب اور فصیح وبلیغ جلیل القدر محدث تھے۔ ام المومنین عائشہ رضؓ بھی حدیث وفقہ وفرائض کے ساتھ انساب عرب، اشعار عرب اور طب میں مرجع تھیں[3]۔ صہیب بن سنان رومی رضؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مغازی اور اسفار کے خاص راوی تھے، اور اپنے شاگردوں سے صرف ان ہی کو بیان کرتے تھے[4] عبداللہ بن عمرو بن عاص رضؓ سریانی اور عبرانی زبان سے واقف تھے اور تورات پڑھتے تھے، ابوہریرہ رضؓ نے تورات نہیں پڑھی تھی مگر اس کے مضامین سے اچھی طرح واقف تھے، اس کی شہادت کعب احبار رضؓ نے دی ہے۔ وہ فارسی اور حبشی کے بھی عالم تھے سلمان فارسی رضؓ کی مادری زبان فارسی تھی، ایک روایت کے مطابق اہل فارس نے ان سے سورۂ فاتحہ کے فارسی ترجمہ کی خواہش کی تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا ترجمہ "بنام یزداں بخشایندہ" کرکے

---

[1] جمہرۃ انساب العرب ص۵   [2] الجرح والتعدیل ج۲ قسم۲ ص۲۷

[3] طبقات ابن سعد ج۲ ص۲۶۵   [4] کتاب الثقات ج۴ ص۳۱۲

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا اور اہل فارس نے اس ترجمہ کو پڑھنا شروع کیا اور جب ان کی زبان میں نرمی پیدا ہوگئی تو عربی میں پڑھنے لگے[1]

علم سے مراد علم دین اور حدیث ہے

عہد رسالت میں کتاب وسنت اور تفقہ فی الدین کی تعلیم دی جاتی تھی، اس نصاب میں عہد صحابہ میں سنت ماضیہ کا اضافہ ہوا، اس سے مراد خلفائے راشدین اور اجلہ صحابہ کا تعامل ان کے فقہی اقوال و آراء اور احکام و قضایا تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے علم تین ہیں، ان کے علاوہ زائد ہیں، آیت محکمہ، سنت قائمہ، فرائض عادلہ، صحابہ میں عبداللہ بن عمر کا قول ہے کہ علم تین ہیں، کتاب ناطق، سنت ماضیہ اور لاادری، عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ علم تو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ہے اس کے بعد جو شخص اپنی رائے سے کوئی بات کہے تو میں نہیں جانتا کہ اس کو اپنی حسنات میں پائیگا یا سیئات میں پائے گا عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ کثرت حدیث علم نہیں ہے، علم تو خشیتِ خدا ہے[2]

عہد نبوت اور عہد صحابہ میں بلکہ تابعین کے زمانہ تک لفظ علم کا اطلاق کتاب و سنت اور تفقہ فی الدین پر ہوتا تھا بلکہ بعض حضرات علم سے مراد صرف حدیث لیتے تھے ابن جریج نے عطا بن ابی رباح کے متعلق کہا ہے کہ وہ جب کوئی حدیث بیان کرتے تو میں ان سے دریافت کرتا کہ یہ علم ہے یا رائے ہے، اگر حدیث ہوتی تو کہتے کہ یہ علم ہے اور اگر رائے ہوتی تو کہتے کہ یہ رائے ہے۔[3]

تعلیمی مجلسوں اور حلقوں کا انعقاد مسجدوں میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں مسجد نبوی مرکزی درسگاہ تھی، صحابہ تابعین تبع تابعین اور اس کے بعد صدیوں تک مسجدوں میں تعلیمی مجالس اور حلقے قائم ہوتے تھے، حضرت عبداللہ بن عباس سے ایک شخص نے جہاد میں شرکت کے

---

[1] مناہل العرفان فی علوم القرآن ج ۲ ص ۵۵۔ [2] جامع بیان العلم ج ۲ ص ۲۳۔ [3] طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۲۸۶۔

لیے مشورہ کیا تو انھوں نے کہا کہ کیا میں تم کو اس سے اچھی بات نہ بتاؤں؟ تم مسجد بناؤ اور اس میں فرائض سنت اور تفقہ فی الدین کی تعلیم دو[1]

ابوالاحوص کہتے ہیں کہ میں نے اہل علم کو دیکھا ہے کہ ان کی مجلسیں مسجدوں میں منعقد ہوتی تھیں[2] ابو ادریس خولانی کا بیان ہے کہ المساجد مجالس الکرام یعنی مسجدیں اعیان و اشراف کی مجالس ہیں، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے علماء کو حکم دیا تھا کہ اپنی مسجدوں میں علم کی نشر و اشاعت کریں، سنت مٹ رہی ہے انھوں نے اپنے عامل جعفر بن زبرقان کو لکھا کہ تم اہل علم و فقہ کو حکم دو کہ اللہ نے ان کو جو علم دیا ہے اس کی اشاعت اپنی مجالس اور مساجد میں کریں، امام بخاری نے باب ذکر العلم والفتیا فی المسجد قائم کیا ہے۔ قاضی ابن خلاد رامہرمزی نے المحدث الفاصل بین الراوی والداعی میں عقد المجالس فی المساجد کا باب باندھا ہے، اسی طرح خطیب بغدادی نے الفقیہ والمتفقہ میں فضل تدریس الفقہ فی المساجد کے تحت واقعات بیان کئے ہیں[3]

عہد صحابہ میں مسجد نبوی میں جگہ جگہ تعلیمی حلقے قائم ہوتے تھے جن میں مقامی اور بیرونی طلبہ کی کثرت ہوتی تھی، جندب بن عبداللہ بجلی بیان کرتے ہیں کہ طلب علم میں مدینہ آیا اور مسجد نبوی میں گیا تو دیکھا کہ لوگ حلقہ در حلقہ آپس میں حدیث بیان کر رہے ہیں، میں ان حلقوں سے گذرتا ہوا ایک حلقہ میں پہونچا[4] عبداللہ بن مسعود کے ایک شاگرد ایک مرتبہ مسجد نبوی میں گئے اور چاروں طرف نظر دوڑا کر کہا کہ اس مسجد میں میرا وہ دور گذرا ہے جس میں وہ باغیچہ کے مانند تھی، تم اس کے جس درخت کے نیچے چاہو بیٹھ جاؤ۔[5]

صحابہ کے نزدیک تعلیمی مجالس کی عظمت و اہمیت

صحابہ کے نزدیک تعلیمی مجلسیں اور حلقے عبادت گاہ اور خیر و برکت کے مقامات

---

[1] جامع بیان العلم ج ۱ ص ۳۱، ص ۳۲، [2] الفقیہ والمتفقہ ج ۲ ص ۱۲۹۔ [3] المحدث الفاصل ص ۶۰۳ والفقیہ والمتفقہ ج ۲ ص ۱۲۹، [4] طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۵۰، [5] المحدث الفاصل ص ۱۸۱۔

تھے اور ان میں شریک ہونے والے اجر و ثواب کے مستحق تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ کے گھروں میں سے جس گھر میں (مسجد میں) کچھ لوگ جمع ہو کر قرآن پڑھتے پڑھاتے ہیں اور اس کی تلاوت کرتے ہیں ان پر رحمت کا نزول ہوتا ہے، فرشتے اس پر چھائے رہتے ہیں اور ان پر سکون و اطمینان کا نزول ہوتا ہے، ایک مرتبہ آپ مسجد نبوی میں دو حلقوں کے پاس سے گذرے ایک حلقہ والے اللہ کا ذکر اور اس سے دعا کر رہے تھے اور دوسرے حلقہ والے تفقہ فی الدین کی تعلیم و تعلم میں لگے تھے، آپ نے دونوں حلقوں کے بارے میں اچھے کلمات کہے اور دوسرے حلقہ والوں کے بارے میں فرمایا کہ یہ لوگ علم حاصل کر رہے ہیں اور جاہل کو تعلیم دے رہے ہیں اور میں معلم بنا کر مبعوث کیا گیا ہوں، یہ کہکر آپ ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ گئے، حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا قول ہے۔

نعم المجلس مجلسٌ تُنشر فیه الحکمة وترجیٰ فیه الرحمة۔ [1]	بہترین مجلس وہ ہے جس میں دین کی حکمت عام کی جائے اور اس میں رحمت کی امید کیجائے

حضرت ابو موسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ :

لمجلسٌ کنتُ اجالسه عبداللہ اوثق فی نفسی من عمل سنة۔ [2]	ایک مجلس میں جس میں عبداللہ بن مسعود کے ساتھ بیٹھا تھا میرے نزدیک ایک سال کے نیک عمل سے زیادہ قابلِ اعتماد ہے۔

حضرت ابن مسعود اپنی مجلس میں طلبہ کے ساتھ موجود تھے، ایک اعرابی نے آکر پوچھا کہ یہ لوگ یہاں کس لئے جمع ہیں؟ ابن مسعود نے اس کو جواب دیا۔

علی میراث رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقسمونه [3]	یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث کے لئے جمع ہیں اس کو تقسیم کر رہے ہیں۔

حضرت ابو اُمامہ باہلی نے ایک مرتبہ اپنے شاگردوں سے کہا کہ۔

---

[1] جامع بیان العلم ج ۱ ص۵۰۔ [2] اعلام الموقعین ج ۱ ص۱۷۔ [3] شرف اصحاب حدیث ص۲۵۔

إنّ هذا المجلس من بلاغ الله إياكم وانّ رسول الله صلى الله عليه وسلم قد بلّغ ما أُرسل به وانتم فبلّغوا عنا احسن ما تسمعون له

یہ مجلس تم لوگوں کے لئے اللہ کی طرف سے تبلیغ کی جگہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی تبلیغ فرمائی، تم لوگ ہم سے جو اچھی بات سنو اس کی تبلیغ کرو۔

محمد بن سیرینؒ بیان کرتے ہیں کہ میں بصرہ کی مسجد میں گیا جہاں اسود بن سریع وعظ بیان کر رہے تھے، اور لوگ جمع ہو کر سن رہے تھے، اور مسجد کے دوسرے کنارے پر اہل فقہ کا حلقہ قائم تھا جس میں حاضرین تفقہ کا محادثہ و مذاکرہ کر رہے تھے، میں نے دو حلقوں کے درمیان نفل نماز پڑھ کر سوچا کہ اگر میں اسود بن سریع کے حلقہ میں بیٹھتا ہوں تو ہو سکتا ہے کہ ان کے ساتھ مجھے بھی اجابت و رحمت سے حصہ مل جائے اور اگر اہل فقہ کے حلقہ میں بیٹھتا ہوں تو ہو سکتا ہے کہ میں ان سے کوئی ایسی بات سن لوں جس کو اب تک نہیں سنا تھا اور اس پر عمل کروں اسی غور و فکر میں پڑ کر ان دونوں حلقوں میں سے کسی میں نہیں بیٹھا اور واپس چلا آیا، رات میں خواب دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ تم ہی دونوں حلقوں کے درمیان تھے؟ اگر تم فقہ کے مذاکرہ والے حلقہ میں بیٹھتے تو ان کے ساتھ جبریلؑ کو پاتے [1]

ایک محدث ابوالحسین بن سمعون نے تحدیث و روایت کی مجلس کی عظمت یوں بیان کی ہے کُن کانّ رسول الله صلی الله علیه وسلم جالسٌ یحدّثنا ونسمع حدیثه یعنی تم مجلس میں اس طرح رہو جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے ہم سے حدیث بیان فرما رہے ہیں، اور ہم آپ کی حدیث سن رہے ہیں [2]

مجلس اور حلقہ کے اوقات اور دن

تعلیمی مجلسوں اور حلقوں کے بارے میں معلوم نہ ہو سکا کہ ان کا انعقاد روزانہ ہوتا تھا یا ہفتہ میں چند دن۔ اسی طرح ان کے اوقات کا بھی علم نہیں ہے، البتہ رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] شرف اصحاب حدیث ص۹۶، [2] جامع بیان العلم ج ۱ ص۴۲، [3] الکفایہ ص۵۰۔

وسلم صبح کو نماز فجر کے بعد مجلس میں تشریف لاتے تھے، عام طور سے صحابہ کی مجالس بھی اسی وقت منعقد ہوتی تھیں اور دوسرے اوقات میں بھی تعلیم و تدریس کا سلسلہ جاری رہتا تھا، حضرت ابن عباسؓ کا معمول تھا کہ ہفتہ میں ایک دن فقہ، ایک دن مغازی، ایک دن تفسیر، ایک دن اشعار، ایک دن ایام عرب کی تعلیم دیتے تھے، مگر اپنے علم کے ترجمان اور غلام عکرمہ سے کہتے تھے کہ تم ہفتہ میں ایک مرتبہ حدیث کی تعلیم دو، اس سے زیادہ چاہو تو دو مرتبہ اور زیادہ سے زیادہ تین مرتبہ تعلیم دو اور خیال رکھو کہ درس حدیث کی کثرت سے لوگ قرآن سے بے اعتنائی نہ کرنے لگیں۔

غالباً یہ مجلسیں آسانی اور حالات کے پیش نظر مختلف اوقات و ایام میں منعقد ہوتی تھیں عہد صحابہ و تابعین کے بعد بھی تحدیث و روایت کے حلقے قائم ہوتے تھے مگر ان کے اوقات کے بارے میں بھی صحیح معلومات نہیں ہیں، امام سیوطی لکھتے ہیں۔ لم اظفر لاحد بتعیین یوم الاملاء ولا وقتہ یعنی کسی محدث کے املاء کرانے کے دن اور وقت کی تعیین کی خبر مجھے نہیں مل سکی۔[1]

امام بخاری نے باب العلم والعظۃ باللیل اور باب السمر بالعلم اور خطیب بغدادی نے ماجاء فی المذاکرۃ بالفقہ لیلاً کے تحت رات میں تعلیم و تعلّم کا ذکر کیا ہے۔ البتہ جمعہ کے دن نماز جمعہ سے پہلے حلقے قائم نہیں ہوتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ممانعت فرمائی تھی، سنن ابو داؤد باب التحلق یوم الجمعۃ قبل الصلوٰۃ میں روایت ہے کہ۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن الشراء والبیع فی المسجد وان تنشد فیہ ضالۃ وان ینشد فیہ شعر ونھی عن التحلق قبل الصلوٰۃ یوم الجمعۃ[2]	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں خرید و فروخت، گمشدہ چیز کی تلاش اور شعر سنانے سے منع فرمایا ہے اور جمعہ کی نماز سے پہلے حلقہ قائم کرنے سے منع فرمایا ہے

---

[1] تدریب الراوی ص ۳۴۳، [2] ابو داؤد ج ۱ ص ۱۵۵۔

شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ جمعہ کے دن صبح ہی سے قریات اور عوالی مدینہ سے مسلمان مسجد نبوی میں آتے تھے اور ذکر و اذکار اور نوافل میں مشغول رہتے تھے، یا دینی معلومات حاصل کرتے تھے، اس لئے نماز جمعہ سے پہلے تعلیمی حلقے قائم نہیں ہوتے تھے، صحابہ کرام نے اپنے دور میں اسی پر عمل کیا البتہ نماز سے پہلے وعظ و تذکیر کا سلسلہ جاری رہتا تھا اور حضرت ابو ہریرہ منبر کے پاس کھڑے ہو کر وعظ بیان کرتے تھے، معاویہ بن قرہ کا بیان ہے کہ میں نے قبیلہ مزینہ کے تیس صحابہ کو دیکھا ہے جن کے بدن پر جہاد و غزوات میں زخم کے نشان تھے وہ حضرات جمعہ کے دن نہا کر کپڑے بدلتے، خوشبو لگاتے پھر مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھتے، اس کے بعد علم و سنت کا مذاکرہ کرتے یہاں تک کہ امام خطبہ کے لئے نکلتا۔[1]

مستقل مجالس اور حلقات کے لئے دن اور وقت کی تعیین ہوتی تھی اور طلبہ اسی کے مطابق ان میں شریک ہوتے تھے اس کے علاوہ وقتی اور ہنگامی مجلسیں بھی حسب ضرورت و موقع منعقد ہوتی تھیں۔ مکحول شامی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ اہل علم نے حضرت معاویہ کے ایک خیمہ میں جمع ہو کر حضرت ابو ہریرہ سے حدیث سننے کا اہتمام کیا اور جب وہ لوگ آگئے تو حضرت ابو ہریرہ نے صبح تک حدیث بیان کی فقام فیهم ابوهريرة رضي الله عنه يحدثهم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى أصبح۔[2]

حضرت ابو موسیٰ اشعری عشاء کے بعد حضرت عمرؓ کے یہاں گئے، حضرت عمرؓ نے ناوقت آنے کا سبب معلوم کیا تو بتایا کہ ہم تفقہ اور دینی امور و مسائل کا مذاکرہ کریں گے، حضرت ابو موسیٰ کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہم بیٹھکر رات گئے تک مذاکرہ کرتے رہے، میں نے نماز کے لئے یاد دہانی کی تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ ہم نماز ہی میں مشغول ہیں (یعنی مذاکرہ میں نفل نماز کا ثواب ہے) اس کے بعد ہم مذاکرہ کرتے رہے یہاں تک کہ فجر کا وقت قریب ہو گیا۔[3] سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں رات کو ابن عمر اور ابن عباس سے حدیث سنتا تھا اور کجاوہ کی لکڑی پر لکھ لیتا تھا، پھر صبح کو اس کو نقل

---

[1] الفقیہ المتفقہ ج ۲ ص۱۳۱۔ [2] ادب الاملاء والاستملاء ص۳۰۔ [3] الفقیہ والمتفقہ ج۲ ص۱۳۱۔

کرلیتا تھا۔ (المحدث الفاصل ص۱۰۰) (جامع بیان العلم ص۸۲ ج ۱) ویسے بھی حضرات صحابہ کا معمول تھا کہ جس جگہ اور جب بیٹھتے تھے تو آپس میں حدیث و فقہ کا مذاکرہ کرتے کراتے تھے یا قرآن پڑھتے تھے۔

مجالس وحلقات کی ہیئت وکیفیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر کے بعد ستونِ ابولبابہ کے پاس تشریف لاتے تھے اور صحابہ اس طرح حلقہ باندھ کر بیٹھ جاتے تھے کہ سب کا چہرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کی طرف ہوتا تھا، صحابۂ کرام کی مجلس اور حلقہ کا بھی یہی طریقہ تھا اور وہ مسجد کے ستونوں کے پاس عام طور سے بیٹھتے تھے، اور ہر ستون کے پاس حلقہ قائم ہوتا تھا حضرت عثمانؓ نے مسجد نبوی کی تعمیر وتوسیع کے وقت پتھر کے ستون لگوائے تھے اور مسجد بھی وسیع و عریض اور پختہ تعمیر کرائی تھی، اس دور میں مسجد نبوی میں مجلسوں اور حلقوں کا ذکر بڑے فصیح و بلیغ اور والہانہ انداز میں حضرت عبداللہ بن مسعود کے ایک شاگرد نے یوں کیا ہے

عهدی بهذا المسجد	اس مسجد میں میرا وہ دور گذرا ہے جب یہ
وانه لمثل الروضة اختر	باغیچہ کے مانند تھی تم اس کے جس حصہ میں
منها حيث شئت [1]	چاہو بیٹھ جاؤ۔

دوسرے شہروں میں بھی عام طور سے تعلیمی مجالس مسجدوں میں منعقد ہوتی تھیں اور بعض حضرات اپنے یہاں تعلیم دیتے تھے۔ شیوخ واساتذہ عام طور سے سریر (تخت) پر بیٹھتے تھے، اصحاب وتلامیذ اسی کے قریب نیچے حلقہ بنا کر بیٹھتے تھے، جس میں اعیان واشراف عوام وخواص مقامی بیرونی اور عجمی وعربی سب طلبہ برابر برابر بیٹھتے تھے، شیوخ بعض طلبہ کو ان کے مقام ومرتبہ یا قرابت کی وجہ سے اپنے تخت پر یا اپنے قریب بیٹھاتے تھے، طلبہ کی کثرت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کی مجلس میں ابوجمرہ خاص طور سے مجمع میں آواز پہونچانے اور

---

[1] المحدث الفاصل ص۱۸۰۔

عربی سے فارسی میں ترجمہ کے لیے رکھے گئے تھے، اساتذہ کے احترام وادب کا لحاظ کرتے ہوئے طلبہ سوال کرتے تھے اور کافی وشافی جواب پاتے تھے، اساتذہ نشاط میں ہوتے تو طلبہ سے خود سوال کرنے کی فرمائش کرتے تھے، حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے ایسے واقعات منقول ہیں۔ حضرت ابوسعید خدریؓ نے ایک مرتبہ مجلس میں نوجوان طلبہ کے سوالات کے جوابات دینے کے بعد اس قدر زیادہ حدیث بیان کی کہ وہ سب گھبرا گئے۔[1]

کبھی کبھی اہل مجلس میں نشاط پیدا کرنے کے لئے مجلس کا رنگ بدل جاتا تھا، شعر وشاعری ہونے لگتی تھی زمانہ جاہلیت کی جنگوں کے تذکرے ہونے لگتے تھے، ذاتی باتیں بھی ہوتی تھیں مگر شیوخ ومجالس کا وقار وادب ہر حال میں باقی رکھا جاتا تھا، اثنائے درس میں اساتذہ و تلامذہ کثرت سے استغفار اور دعا کرتے تھے، الغرض احادیث میں مجلس کے جو آداب وحقوق بیان کئے گئے ہیں اور ان کے بارے میں جو تاکید آئی ہے ان سب پر پورے طور سے عمل کیا جاتا تھا اور مجلس کے خاتمہ پر صحابہ اپنے لئے اور اہل مجلس کے لئے دعا کر کے اٹھتے تھے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس موقع پر یہ دعا پڑھتے تھے اور کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی دعا کو پڑھتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اقسم لنا من خشیتك	اے اللہ! ہم کو اپنی خشیت دے جو ہمارے
ما تحول بیننا وبین معصیتك	اور تیری معصیت کے درمیان حائل ہوجائے
ومن طاعتك ما تبلغنا به	اور اپنی اطاعت دے جو ہم کو تیری محبت
الی حبك ومن الیقین ما تھوّن	عطا کرے اور یقین دے جس سے ہم پر تو دنیا
علینا مصائب الدنیا به	کے مصائب آسان کردے، اے اللہ! جب
اللّٰھم متعنا بأسماعنا وابصارنا	تک تو ہم کو زندہ رکھے، ہمارے کان ہماری
وقوتنا ما أحییتنا واجعله	آنکھ، ہماری قوت سے ہم کو نفع پہونچا، اور

[1] الفقیہ والمتفقہ ج ۲ ص ۱۱۶۔

الوارث منا، واجعل ثأرنا علی من ظلمنا وانصرنا علی من عادانا، ولا تجعل مصیبتنا فی دیننا ولا تجعل الدنیا أکبر ھمّنا ولا مبلغ علمنا ولا تسلط علینا من لا یرحمنا۔[1]	ہماری طرف سے اس تمتع کو وارث بنا اور ہمارے خون بہا کو ہمارے ظالموں پر ڈال دے اور ہمارے دشمنوں کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما، اور ہم کو دینی مصائب میں مبتلا نہ کر، اور دنیا کو ہمارا سب سے بڑا مقصد اور ہمارے علم کا منتہیٰ نہ بنا، اور ہم پر ایسے (فرد یا قوم) کو مسلط نہ کر جو ہم پر رحم نہ کرے۔

احادیث میں مجلس کے خاتمہ پر دوسری دعائیں بھی منقول ہیں، جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ پڑھتے تھے۔

تعلیم و تحدیث کے طریقے

حضرات صحابہ اپنی مجلسِ درس میں باوضو جاتے تھے، پہلے دو رکعت نماز پڑھتے، پھر نہایت ادب اور وقار کے ساتھ قبلہ رُو بیٹھ کر بسم اللہ اور حمد و صلوٰۃ کے بعد درس شروع کرتے تھے، نصابِ تعلیم، کتاب و سنت اور تفقہ فی الدین ہوتا تھا اور جو صحابی جس علم میں ممتاز تھے ان کے درس میں اسی کا رنگ غالب رہتا تھا، البتہ تحدیث و روایت سب حضرات کا عام اور مشترک وظیفہ تھا، اور اپنے اپنے اصول و انداز کے مطابق حدیث بیان کرتے تھے، ابتداء میں حفظِ حدیث اور کتابتِ حدیث کے بارے میں صحابہ میں اختلاف تھا مگر جلد ہی کتابت حدیث کا رواج عام ہوگیا، ان میں عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن مسعود، زید بن ثابت، ابوموسیٰ اشعری ابوسعید خدری، ابوہریرہ اور عبداللہ بن عباس وغیرہ کتابت کے مقابلہ میں حفظ کو ترجیح دیتے تھے، اور اپنے شاگردوں کو حدیث لکھنے کے بجائے زبانی یاد کرنے کی تاکید کرتے تھے، اور حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ، انس بن مالکؓ، جابر بن عبداللہ

---

[1] عمل الیوم واللیلۃ، لابن السنی ص ۱۲۔

وغیرہ حدیث لکھنے کی تاکید کرتے تھے، ان میں کچھ حضرات حدیث لکھ کر یاد کرتے اور پھر اس کو مٹا دیتے تھے۔[1]

حدیث کی روایت کے کئی طریقے تھے جن کے لئے بعد میں محدثین نے اصطلاحی الفاظ مقرر کئے عہد صحابہ میں یہ صورتیں پائی جاتی تھیں (۱) صحابہ اپنے تلامذہ کے سامنے حدیث بیان کرتے تھے اور تلامذہ اس کو یاد کرلیتے تھے یا لکھ لیتے تھے یہ زبانی املاء ہو یا کتاب کی قرات سے ہو، یہ تحدیث کا سب سے اعلیٰ وارفع طریقہ تھا، اور عام طور سے یہی رائج تھا، شاگرد ایسی صورت میں سمعنا، حدثنا اور اخبرنا کہتے تھے، صحیفہ ہمام بن منبہ میں ہے ھذا ما حدثنا ابوھریرۃ عن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الخ (۲) صحابہ کے تلامذہ ان سے سنی ہوئی حدیث کے صحیفہ اور نسخہ کو ان کے سامنے پڑھتے تھے اور صحابہ اس کی تصدیق کرتے تھے، اس صورت کو عرض یا عرض القراۃ کہتے ہیں۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے صحیفہ میں ابن عمر کی حدیثیں لکھی تھیں، اس کی بعض باتوں میں ہم میں اختلاف ہوا تو میں نے ابن عمر کے پاس آکر اس کو پڑھا اور ان حدیثوں کے بارے میں ان سے سوال کیا[2] بشیر بن نہیک کہتے ہیں کہ میں ابوہریرہ سے حدیث سنکر لکھ لیتا تھا جب واپس جانے لگا تو وہ کتاب ابوہریرہ کو پڑھ کر سنائی اور کہا کہ یہ میں نے ان کو آپ سے نہیں سنا ہے؟ انھوں نے کہا کہ ہاں تم نے مجھ سے سنا ہے۔ (طبقات ابن سعد ج ۷ ق ۱ ص ۱۶۲ و المحدث الفاصل ص ۴۱۴)

(۳) صحابہ خود کتاب پڑھتے تھے اور طلبہ سنتے تھے، عکرمہ مولیٰ ابن عباس کا بیان ہے کہ اہل طائف کے کچھ لوگ ابن عباس کے پاس ان کی کتابیں (ان سے سنی ہوئی احادیث کے نسخے اور صحیفے) لائے اور ابن عباسؓ نے ان لوگوں کے سامنے ان کتابوں کو پڑھنا شروع کر دیا[3]

(۴) بعض صحابہ اپنی احادیث کا نسخہ تیار کر کے طلبہ کو دیتے تھے اور وہ اس کی روایت کرتے تھے اس طریقہ کو مناولہ یا عرض المناولہ کہتے ہیں، حضرت سمرہ بن جندبؓ نے اپنے صاحبزادوں سلیمان اور سعد کے لئے احادیث کا ایک مجموعہ تیار کیا تھا، جس کے بارے میں ابن سیرین کہتے

---

[1] تدریب الراوی ص ۲۸۵۔ والمحدث الفاصل ص ۳۸۲۔ [2] ایضاً ص ۴۲۰ جامع بیان العلم ج ۱ ص ۶۲، ۱۷۰ [3] المحدث الفاصل ص ۴۳۰ و طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۱۲۲

ہیں کہ رسالہ سمرہ میں جوان کے لڑکوں کے لیے ہے علم کثیر ہے، رسالہ سمرہ کی روایت ان کے لڑکے سلیمان کرتے تھے، پھر نسلاً بعد نسل اس کی روایت ہوتی رہی، اس کی ابتدا یوں تھی بسم اللہ الرحمن الرحیم، من سمرۃ بن جندب الی بنیہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یأمرنا أن نصلی کل لیلۃ بعد المکتوبۃ ماقل أوکثر، ونجعلہا وترا [1]

(۵) ام المؤمنین حضرت عائشہؓ اور دیگر امہات المؤمنین اور صحابیات پس پردہ حدیث بیان کرتی تھیں اور طلبہ ان سے سنتے تھے۔

(۶) صحابہ میں روایۃ الاقران عن الاقران یعنی ایک معاصر کا دوسرے معاصر سے روایت اور روایۃ الاکابر عن الاصاغر یعنی بڑوں کا چھوٹوں سے روایت کا معمول بھی تھا۔

مجلس اور حلقہ میں ترجمان اور مستملی

عرب کے مختلف علاقوں میں اہل عجم آباد تھے یمن اور مکہ مکرمہ میں حبشیوں کی کثیر آبادی تھی، یمن اور عراق میں ایرانی قدیم زمانہ سے آباد تھے، نیز ہندوستان کے جاٹ وغیرہ سواحل عرب اور عراق میں تھے، ان میں موالی اور غیر موالی دونوں قسم کے لوگ پائے جاتے تھے جو اسلام قبول کرنے کے بعد اسلامی معاشرہ میں گھل مل گئے، خاص طور سے ان میں بہت سے دینی علوم میں امامت و سیادت کے درجے کو پہونچے، حضرات صحابہ کی تعلیمی مجلسوں میں ان کی اچھی خاصی تعداد رہتی تھی، اس لئے ان کے لئے عربی سے فارسی زبان میں ترجمان اور مستملی کی ضرورت ہوتی تھی، خاص طور سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کے درس میں ایرانی طلبہ زیادہ شریک ہوتے تھے۔ اوران کے لئے مترجم کی ضرورت پڑتی تھی، عراق کے دونوں شہر کوفہ اور بصرہ عجمیوں خصوصاً ایرانیوں کے لئے مرکز کی حیثیت رکھتے تھے، اور یہاں انکی کثیر آبادی تھی اور فارسی زبان کا رواج زیادہ تھا امام بخاریؒ نے باب من تکلم بالفارسیۃ والرطانۃ قائم کیا ہے، ابوجمرہ نصر بن عمران ضبعی بصری عربی و فارسی کے عالم اور بلند آواز تھے وہ ابن عباسؓ کے بصرہ کے حلقہ درس میں ترجمانی

[1] تاریخ کبیر ج ۱، قسم ۱ ص ۳۶۔

کرتے تھے اور مجمع میں ان کی آواز پہونچاتے تھے. صحیح بخاری میں ان کا بیان یوں درج ہے۔

کنت أترجم بین ابن عباس وبین الناس — میں ابن عباس اور طلبہ کے درمیان ترجمانی کرتا تھا

قسطلانی نے تصریح کی ہے کہ ابو جمرہ ابن عباس کے یہاں اس لئے مقیم تھے کہ ان کی باتوں کو مجمع تک پہونچانے میں مدد کریں۔ اور عربی زبان سے فارسی زبان میں ترجمہ کریں، عہد صحابہ میں مجلس درس میں مستملی کی یہ پہلی مثال ہے جو محدث کی آواز کو مجمع تک پہونچاتا ہے، حضرت ابوہریرہ فارسی زبان جانتے تھے اور ان کے حلقۂ درس میں اہل فارس کی اچھی خاصی تعداد ہوتی تھی، ان کے تلامذہ میں عبدالرحمن بن ہرمز الاعرج نے ان کی احادیث کا ایک نسخہ تیار کیا تھا جس کی روایت کرتے تھے ساتھ ہی انساب وعربیت کے عالم تھے وہ فارسی النسل تھے، ان کے حال میں ابن ابوحاتم نے لکھا ہے

وکان ابن ھرمز من أبناء الفرس الذین کانوا بالمدینة وجالسوا اباھریرة مثل أبی السائب مولی ھشام بن زھرة ولیس ھو بیزید الفارسی البصری الذی یروی عن ابن عباس.[1]

ابن ہرمزان ابنائے فارس میں سے تھے جو مدینہ میں رہتے تھے اور ابوہریرہ کی مجلس میں بیٹھتے تھے جیسے ہشام بن زہرہ کے غلام ابوالسائب، یہ ابن ہرمز یزید فارسی بصری نہیں ہیں جو ابن عباس سے روایت کرتے ہیں

مدینہ کے انصار میں فارسی موالی زیادہ تھے. اور وہ مجالس وحلقات میں شریک ہوتے تھے، ان ہی میں ابوالسائب انصاری مدنی مولی ہشام بن زہرہ بھی ہیں انھوں نے ابوہریرہؓ، ابوسعید خدریؓ اور مغیرہؓ بن شعبہ سے روایت کی ہے،[2] بعض لوگوں نے یزید فارسی کو یزید بن ہرمز لکھا ہے حالانکہ وہ ابن ہرمز نہیں ہیں انھوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے اور عبیداللہ بن زیاد کے میر منشی ہیں، یہ بھی فارسی النسل ہیں[3]

---

[1] الجرح والتعدیل ج ۴ قسم ۲ ص ۱۹۲۔ [2] تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۔ [3] ایضاً ج ۱۱ ص ۔

انصار کے موالی میں رشید فارسی مولیٰ بنی معاویہ اور عقبہ فارسی مولیٰ جبر بن عتیک نمایاں حیثیت رکھتے ہیں، اس سلسلہ میں یہ واقعہ قابل ذکر ہے کہ حضرت مسوؓر بن مخرمہ نے ایک عجمی اللسان آدمی کو امامت کے لیے آگے بڑھتے ہوئے دیکھا تو اس کو روک کر دوسرے آدمی کو آگے بڑھایا حضرت عمرؓ نے مسور بن مخرمہ سے اس کی وجہ معلوم کی تو بتایا کہ وہ شخص عجمی زبان کا تھا اور حج میں آیا تھا مجھے خطرہ محسوس ہوا کہ اس کی قرات بعض حجاج سنکر اسی طرح نہ پڑھنے لگیں۔ حضرت عمرؓ نے یہ سنکر کہا کہ تم نے ٹھیک کیا۔ اہل فارس نے حضرت سلمان فارسیؓ کو لکھا کہ ان کے لیے سورۂ فاتحہ کا ترجمہ فارسی میں لکھ دیں، چنانچہ حضرت سلمان نے لکھ دیا اور وہ نماز میں اس کو پڑھتے رہے، یہاں تک کہ ان کی زبان عربی تلفظ پر قادر ہو گئی۔ [1] اس زمانہ میں رفاہیت وخوش حالی کا دور شروع ہو چکا تھا اور مختلف زبان ونسل کے لوگ مدینہ منورہ اور دوسرے شہروں میں جمع ہو گئے تھے، عمر بن قیس راوی کا بیان ہے۔

كان لابن الزبير رضي الله عنه مائة غلام يتكلم كل غلام منهم بلغة أخرىٰ فكان ابن الزبير يكلم كل واحد منهم بلغته۔	حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے یہاں سینکڑوں غلام تھے ان میں سے ہر ایک دوسری زبان میں بات چیت کرتا تھا اور ابن زبیرؓ ہر ایک سے اسی کی زبان میں گفت گو کرتے تھے۔

اس کے بعد راوی کہتے ہیں کہ جب میں عبداللہ بن زبیر کو دنیاوی معاملات میں مصروف دیکھتا تو کہتا کہ ان کو ایک سیکنڈ بھی اللہ کا دھیان نہیں ہے اور جب ان کو آخرت کے امور میں دیکھتا تو کہتا کہ ان کو ایک سیکنڈ بھی دنیا کا دھیان نہیں ہے۔ [2]

اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرات صحابہ مختلف زبانوں میں بات چیت کرتے تھے۔

نوعمروں اور نوجوان طلبہ پر خصوصی توجہ

صحابہ کی تعلیمی مجلسوں میں شریک ہونیوالوں میں نوخیز نوجوان طلبہ کی کثرت ہوتی تھی،

[1] مناہل العرفان فی علوم القرآن ج ۲ ص ۱۴۸ [2] مستدرک حاکم ج ۳ ص ۵۴۹ وتاریخ الخلفاء ص ۱۴۱

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں پیشین گوئی فرماکر ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے اور دین کی تعلیم دینے کی تاکید فرمائی تھی، ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ آپ نے صحابہ سے فرمایا تھا۔

سیأتیکم شباب من أقطار الارض یطلبون الحدیث إذا جاؤکم فاستوصوا بھم خیرًا۔

عنقریب تمھارے پاس اطرافِ زمین سے نوجوان علم حدیث کی طلب میں آئیں گے، جب وہ آئیں تو تم ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔

اور عبداللہ ابن مبارک کہتے ہیں۔

أخبرنا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لایزال اللہ یغرس فی ھذا الدین غرسًا یشد الدین بھم۔

ہم کو خبر ملی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس دین میں پودے اگاتا رہے گا جن سے اس دین کو تقویت دیگا

حضرت عمرو بن عاص اہل قریش کے حلقہ سے گذرے اور کہا کہ تم لوگوں نے ان لڑکوں کو کیوں نظر انداز کر رکھا ہے؟ ایسا نہ کرو، ان کے لئے مجلس میں گنجائش نکالو اور ان کو حدیث سناؤ اور سمجھاؤ، یہ صغارِ قوم ہیں، عنقریب کبارِ قوم ہوجائیں گے، تم لوگ بھی صغارِ قوم تھے اور آج کبارِ قوم ہو۔[1]

حضرت حسن بن علی اپنے لڑکوں اور بھتیجوں سے کہتے تھے کہ تم لوگ علم حاصل کرو، آج صغارِ قوم ہو، کل کبارِ قوم بن جاؤ گے، تم میں سے جو یاد نہ کرسکے وہ لکھ لے۔[2]

حضرت ابو سعیدؓ خدری جب اپنی مجلس میں نوجوان طلبہ کو آتے ہوئے دیکھتے تو نہایت والہانہ انداز سے ان کا استقبال کرتے تھے اور کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کو مرحبا ہو آپ نے ہم سے فرمایا تھا کہ میرے بعد لوگ تمھارے پاس حدیث کی طلب میں آئینگے تم ان کے ساتھ لطف و کرم کا معاملہ کرنا اور ان کو حدیث کی تعلیم دینا، حسنِ سلوک سے پیش آنا،

---

[1] شرف اصحاب الحدیث ص۲۱ و ص۲۲، [2] جامع بیان العلم ج ۱ ص۸۲۔

مجلس میں ان کے لئے جگہ نکالنا، اس کے بعد ان نوجوانوں کو مخاطب کر کے کہتے تھے۔

فانکم خلوفنا، وأھل الحدیث بعدنا۔[1] — تم لوگ ہمارے بعد ہمارے جانشین اور حدیث کے عالم بنوگے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود جب نوجوان طالب علم کو دیکھتے تو کہتے تھے

مرحبا بینابیع الحکمۃ ومصابیح الظُلَم خلقان الثیاب جدد القلوب حِلس البیوت ریحان کل قبیلۃ۔[2] — مرحبا حکمت و دانائی کے سرچشمے، اندھیروں کے چراغ، پرانے کپڑے، نئے دل والے، گھروں کی زینت، اور ہر قبیلہ اور ہر خاندان کے گل بوٹے۔

درسگاہ صحابہ کے یہ نوخیز نوجوان طلبہ آگے چل کر علوم نبوت کے وارث و معلم بنے اور ان کا شمار طبقۂ تابعین کے ائمہ کبار میں ہوا۔

شاگردوں سے محبت اور ان کے ساتھ حسن سلوک

وصیت نبوی کے مطابق حضرات صحابہ نے اپنے حلقہ نشینوں اور شاگردوں کے ساتھ انتہائی شفقت و محبت اور ایثار و خلوص کا معاملہ کیا، ان کی دلداری و دلجوئی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی، حضرت انس کے شاگرد حمید الطویل کا بیان ہے کہ ہمارے ساتھ ثابت بن اسلم بنانی بھی حضرت انس کی مجلس میں جاتے تھے، راستہ میں جو مسجد آتی ثابت اس میں جاکر نماز پڑھتے، جب ہم لوگ حضرت انس کے پاس پہونچ جاتے تو کہتے۔

این ثابت، ان ثابتا دویبۃ أحبّھا۔ — ثابت کہاں رہ گیا، ثابت ایسا کیڑا ہے جس کو میں محبوب رکھتا ہوں۔

خود ثابت کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضرت انسؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم کو دیکھ کر کہنے لگے۔

---

[1] شرف اصحاب الحدیث ص۲۱۔ [2] جامع بیان العلم ج ۱ ص ۵۳۔

واللہ لأنتم أحب إلیّ من عدتکم من ولد أنس إلا من علیٰ مثل ما أنتم علیه .[1]	خدا کی قسم تم لوگ مجھے انس کی اولاد سے زیادہ محبوب ہو، البتہ ان میں سے جو تم لوگوں کے طریقہ پر ہو۔

حضرت عبداللہ ابن عباس سے پوچھا گیا کہ آپ کے نزدیک سب سے محترم کون شخص ہے؟ تو بتایا کہ میرا وہ ہم نشین جو حاضرین مجلس کو پھاندتا ہوا میرے پاس آکر بیٹھ جاتا ہے، اگر میرا بس چلے تو اس کے چہرے پر مکھی نہ بیٹھنے دوں، اس کے جسم پر مکھی بیٹھتی ہے تو مجھے تکلیف ہوتی ہے[2] ان کا قول ہے کہ میرے ہم نشین کا میرے اوپر تین حق ہے، اس کو آتا ہوا دیکھوں تو انتظار واشتیاق کی نظر سے دیکھوں، جب بیٹھ جائے تو اس کے لئے مجلس میں وسعت پیدا کردوں، اور جب بات کرے تو غور سے سنوں[3]

ابو العالیہ ریاحی نے غلامی کی حالت میں قرآن پڑھا اور لکھنا پڑھنا سیکھا، وہ کہتے ہیں کہ ابن عباس مجھے اپنے تخت پر بیٹھاتے تھے حالانکہ قریش کے اعیان واشراف نیچے بیٹھتے تھے اور کہتے تھے کہ یوں ہی علم عزت وشرافت بڑھاتا ہے اور عالم کو بادشاہ کی طرح تخت پر بیٹھاتا ہے[4]

ابوجمرہ نصر بن عمران ضبعی کہتے ہیں کہ ابن عباس اپنی مجلس میں مجھے تخت پر بٹھاتے تھے اور کہتے تھے کہ تم میرے یہاں رہو، میں تمھارے لئے اپنے مال سے ایک حصہ مقرر کر دیتا ہوں[5]

زر بن حبیش کا بیان ہے کہ میں حضرت صفوانؓ بن معطل کی خدمت میں حاضر ہوا تو پوچھا کہ کس کام سے آئے ہو؟ میں نے کہا کہ طلب علم کے لئے حاضر ہوا ہوں، یہ سنکر صفوان بن معطل نے خوشی ظاہر کی اور مجھے خوش خبری دے کر کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ طالب علم کے لئے ملائکہ اس کی طالب علمی پر خوش ہو کر اپنے پر بچھاتے ہیں،

---

[1] طبقات ابن سعد ج، ص ۲۳۲۔ [2] الفقیہ والمتفقہ ج ۲ ص ۱۱۳۔ [3] الکامل مبرد، ج ۱ ص ۱۰۳۔
[4] تذکرۃ الحفاظ، ج ۱ ص ۵۸۔ [5] الفقیہ والمتفقہ، ج، ص ۱۹۲ و ص ۱۱۷۔

مدینہ سے ایک طالب علم حضرت ابودرداء کے پاس دمشق گیا انھوں نے آنے کا سبب معلوم کیا تو بتایا کہ میں صرف طلب علم کے لئے آپ کے پاس آیا ہوں، یہ سنکر ابو درداء نے خوش ہو کر طلب علم کی فضیلت پر ایک طویل حدیث بیان کی۔[1]

اثنائے درس میں خوش وقتی اور تفریحی باتیں

حضرات صحابہ اپنی مجلسوں اور حلقوں میں نہایت انبساط و نشاط کیساتھ تعلیم دیتے تھے وہ نرے خشک بھی نہیں تھے، بلکہ خوش طبع خوش خلق اور خوش وقت تھے، اپنے تلامذہ کی نفسیات سے اچھی طرح واقف تھے، موقعہ بہ موقعہ تفریحی اور خوش کن باتیں کرتے تھے، حضرت علیؓ کا قول ہے کہ دلوں کو سکون دو اور ان کے لئے حکمت کے لطائف وظرائف تلاش کرو، جب دل پر جبر کیا جاتے گا تو اندھا ہو جائے گا، عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ جسم کی طرح دل بھی ملول ہوتے ہیں، ان کے لئے حکمت اور لطائف تلاش کرو، ابو درداءؓ کہتے ہیں کہ میں اپنے دل کو کبھی کبھی لغو باتوں سے بہلاتا ہوں تاکہ اس سے حق اور صحیح بات کے بارے میں قوت ملے[2]

حضرت عبداللہ بن مسعود ہر پنجشنبہ کو وعظ بیان کرتے تھے، ان کا وعظ بڑا دل نشین اور بہت پُراثر ہوتا تھا، لوگوں نے ان سے کہا کہ کیا اچھا ہو کہ آپ ہم کو روزانہ وعظ سنایا کریں حضرت ابن مسعودؓ نے کہا کہ مجھ کو تم لوگوں کے جمع ہونے کی خبر ملتی ہے مگر میں تمھاری گھبراہٹ اور اکتاہٹ کو پسند نہیں کرتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی خیال سے ہم کو ناغہ ناغہ سے وعظ سنایا کرتے تھے۔[3]

ایک مرتبہ حضرت زید بن ثابتؓ کے تلامذہ نے ان سے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ اخلاق و عادات بیان کیجئے۔ حضرت زیدؓ نے بتایا کہ جب ہم دنیا کی باتیں کرتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ دنیا کی باتیں کرتے، اور جب ہم آخرت کے

---

[1] جامع بیان العلم ج ۱ ص ۳۲ و ۳۳ - [2] الفقیہ والمتفقہ اور جامع بیان العلم وغیرہ۔ [3] بخاری۔

باتیں کرتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ آخرت کی باتیں کرتے، اور جب ہم کھانے کی باتیں کرتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ کھانے کی باتیں کرتے، میں یہ تمام باتیں تم لوگوں سے بیان کروں گا، حضرت جابر بن سمرہ رض سے پوچھا گیا کہ کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے؟ انھوں نے کہا کہ ہاں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طویل الصمت قلیل الضحک تھے (زیادہ خاموش رہتے اور کم ہنستے تھے) بسا اوقات صحابہ آپ کے سامنے اشعار پڑھتے تھے اور اپنی باتیں کر کے ہنستے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبسم فرما دیتے تھے۔[1]

ابو خالد دالبیؒ کا بیان ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی مجلسوں میں بیٹھا کرتے تھے وہ حضرات آپس میں اشعار سنتے سناتے تھے اور زمانۂ جاہلیت کی جنگوں کا تذکرہ کرتے تھے۔[2]

ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نہ منقبض تھے نہ ان پر مردنی چھائی رہتی تھی، بلکہ وہ اپنی مجلسوں میں اشعار سنتے سناتے تھے، دور جاہلیت کے واقعات بیان کرتے تھے اور جب ان میں سے کسی کو اللہ کے حکم کی دعوت دی جاتی تھی تو مارے خوف وخشیت کے آنکھوں میں گردش ہونے لگتی تھی جیسے وہ دیوانہ ہے۔[3]

حضرت ابوہریرہ رض بڑے خوش مزاج اور ظریف الطبع انسان تھے، ان کی مجلس میں اس قسم کی باتیں زیادہ ہوتی تھیں، ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ ابن عباس کی مجلس میں گئے، تو انھوں نے کہا کہ تم لوگوں کو جو کچھ پوچھنا ہو مجھ سے پوچھو، آج میری طبیعت میں نشاط وانشراح ہے، سورۂ بقرہ اور سورۂ یوسف کے بارے میں سوال کرو۔[4] ابن جبیرؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابن عباسؓ نے مجھ سے کہا کہ تم مجھ سے ایک آیت کی تفسیر کیوں نہیں پوچھتے ہو جس میں ایک سو آیت ہے، فَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ہر خیر فتنہ ہے ہر شر فتنہ ہے۔

---

[1] الفقیہ والمتفقہ ج ۲ ص ۱۲۰ و ص ۱۲۱۔ [2] جامع بیان العلم ج ۱ ص ۱۰۵۔ [3] الادب المفرد، باب الکبر
[4] جامع بیان العلم ج ۱ ص ۱۱۵۔

مذکورہ بالا تصریحات کے مطابق حضرات صحابہ اپنی مجلسوں اور حلقوں میں بعض اوقات تفریحی باتیں بیان کرتے تھے جن میں حکمت و دانائی کی باتیں ہوتی تھیں، اور طالب علموں کی اکتاہٹ دور کرتے اور ان میں نشاط پیدا کرنے کے لئے وقتاً فوقتاً خوش کن واقعات واشعار سنایا کرتے تھے۔

بیجا باتوں پر سرزنش اور تنبیہ

اثنائے درس میں ان تفریحی باتوں سے مجلس کے وقار و تمکنت میں ذرہ برابر فرق نہیں آتا تھا اور اساتذہ و تلامذہ اپنے اپنے حدود میں رہتے تھے، اگر کسی طالب علم کی زبان سے بے موقع محل کوئی جملہ نکل جاتا تو اس پر سخت تنبیہ کی جاتی تھی، حضرت انسؓ بن مالک نے ایک مرتبہ اثنائے درس میں ایک حدیث بیان کی، ایک طالب علم نے کہدیا کہ یہ حدیث آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے؟ یہ سنکر حضرت انس سخت غصہ ہوئے فغضب غضباً شدیداً اور کہا۔

لا واللہ ما کل ما نحدث کم سمعنا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولکن لا یتھم بعضنا بعضنا۔[1]

نہیں، خدا کی قسم جو حدیثیں ہم تم سے بیان کرتے ہیں ان سب کو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست نہیں سنا ہے، البتہ ہم ایک دوسرے کو جھوٹ کی تہمت نہیں دیتے تھے۔

طالب علم کے اس سوال سے حضرات صحابہ کی صداقت و ثقاہت پر حرف آتا تھا، اس لئے حضرت انس نے شدید ناراضگی کا اظہار کر کے صحابہ کی برأت ظاہر کی۔

اسی طرح حضرت عمران بن حصین نے یہ حدیث بیان کی الحیاء لایاتی الا بخیر یعنی شرم وحیا کا نتیجہ اچھا ہی ہوتا ہے، مجلس میں بشیر بن کعب حمیری تھے جو اگلے صحائف سے واقف تھے

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۷، ص ۲۱۔

انھوں نے کہا کہ حیا بعض اوقات احساسِ کمتری اور ضعف کا سبب بن جاتی ہے، یہ سن کر حضرت عمران بن حصین کا چہرہ مارے غصہ کے سرخ ہوگیا اور کہا کہ

أحدثك عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وتعارض فيه وتحدث عن صحفك! [1]

میں تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتا ہوں، اور تم اس کے مقابلہ میں اپنے صحیفوں کی بات بیان کرتے ہو؟

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک مجلس میں بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عورتوں کو مسجد سے ان کے حصہ سے نہ روکو۔ صاحبزادے بلال بھی مجلس میں تھے انھوں نے کہا کہ میں تو روکوں گا، یہ سنکر حضرت ابن عمرؓ سخت غصہ ہوئے، لڑکے کو سرزنش کی اور کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بیان کر رہا ہوں اور تم اس کے خلاف کہتے ہو؟ اس کے بعد حضرت ابن عمرؓ اٹھ کر چلے گئے۔ [2]

شعبی کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباس سے عرض کیا کہ آپ ہم سے حدیث بیان کرتے ہیں اور دوسرے دن آپ اسکے الفاظ کو بدل دیتے ہیں، یہ سنکر غضبناک ہوگئے اور کہا: کہ کیا تم لوگ اس پر راضی نہیں ہو کہ ہم حدیث کے معانی بیان کریں جو ان کے سیاق کو معلوم کرتے ہو؟ (المحدث الفاصل ص۳۰)

تحصیلِ علم، مذاکرہ، حفظِ حدیث اور کتابتِ حدیث کی تاکید

حضرات صحابہ اپنے طلبہ کو تحصیل علم کی ترغیب دیتے تھے، انکی تشجیع اور ہمت افزائی کرتے تھے، امتحان لیتے تھے، ان سے فتویٰ دلواتے تھے حضرت ابن مسعودؓ اپنے حلقہ نشینوں سے کہا کرتے تھے کہ اے لوگو! علم حاصل کرو، تم نہیں جانتے کہ کب تمھاری ضرورت پڑیگی یا تمھارے پاس جو علم ہوگا اسکی احتیاج ہوگی، تملوگ علم کے سرچشمے، ہدایت کے چراغ، گھروں کی زینت، ظلمتوں کے چراغ اور نئے دل پرانے کپڑے والو، تو زمین والوں سے پوشیدہ رہ کر آسمان والوں میں پہچانے جاؤگے، حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابوذرؓ کا قول ہے کہ علم کا ایک باب سیکھنا ہمارے نزدیک ایک ہزار رکعت نفل نماز سے افضل ہے اور علم کا ایک باب جس کو آدمی دوسرے کو سکھائے اس پر عمل کرے یا نہ کرے، ہمارے نزدیک سو رکعت نفل نماز سے بہتر ہے۔ [3]

---

[1] صحیح مسلم بحوالہ تدوین حدیث ص۱۰۳ — [2] معرفۃ علوم الحدیث ص — [3] جامع بیان العلم ج ۱ ص۲۵، ۲۶، ص۱۲۶

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ تم لوگ مل کر بیٹھو اور حدیث کا مذاکرہ کرو، اگر ایسا نہیں کروگے تو حدیث جاتی رہے گی، حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ تم لوگ احادیث کا مذاکرہ کرو تاکہ بے قابو نہ ہوجائے، مذاکرہ میں اس کی حیات ہے، حدیث قرآن کی طرح نہیں ہے، قرآن محفوظ ہوچکا ہے اگر حدیث کا مذاکرہ نہیں کروگے تو تمھارے قابو سے باہر ہوجائے گی۔ تم یہ نہ کہو کہ میں کل یہ حدیث بیان کرچکا ہوں آج بھی بیان کرو، اور کل بھی بیان کرو، جب تم لوگ ہم سے کوئی حدیث سنو تو آپس میں اس کا مذاکرہ کرو، ایک ساعت علم کا مذاکرہ ایک رات کی عبادت سے افضل ہے، حضرت ابوسعید خدری رضؓ کہتے تھے کہ تم لوگ حدیث کا باہمی مذاکرہ کرو اس لئے کہ مذاکرہ کی وجہ سے ایک حدیث دوسری حدیث کو یاد دلادیتی ہے۔[1]

بعض صحابہ حفظِ حدیث کو ترجیح دیتے تھے، اور بعض کتابتِ حدیث پر زور دیتے تھے اور اپنے اپنے شاگردوں کو اپنے اپنے طریقہ پر عمل کرنے کی تاکید کرتے تھے، حضرت ابن عباس کتابت حدیث کے حق میں ابتداءً نہیں تھے بعد میں اس کی اجازت دیدی، کہتے تھے کہ علم (حدیث) کو ہم نہ لکھتے ہیں نہ لکھاتے ہیں مگر ان کے شاگرد ہارون بن عنترہ کہتے ہیں کہ ابن عباس رضؓ نے ان کو لکھنے کی اجازت دی تھی، ابونضرہ کا بیان ہے کہ میں نے ابوسعید خدری رضؓ سے کہا کہ ہم آپ سے جو کچھ سنتے ہیں کیا اس کو لکھ لیا کریں؟ انھوں نے کہا کہ تم لوگ چاہتے ہو کہ ہم سے سنی ہوئی باتوں کو مصحف بناؤ، تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے حدیث بیان فرماتے تھے اور ہم یاد کرلیتے تھے، جس طرح ہم لوگ یاد کرلیتے تھے، تم لوگ بھی یاد کرو۔[2]

امتحان اور تدریس و افتاء کی تعلیم و تربیت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص کوئی حدیث سنے اور جس طرح اس کو سنا ہے اسی طرح بیان کرے تو وہ سلامت رہے گا،[3] حضرت واثلہ بن اسقع رضؓ کہتے ہیں کہ جب تم حدیث کو اس کے معنی و مفہوم کے ساتھ بیان کروگے تو کافی ہوگا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ

---

[1] شرف اصحاب الحدیث ص۹۴ و ۹۵، معرفۃ علوم الحدیث ص۱۴۰ تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص۳۷ [2] جامع بیان العلم ج۱ ص۶۴ و ص۶۵
[3] المحدث الفاصل ص۵۳۸، والکفایۃ ص۱۷۱۔

اپنے تلامذہ سے کہتے تھے کہ جب تک لوگ پوری توجہ سے تمھاری طرف دیکھتے رہیں تم حدیث بیان کرو، اور جب وہ نظریں نیچی کرلیں تو رک جاؤ، نیز کہتے تھے کہ اپنی نیکی ایسے شخص کے سامنے نہ پھیلاؤ جو اس کی خواہش نہ کرے[1] اور یہ بات بڑے کام کی بتائی ہے کہ۔

ما أنت بمحدث قوما حديثا لا تبلغه عقولهم إلا كان لبعضهم فتنة۔[2]	تم کسی جماعت سے ایسی حدیث بیان کروگے جو ان کی سمجھ میں نہ آئے تو بعضوں کے لئے فتنہ کا باعث ہوجائے گی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اپنے شاگردوں سے کہتے تھے کہ لوگوں کو ہر جمعہ (ہفتہ) میں ایک مرتبہ حدیث کی تعلیم دو۔ اگر اس سے انکار ہے تو دو مرتبہ اور اگر بہت زیادہ چاہتے ہو تو تین مرتبہ تعلیم دو اور لوگوں کو قرآن سے غافل نہ کرو، لوگ آپس میں گفتگو کرتے ہوں تو تم ان کی بات مت کاٹو بلکہ خاموش رہو، اور جب وہ خواہش کریں تو حدیث بیان کرو، سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابن عباس نے مجھ سے کہا کہ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم کس طرح حدیث بیان کرتے ہو، یہ سن کر میں گھبرایا تو کہا کہ کیا تم پر اللہ کا یہ احسان نہیں ہے کہ میرے سامنے حدیث بیان کرو اگر صحیح طور سے بیان کرتے ہو تو سبحان اللہ اور اگر غلطی کرتے ہو تو میں تصحیح کردوں[3]

حجاج بن عمرو بن عزیہ بیان کرتے ہیں کہ میں زید بن ثابتؓ کی مجلس میں تھا، ایک شخص نے ان سے فتویٰ پوچھا تو مجھ سے کہا کہ تم فتویٰ دیدو، میں نے کہا کہ ہم آپ کے پاس تحصیل علم کے لئے آئے ہیں، پھر بھی زید بن ثابت نے مجھے اس کا حکم دیا، اور میں نے فتویٰ دیکر کہا کہ میں نے زید بن ثابت سے ایسا ہی سنا ہے، اس پر انھوں نے کہا کہ زید نے صحیح کہا ہے۔ ان باتوں سے طلبہ کا امتحان بھی مقصود ہوتا تھا۔ حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ تم لوگ علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ، اور علم کے لئے وقار و تمکنت سیکھو، جس سے علم حاصل کرتے

---

[1] المحدث الفاصل ص۹۱ و تدریب الراوی ص۲۲۲ [2] مقدمہ صحیح مسلم ص۷۰ [3] طبقات ابن سعد ج۶ ص۔

ہو اور جس کو تعلیم دیتے ہو اس کے لئے تواضع و فروتنی اختیار کرو اور متشدد عالم نہ بنو ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے اہل علم کو مخاطب کرکے کہا کہ تم لوگ خیر کی طرف سبقت کرو، اللہ کا فضل تلاش کرو، لوگوں پر بار نہ بنو۔ ابوظبیان ازدی کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مجھ سے پوچھا ابوظبیان! تمہارا وظیفہ کتنا ہے؟ میں نے کہا ڈھائی ہزار درہم، تو کہا کہ تم کچھ چوپائے رکھ لو ہو سکتا ہے کہ آئندہ قریش کے نوخیز آ جائیں اور یہ وظیفہ بند کر دیں۔

بیرونی طلبہ کی کثرت اور ان کے قیام و طعام کا انتظام

خلافت راشدہ میں قرآن کی حفاظت و اہمیت کے پیش نظر احادیث کی کثرت روایت سے روکا جاتا تھا، اس کے باوجود مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ، کوفہ، بصرہ دمشق، مصر اور دوسرے مرکزی مقامات میں روایت حدیث اور فقہ و فتویٰ کے حلقے اور مجلسیں مقامی اور بیرونی طلبہ سے بھری رہتی تھیں اور ان میں طلبہ دور دراز مقامات سے سفر کرکے شریک ہوتے تھے، خاص طور سے شہر نبوت مدینہ منورہ مرکز نقل کی حیثیت رکھتا تھا، حضرت ابی بن کعب متوفی ۲۲ھ کے ایک بصری صحابی شاگرد جندب بن عبداللہ بن سفیان بجلیؓ کا بیان ہے کہ

أتيت المدينة ابتغاء العلم فدخلت مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم فاذا الناس حلق يتحدثون فجعلت أمضي الحلق حتى أتيت حلقة الخ	میں طلب علم میں مدینہ آیا اور مسجد نبوی میں داخل ہوا تو دیکھا کہ لوگ حلقہ در حلقہ آپس میں حدیث بیان کر رہے ہیں میں ان حلقوں سے گذرتا ہوا ایک حلقہ میں پہونچا۔

اس سلسلۂ بیان میں جندب بن عبداللہ بجلی اپنے اور اپنے ہمسفر طلبہ کے اسفار، انفاق اور راہِ طلب میں تکالیف برداشت کرنے کا تذکرہ کرتے ہیں

إنا ننفق أنفاقنا وننصب أبداننا ونرحل مطايانا ابتغاء العلم۔	ہم طلب علم کیلئے اپنے اموال خرچ کرتے ہیں اپنے جسموں کو تھکاتے ہیں، اپنی سواریوں پر آتے ہیں۔

ـه جامع بیان العلم ج ۱ ص ۱۱۵ و ص ۱۱۵ و ص ۱۳۵۔

حضرت ابی بن کعب کے دوسرے بصری شاگرد عُتَیّ بن ضمرہ تمیمی کہتے ہیں کہ

نأتیکم من البُعد	ہم لوگ دور دراز مقامات سے آپ کے یہاں
نرجو عندکم الخیر	اس امید پر آتے ہیں کہ آپ حضرات ہم کو دینی تعلیم
أن تعلمونا۔[1]	دیں گے۔

ابو العالیہ ریاحی کہتے ہیں کہ ہم لوگ بصرہ میں صحابہ سے حدیث سنتے تھے اس کے بعد مدینہ جاکر وہاں کے صحابہ سے اس کو سنکر مطمئن ہوتے تھے۔ ابو قلابہ کا بیان ہے کہ میں کئی دن مدینہ میں مقیم رہا تاکہ ایک شخص سے ایک حدیث سنوں۔ زہری کہتے ہیں کہ ایک حدیث کے لئے آدمی مدینہ کا سفر کرتا تھا، حضرت ابوہریرہ رضہ کے شاگردوں میں بصرہ کے ایک شاگرد بشیر بن نہیک سدوسی تھے جب وہ واپس جانے لگے تو حضرت ابوہریرہ سے سنی ہوئی احادیث کے مجموعہ کی ان سے تصدیق کرائی، اسی طرح طائف کی ایک جماعت حضرت ابن عباس کی حلقہ نشین تھی اور ان لوگوں نے بھی احادیث کا ایک مجموعہ ابن عباس کو سنا کر اس کی تصدیق کرائی حضرت ابو ایوب انصاری نے ایک حدیث کے لئے ملک شام کا سفر کیا، حضرت ابو الدرداء کے پاس مدینہ سے ایک آدمی دمشق گیا تاکہ ان سے ایک حدیث کی روایت کرے، بہت سے طلبہ سند عالی کے لئے اپنے اپنے شہروں سے حضرات صحابہ کی خدمت میں آتے تھے۔ صحابہ کے آخری زمانہ میں جب دنیا ان کے وجود باجود سے خالی ہوتی جارہی تھی دور دراز مقامات کے اہل علم صحابہ کی زیارت درویت اور ان سے روایت کے لئے آتے تھے، اس کا اندازہ صحابہ کے فیض یافتگان کے ناموں کے ساتھ ان کے شہروں اور علاقوں کی نسبت سے ہوتا ہے۔ اس دور میں جس شہر یا جس ملک میں کسی صحابی کا پتہ چلتا اہل علم سفر کرکے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان کی مجلس میں شریک ہوکر، اور ان کی احادیث، فقہی اقوال و آراء و فتاوے سنکر چند دن یا چند ہفتہ میں واپس چلے جاتے اور ان کو اپنے اپنے علاقوں میں عام کرتے تھے۔

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۱۳۵ و ص ۱۵۰ ج ۴۔

عہدِ رسالت میں مقامی اور بیرونی دونوں قسم کے طلبہ کے قیام وطعام کا باقاعدہ انتظام تھا مقامی طلبہ یعنی اضیاف الاسلام اصحاب صفہ اور دیگر فقراء ومساکین مسجد نبوی میں قیام کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور باحیثیت صحابہ ان کو اپنے گھروں پر بلا کر کھلاتے تھے مسجدِ نبوی میں صحابہ ان کے لئے کھجور اور پانی رکھتے تھے، حضرت ابوہریرہ رضہ اور حضرت معاذ بن جبل رضہ اس کے منتظم تھے اور بیرونی طلبہ یعنی اطراف وجوانب سے آنے والے افراد اور وفود عام طور سے دار رملہ بنت حارث میں ٹھہرائے جاتے تھے جو دار الضیافہ کے نام سے مشہور تھا اور اس میں چھ سات سو آدمیوں کے قیام کی گنجائش تھی، ان کے قیام وطعام کا انتظام حضرت بلال رضہ کے ذمہ ہوتا تھا، بعض افراد اور وفود دوسری جگہوں میں بھی ٹھہرائے جاتے تھے مگر عہد صحابہ میں غیر مقامی طلبہ کے قیام وطعام کے بارے میں کوئی تصریح نہیں ملتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو تاکید فرمائی تھی کہ میرے بعد طلب علم میں اطراف واکناف سے نوخیز نوجوان آئیں گے تم لوگ ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا اور ہر طرح سے ان کی دل جوئی وخبرگیری کرنا، اس وصیت ونصیحت کے مطابق حضرات صحابہ اور دوسرے حضرات بیرونی طلبہ کا بڑھ کر استقبال کرتے تھے اور ان مہمانانِ رسول کی میزبانی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے تھے، بعض بیرونی طلبہ اپنے حلقہ تعارف وتعلق میں قیام کرتے تھے یوں بھی اس زمانہ میں حالات بدل چکے تھے، کشادگی اور خوش حالی کا دور شروع ہو چکا تھا اور دار ودہش کرنے والے اجواد واسخیاء حاجت مندوں کی ہر طرح خبرگیری کرتے تھے۔

علم دین کے خاص حاملین ومعلّمین

ایک لاکھ سے زائد صحابہ جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماعت وردیت، اور روایت کا شرف حاصل تھا ان میں سے ہر فرد دین کا مبلّغ ومعلّم تھا، اسی کے ساتھ ان میں کئی حضرات دینی علوم کی جامعیت ومرکزیت میں ممتاز مقام رکھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سند وشہادت دی تھی اور صحابہ نے ان کو مقتدا بنایا تھا چنانچہ درسگاہ

نبوت کے ان فضلاء و فارغین میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم عہد رسالت میں فقہ و فتویٰ کی خدمت انجام دیتے تھے، ان کے علاوہ دوسرے صحابہ بھی کتاب و سنت فقہ و فتویٰ میں بلند مقام رکھتے تھے، اور عہد صحابہ میں دینی علوم کی تعلیم، احادیث کی روایت اور تفقہ فی الدین کی خدمت انجام دیتے تھے ان میں یہ حضرات مشہور ہیں، اور دینی امور میں مرجع مانے جاتے ہیں، علی بن ابو طالب، عبدالرحمٰن بن عوف، ابی بن کعب عبداللہ بن مسعود، ابوموسیٰ اشعری، معاذ بن جبل، عبداللہ بن سلام، ابوذر غفاری، زید بن ثابت ابوہریرہ، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عمرو بن عاص، ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہم، ان کے علاوہ ام المومنین ام سلمہ، انس بن مالک، ابوسعید خدری، عبداللہ بن زبیر، سعد بن ابی وقاص، سلمان فارسی، جابر بن عبداللہ وغیرہ رضی اللہ عنہم، یہ علمائے صحابہ حدیث و فقہ اور دینی علوم کے حامل و ناشر تھے۔

حضرت ابوبکرؓ اپنے دورِ خلافت میں انصار اور مہاجرین کو جمع کر کے دینی امور میں مشورہ کرتے تھے، ان حضرات میں عمر بن خطاب، علی بن ابو طالب، عبدالرحمٰن بن عوف، معاذ بن جبل، ابی بن کعب اور زید بن ثابت کو نمایاں حیثیت حاصل تھی۔

حضرت عمرؓ اپنے دورِ خلافت میں اصحابِ شوریٰ کے علاوہ معاذ بن جبل، ابی بن کعب زید بن ثابت، عبداللہ بن عباس اور نوخیز صحابہ سے مشورہ لیا کرتے تھے، حضرت عثمان کے دورِ خلافت میں یہی حضرات دینی امور و معاملات میں مرجع تھے۔

صحابہ کے علمی مقام و مرتبہ اور ان کے امتیازی اوصاف کے بارے میں عام صحابہ شہادت دیتے تھے اور ان سے علم حاصل کرنے کی تاکید کرتے تھے، حضرت معاذؓ بن جبل سے ان کی وفات کے وقت پوچھا گیا کہ آپ کے بعد ہم کس سے علم حاصل کریں؟ تو بتایا کہ ابودرداء، سلمان فارسی، عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن سلام سے علم حاصل کرنا چاہئے، حضرت عمرؓ نے مقام جابیہ کے خطبہ میں کہا کہ جس کو فرائض حاصل کرنا ہو زید بن ثابت کے پاس جائے

جس کو فقہ حاصل کرنا ہو معاذ بن جبل کے پاس جائے، اور جس کو مال حاصل کرنا ہو میرے پاس آئے، عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ عمرؓ علم کے دس حصوں میں سے نو حصہ اپنے ساتھ لیتے گئے اگر عمرؓ کا علم ایک پلّہ پر اور دوسرے لوگوں کا علم دوسرے پلہ پر رکھا جائے تو عمر کے علم کا پلّہ جھک جائیگا ابوموسیٰ اشعری رضؓ کا بیان ہے کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی کسی حدیث کے بارے میں مشکل پیش آئی اور ہم نے حضرت عائشہ سے اس کے متعلق پوچھا تو ان کے پاس علم پایا عبداللہ بن مسعود رضؓ کی ایک مجلس میں بیٹھنا میرے نزدیک ایک سال کے عمل سے زیادہ قابل اطمینان ہے، مسور بن مخرمہ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا علم ان چھ حضرات پر منتہی ہوتا ہے، عمر، عثمان، علی، معاذ بن جبل، اُبی بن کعب اور زید بن ثابت[1] رضی اللہ عنہم۔

حضرات صحابہ کے یہ چند اقوال و آراء، علمائے صحابہ کے بارے میں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا حضرات جماعت صحابہ اعلم العلماء اور علوم کے جامع تھے۔

اب ان کے تلامذہ یعنی علمائے تابعین کے چند بیانات، ان شیوخ و اساتذہ کے بارے میں ملاحظہ ہوں، مشہور تابعی عالم مسروق بن اجدع کا بیان ہے کہ حضرات صحابہ میں عمر، علی، ابن مسعود، زید بن ثابت، ابی بن کعب، ابوموسیٰ اشعری، اصحابِ فتویٰ تھے، ان ہی کا قول ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک صحابی کو اچھی طرح جانچا پرکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ ان سب کا علم چھ حضرات عمر، علی، عبداللہ بن مسعود، معاذ بن جبل، ابو درداء، زید بن ثابت پر منتہی ہوتا ہے اور ان چھ کو جانچا پرکھا تو معلوم ہوا کہ ان سب کا علم دو حضرات علی اور عبداللہ بن مسعود پر منتہی ہوتا ہے۔

امام شعبیؒ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت کے چھ اہل علم تھے عمر، علی، ابن مسعود، زید بن ثابت، ابی بن کعب، ابوموسیٰ اشعری۔ مجاہد بن جبر کا بیان ہے کہ علماء تو اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، محمد بن سیرین کا قول ہے کہ اہل علم کے نزدیک

---

[1] اعلام الموقعین، طبقات ابن سعد، علل الحدیث و معرفۃ الرجال وغیرہ۔

مناسکِ حج کے سب سے بڑے عالم صحابہ میں عثمان بن عفان اور ان کے بعد عبداللہ بن عمر تھے،
میمون بن مہران کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر سے بڑا فقیہ اور ابن عباس سے بڑا عالم نہیں دیکھا۔
ان علمائے صحابہ کی روایات، اقوال و آرا، اور فتاوے ضخیم اور متوسط جلدوں میں جمع کئے جاسکتے ہیں، چونکہ عہد صحابہ میں باقاعدہ تدوین و تالیف کا رواج نہیں تھا بلکہ بعض صحابہ اور ان کے تلامیذ یادداشت کے طور پر صحیفے اور نسخے لکھ لیتے تھے اس لئے ان کی روایات اور فتاوے مدوّن نہیں ہو سکے اور بعد میں اس کی باری آئی، چنانچہ خلیفہ مامون کے پڑپوتے ابوبکر محمد بن موسیٰ بن یعقوب نے ابن عباس کے فتاوے بیس جلدوں میں جمع کئے تھے۔

مدینہ کے تین فقہی مکاتب

یوں تو اکثر صحابہ اپنے اپنے حلقوں میں دینی علوم کی تعلیم و تدریس کی خدمت انجام دیتے تھے، اور تابعین ان سے استفادہ کرتے تھے مگر ان میں چند مخصوص حضرات اپنی مرجعیت و جامعیت کی وجہ سے دینی علوم میں امت کے مقتدا تھے اور ان کے تحدیثی و فقہی مسلک کو قبولِ عام و تام حاصل ہوا، اور ان کے اصحاب و تلامیذ نے اس کی اشاعت کی، امام بخاری کے شیخ امام علی بن عبداللہ مدینی متوفی ۲۳۴ھ کا بیان ہے

لم یکن من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لہ اصحاب یذھبون مذھبہ ویفتون فتواہ ویسلکون طریقتہ الا ثلاثۃ عبد اللہ بن مسعود و زید بن ثابت و عبد اللہ بن عباس[1]	عبداللہ بن مسعود، زید بن ثابت، عبداللہ بن عباس کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں کوئی ایسا عالم نہیں تھا جس کے تلامذہ و اصحاب اس کے مسلک پر چلتے ہوں اسکے فتویٰ کے مطابق فتویٰ دیتے ہوں اور اس کے طریقہ پر عمل کرتے ہوں۔

اس اجمال کی تفصیل علامہ ابن قیم نے اعلام الموقعین میں اس طرح بیان کی ہے۔

[1] کتاب علل الحدیث و معرفۃ الرجال لعلی مدینی ص۴۳ (حلب)

والدین والفقه والعلم انتشر فی الأمة عن أصحاب عبد الله بن مسعود و وأصحاب زید بن ثابت وأصحاب عبد الله بن عمر وأصحاب عبد الله بن عباس فعلم الناس عامة من أصحاب هؤلاء الأربعة فأما أهل المدينة فعلمهم عن أصحاب زید بن ثابت وعبد الله بن عمر وأما أهل مكة فعلمهم عن أصحاب عبد الله بن عباس وأما أهل العراق فعلمهم عن أصحاب عبد الله بن مسعود۔[1]

دین، فقہ اور علم عبداللہ بن مسعود، زید بن ثابت عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے اصحاب و تلامذہ سے پھیلا ہے، اور لوگوں کا علم ان ہی چاروں حضرات کے شاگردوں سے ہے۔ اہل مدینہ کا علم زید بن ثابت اور عبداللہ ابن عمر کے شاگردوں سے۔ اہل مکہ کا علم عبداللہ ابن عباس کے تلامذہ سے اور اہل عراق کا علم عبداللہ بن مسعود کے اصحاب سے ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ان تین یا چار حضرات کا روایاتی اور فقہی مسلک بنیادی طور پر امت میں رائج ہوا، اور ان کے مقابلہ میں دوسرے اہل علم صحابہ کے آراء و اقوال کم رائج ہوئے۔

وارثین علم نبوت میں سے بہت سے حضرات عہد نبوی اور عہد خلافت میں جہاد و غزوات میں شہید ہو گئے۔ کتنے حضرات بلادِ اسلامیہ میں امارت قضا اور تعلیم کے لئے روانہ کئے گئے، کچھ حضرات اپنے اپنے قبائل کے علاقے میں چلے گئے اور ایک بڑا طبقہ دینی علوم کی تعلیم و تدریس سے پہلے دنیا سے رخصت ہو گیا، اس دور میں جو حضرات مدینہ منورہ میں رہ گئے تھے یا یہاں سے دوسرے مقامات میں بھیجے گئے تھے، وہ خلاصۃ الخلاصۃ تھے اور شہر نبوت عالم اسلام کا دینی و علمی مرکز تھا

اصحابِ درسِ صحابہ

جیسا کہ معلوم ہوا علم دین کے معلّم و ناشر تمام صحابہ نہیں تھے بلکہ ان میں ایک مخصوص طبقہ اس میں مرجع تھا اور اسکے تعلیمی حلقے اور مجالس قائم تھے جیسا کہ ابن خلدون نے بھی لکھا ہے۔

---

[1] اعلام الموقعین ج ۱ ص ۱۶۔

ثم ان الصحابة کلهم لم یکونوا اهل فتیا ولا کان الدین یؤخذ عن جمیعهم وانما کان ذلک مختصًا بالحاملین للقرآن العارفین ناسخه ومنسوخه ومتشابهه ومحکمه وسائر دلالته بما تلقوه من النبی صلی الله علیه وسلم اومن سمعه منهم من علیتهم وکانوا یسمون لذلک القراء ای الذین یقرءون الکتاب۔[1]

تمام صحابہ نہ اہل فتویٰ تھے اور نہ ہی ان سب سے علم دین حاصل کیا جاتا تھا بلکہ یہ ان صحابہ کے ساتھ خاص تھا جو قرآن کے حامل تھے اور اس کے ناسخ، منسوخ، متشابہ، محکم اور اس کے سارے بیانات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا تھا یا اپنے طبقہ کے ان لوگوں سے حاصل کیا تھا جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست حاصل کیا، یہ حضرات قراء کہے جاتے تھے۔

جیسا کہ معلوم ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ میں سے ایسے قراء و معلّمین کی خاص طور سے نشان دہی فرما کر ان سے تحصیل علم کی تاکید فرمائی تھی اور آپ کے بعد ان حضرات نے دینی تعلیم و تربیت کے حلقات و مجالس قائم کئے اور امت میں ان کو دینی و علمی سیادت و مرجعیت حاصل رہی۔ ان کا ایک بڑا طبقہ مرکز اسلام مدینہ منورہ میں تعلیم و تعلّم میں سرگرم رہا بہت سے حضرات نے مکہ مکرمہ، کوفہ، بصرہ، شام، مصر وغیرہ میں اپنی مجلسیں اور حلقے جاری کئے اور ان سب کلیات کا تعلق جامعہ مدینہ سے رہا۔

[1] مقدمہ ابن خلدون ص ۳۹۳۔
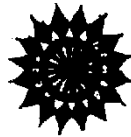
حضرت اُبی بن کعب انصاری نجاری رضی اللہ عنہ کاتبِ وحی، جامع قرآن اور سید القراء ہیں بیعتِ عقبہ ثانیہ میں موجود تھے، غزوۂ بدر اور دوسرے تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا (حضرت عمر نے بیس رکعات تراویح کے لئے مسجد نبوی میں حضرت ابی بن کعب کو امام بنایا تھا) لیہنک العلم ابا المنذر۔ نیز آپ نے فرمایا ہے کہ تم لوگ قرآن چار قاریوں سے پڑھو، عبد اللہ بن مسعود، سالم، معاذ اور ابی بن کعب۔ اور اقرءُ اُمتی ابیّ بن کعبؓ یعنی میری امت میں ابی بن کعب سب سے بڑے قاری ہیں، قبیلۂ انصار کے ان چار صحابہ نے حیاتِ نبوی میں قرآن جمع کیا تھا، ابی بن کعب، معاذ بن جبل، زید بن ثابت، اور ابو زید رضی اللہ عنہم۔

ایک مرتبہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ تم کو قرآن سناؤں۔ ابی بن کعب نے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں تو خوشی کی وجہ سے رونے لگے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ لم یکن الذین کفروا پڑھ کر سنائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو سید المسلمین اور اَقْرَءُنا اُبی کہا کرتے تھے اور اپنے دورِ خلافت میں ان سے اہم اور مشکل امور و معاملات میں مشورہ لیتے تھے اور ان کو حکم اور فیصل مانتے تھے[1]

حضرت ابی بن کعب زمانۂ جاہلیت میں لکھنا پڑھنا جانتے تھے، عہدِ رسالت میں حضرت ابوبکر، حضرت ابی بن کعب اور حضرت سعد بن عبادہ، اصحابِ صفہ اور وفود (بیرونی طلبہ) کو قرآن

---

[1] صحیح بخاری کتاب فضائل القرآن، طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۴۹۸، اصابہ ج ۱ ص ۱۶۔

کی تعلیم دیتے تھے، وفد غامد میں دس نفر شامل تھے، ان کا قیام جنۃ البقیع میں تھا، ان کے بارے میں تصریح ہے کہ واُتوا اُبی بن کعب فعلمھم قرآنًا، وہ لوگ اُبی بن کعب کے پاس آتے تو ان کو قرآن کی تعلیم دی۔

وفد بنو حنیفہ کے ایک فرد رحّال بن عنفرہ کے بارے میں تصریح ہے کہ وکان رحّال بن عنفرۃ یتعلم القرآن من اُبی بن کعب۔ وہ ابی بن کعب سے قرآن کی تعلیم حاصل کرتے تھے وفد ثقیف میں عثمان بن ابو عاص ثقفی ارکان وفد میں سب سے کم عمر تھے، لوگ ان کو سامان کی حفاظت کے لئے منزل میں چھوڑ دیتے تھے، اور جب دوپہر میں آکر سب لوگ سو جاتے تو عثمان خدمت نبوی میں حاضر ہو کر دین اور قرآن کی تعلیم حاصل کرتے تھے اور جب آپ آرام کرتے ہوتے تو حضرت ابوبکر اور حضرت ابی بن کعب کے پاس جاتے تھے اور قرآن و دین کی تعلیم حاصل کرتے تھے

وکان إذا وجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نائمًا عمد الی ابی بکر فسألہ واستقرءہٗ والی ابی بن کعب فسألہٗ واستقرءہٗ۔[1]	وہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سوتے ہوئے پاتے تو ابوبکرؓ سے دینی باتیں معلوم کرتے اور قرآن پڑھتے اور ابی بن کعب سے دینی باتیں معلوم کرتے اور قرآن پڑھتے تھے۔

ایک راوی جابر کا بیان ہے کہ میں ایک ضرورت سے حضرت عمر کے پاس گیا، دیکھا کہ ان کے پہلو میں ایک سفید ریش سفید پوش بزرگ بیٹھے کہہ رہے ہیں کہ دنیا میں آخرت کے لئے ہمارا بلاغ و زاد ہے اس میں ہمارے اعمال کی جزا آخرت میں ملے گی، میں نے پوچھا کہ! امیر المومنین یہ کون صاحب ہیں؟ تو بتایا کہ یہ سید المسلمین ابی بن کعب ہیں، ایک مرتبہ انھوں نے حضرت عمر سے کہا کہ آپ مجھے کسی مقام کا امیر و حاکم کیوں نہیں بنا دیتے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ میں تمھارے دین کو گرد آلود کرنا نہیں چاہتا۔

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۵ ۳۷۲؟

حضرت ابی بن کعب کے مزاج میں کچھ تیزی تھی، زر بن حبیش کہتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا کہ ابوالمنذر! آپ میرے لئے ذرا نرمی کریں، میں آپ سے دینی فائدہ حاصل کرتا ہوں، مسروق بن اجدع کہتے ہیں کہ میں نے ابی بن کعب سے ایک مسئلہ دریافت کیا، انھوں نے کہا کہ بھتیجے! کیا یہ واقعہ ہوا ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں، کہا کہ جب یہ واقعہ ہو جائے تو ہم تمھارے لئے اپنی رائے سے اجتہاد کریں گے۔

خلافتِ فاروقی میں مسجد نبوی میں متعدد تعلیمی و تدریسی حلقے اور مجالس کا انعقاد ہوتا تھا جن میں دور دراز کے طلبہ شریک ہوتے تھے اور اس کے لئے سفر کی تکلیف برداشت کرتے تھے اور مال خرچ کرتے تھے، ان ہی حلقوں اور مجلسوں میں حضرت ابی بن کعب کا حلقہ بھی ہوتا تھا جس میں خاص طور سے بیرونی طلبہ شریک ہوتے تھے، جندب بن عبداللہ بجلی کا بیان ہے۔

أتيت المدينة ابتغاء العلم فدخلت مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم فإذا الناس فيه حلق يتحدثون فجعلت أمضي الحلق حتى أتيت حلقة فيها رجل شاحب عليه ثوبان كأنما قدم من سفر قال فسمعته يقول: هلك أصحاب العقدة ورب الكعبة ولا آسى عليهم أحسبه قال مرارًا قال فجلست إليه فتحدث بما قضي له، ثم قام۔

میں طلب علم میں مدینہ آیا اور مسجد نبوی میں داخل ہوا تو دیکھا کہ لوگ اس میں حلقے بنا کر حدیث بیان کر رہے ہیں، میں ان حلقوں سے گذرتا ہوا ایک حلقہ میں پہونچا جس میں ایک صاحب متفکر بیٹھے ہیں ان کے جسم پر دو کپڑے ہیں، گویا وہ سفر سے ابھی لوٹے ہیں، میں نے ان کو کہتے ہوئے سنا کہ اہل عقدہ ہلاک ہو گئے رب کعبہ کی قسم مجھے ان کا کوئی غم نہیں ہے میرا خیال ہے کہ یہ بات انھوں نے بار بار کہی میں ان کے پاس بیٹھا اور انھوں نے حدیث بیان کی، پھر اٹھ گئے۔

ان کے جانے کے بعد میں نے اہل حلقہ سے پوچھا کہ یہ کون بزرگ تھے؟ لوگوں نے بتایا کہ

یہ سید المسلمین ابی بن کعب ہیں، میں ان کے پیچھے پیچھے چلا، دیکھا کہ ان کا گھر نہایت معمولی قسم کا ہے اور وہ عابد وزاہد بزرگ ہیں، میں نے سلام کیا، انھوں نے سلام کا جواب دے کر پوچھا کہ تم کون ہو؟ میں نے بتایا کہ اہل عراق میں سے ہوں، یہ سنکر کہا کہ شرکاء حلقہ میں سب سے زیادہ تم مجھ سے سوال کرتے تھے۔ اس جملہ سے مجھے تکلیف ہوئی اور میں نے قبلہ رو ہو کر دعا کی۔

اَللّٰهم نشکوهم إلیك، إنا ننفق نفقاتنا وننصب أبداننا ونرحل مطايانا ابتغاء العلم فإذا لقينا هم تجهموا لنا وقالوا لنا۔	اے اللہ! ہم ان حضرات کا تیری جناب میں شکوہ کرتے ہیں، طلب علم کے لئے ہم اپنے اخراجات برداشت کرتے ہیں، اپنے جسم کو تھکاتے ہیں، اپنی سواریوں پر سفر کرتے ہیں اور جب ان حضرات سے ملتے ہیں تو بے رخی برتتے ہیں اور ہم کو باتیں سناتے ہیں۔

یہ دعا سنکر ابی رونے لگے اور مجھے راضی کرکے کہا کہ اے اللہ! میں عہد کرتا ہوں کہ اگر تو نے مجھے جمعہ کے دن تک زندہ رکھا تو میں نے جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے بلاخوف لومۃ لائم بیان کروں گا، اس کے بعد میں جمعہ کے دن کا انتظار کرنے لگا۔ پنجشنبہ کو ایک ضرورت سے باہر نکلا تو دیکھا کہ مدینہ کی تمام گلیاں اور راستے لوگوں سے بھرے ہیں، میں نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا کہ اجنبی معلوم ہوتے ہو، سید المسلمین ابی بن کعب کا انتقال ہو گیا ہے۔ اسی طرح ان کے ایک دوسرے شاگرد عتی بن ضمرہ کا بیان ہے کہ میں نے ابی بن کعب سے کہا کہ:

مالکم أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم نأتيكم من البعد نرجو عندكم الخير أن تعلمونا فإذا أتيناكم استخففتم أمرنا	آپ حضرات اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا ہو گیا ہے؟ ہم آپ لوگوں کے پاس دور دور سے آتے ہیں یہ امید لے کر کہ آپ ہم کو تعلیم دیں گے اور ہم کو اچھی باتیں ملیں گی اور جب ہم آتے ہیں تو آپ لوگ ہم کو بالکل

کأنا نهون علیکم - بے حیثیت سمجھتے ہیں گویا ہم گئے گذرے ہیں۔
یہ سنکر ابی بن کعب نے کہا کہ واللہ اگر میں آئندہ جمعہ تک زندہ رہا تو تم لوگ مجھے زندہ رکھو گے یا قتل کردو گے اس کی پروا کئے بغیر باتیں بیان کروں گا اور جب جمعہ کے دن میں آیا تو پورا شہر ماتم کدہ بنا ہوا تھا، حضرت ابی بن کعب کا انتقال اصح قول کے مطابق ۲۲ھ میں مدینہ میں ہوا، حضرت عمر نے کہا کہ مات سید المسلمین ابی بن کعب[1]

درسگاہ حضرت عبادہ بن صامت

حضرت عبادہ بن صامت رضی انصاری، خزرجی رضی اللہ عنہ بیعت عقبہ میں اپنے قبیلہ کے نقیب تھے، غزوۂ بدر اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھے، فتح مصر میں امدادی لشکر کے امیر تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جامعین قرآن میں حضرت عبادہ بن صامت بھی ہیں، ایک مرتبہ امیر شام حضرت ابو عبیدہ نے ان کو حمص کا امیر بنایا تھا مگر جلد ہی ان کی جگہ عبداللہ بن قرط کو رکھا۔
ایک مرتبہ حضرت عبادہؓ اور حضرت معاویہؓ میں طاعون سے فرار کے بارے میں بحث و مباحثہ ہوا تو حضرت معاویہ نے نماز عصر کے بعد منبر پر کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ

الحدیث کما حدثنی	عبادہ نے مجھ سے جو حدیث بیان کی ہے وہی
عبادة فاقتبسوا منه	درست ہے تم لوگ ان سے دینی وعلمی اکتساب
فهو افقه منی	کرو، وہ مجھ سے بڑے فقیہ ہیں۔

اس طرح اور بھی دونوں حضرات میں مباحثے ہوئے جن میں حضرت معاویہ نے کئی باتوں

[1] طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۶۰ و ص ۶۱ -

میں حضرت عبادہ سے اتفاق کیا اور بعض باتوں میں اختلاف کیا، حضرت عبادہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں کسی کی پروا نہیں کرتے تھے وہ سب سے پہلے فلسطین کے قاضی بنائے گئے تھے۔[1]

حضرت ابی بن کعب کی طرح حضرت عبادہ بن صامت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں اصحاب صفہ اور باہر کے وفود کو قرآن اور تفقہ فی الدین کی تعلیم دیتے تھے، ان کا بیان ہے کہ میں نے اہل صفہ میں سے چند لوگوں کو قرآن اور کتابت کی تعلیم دی، ان میں سے ایک شخص نے مجھکو ہدیہ میں کمان دی، میں نے سوچا کہ یہ مال نہیں ہے میں اس سے جہاد فی سبیل اللہ میں تیراندازی کروں گا مگر پہلے اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کروں گا، چنانچہ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ! میں جن لوگوں کو تعلیم دیتا ہوں ان میں سے ایک نے مجھ کو ہدیہ میں کمان دی ہے، یہ مال نہیں ہے، میں اس سے جہاد میں تیر اندازی کروں گا، میری باتیں سنکر آپؐ نے فرمایا کہ اگر تم پسند کرتے ہو کہ یہ کمان تمھارے گلے میں آگ کا طوق بنے تو قبول کر لو۔[2]

حضرت عبادہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ احادیث کی روایت کی ہے امیر شام حضرت یزید بن ابو سفیان کی طلب پر حضرت عمرؓ نے ان کو قرآن اور تفقہ کی تعلیم کے لئے شام بھیجا تھا۔

فکتب یزید بن ابی سفیان الی عمر قد احتاج اھل الشام الی من یعلمھم القرآن ویفقھھم فارسل معاذاً وعبادۃ وابا الدرداء فاقام عبادۃ بفلسطین[3]

یزید بن ابی سفیان نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ اہل شام کو ایسے شخص کی ضرورت ہے جو ان کو قرآن اور تفقہ کی تعلیم دے، تو حضرت عمرؓ نے معاذ بن جبل، عبادہ بن صامت اور ابوالدرداء کو روانہ کیا، ان میں عبادہ بن صامت نے فلسطین میں اقامت اختیار کی۔

تہذیب التہذیب میں بھی اختصار کے ساتھ اس کا بیان ہے۔

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۵۴۶۔ واصابہ ج ۲ ص ۲۶۸۔ [2] سنن ابوداؤد کتاب الاجارہ باب فی کسب المعلم۔ [3] اصابہ ج ۲ ص ۲۶۸۔

وارسلہ عمر الی فلسطین لیعلم اھلھا القرآن فاقام بھا الی ان مات [1]	حضرت عمرؓ نے عبادہ بن صامت کو فلسطین بھیجا تاکہ وہاں کے لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیں اور انھوں نے وفات تک وہیں قیام کیا۔

ان کے تلمیذ جنادہ بن ابوامیہ کہتے ہیں کہ میں عبادہ کی خدمت میں حاضر ہو چکا ہوں، وکان تفقہ فی دین اللہ وہ اللہ کے دین کے فقیہ و عالم تھے، ابوالاشعث ایک مرتبہ جامع دمشق میں گئے دیکھا کہ شداد بن اوس اور عبدالرحمٰن بن عسیلہ صنابحی موجود ہیں، ان دونوں حضرات نے ابوالاشعث سے کہا کہ چلو اپنے بھائی کی عیادت کریں، چنانچہ ان حضرات نے حضرت عبادہ کی خدمت میں حاضر ہو کر مزاج پرسی کی تو حضرت عبادہ نے کہا اصبحت بنعمۃ من اللہ وفضلہ مجھ پر اللہ کی نعمت اور اس کا فضل و کرم ہے۔

ان سے حدیث کی روایت کرنے والوں میں حضرات صحابہ میں سے ابوامامہ باہلی، انس بن مالک، جابر بن عبداللہ، فضالہ بن عبید، اور کبار تابعین میں سے ابوادریس خولانی، ابومسلم خولانی، عبدالرحمٰن بن عسیلہ صنابحی، حطان رقاشی، ابوالاشعث صنعانی، جبیر بن نفیر، جنادہ بن ابوامیہ وغیرہ ہیں، نیز ان کے صاحبزادے ولید، عبداللہ، داؤد، اور دوسرے بہت سے اہل علم نے روایتِ حدیث اور تفقہ کی تعلیم حاصل کی۔ ان کا انتقال مقام رملہ (رام اللہ) میں ۳۴ھ یا بیت المقدس میں ۴۵ھ کے حدود میں ہوا۔[2]

[1] تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۱۱۲۔ [2] اصابہ ج ۲ ص ۲۷ و ۲۸۔

درسگاہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ عشرۂ مبشرہ اور چھ اصحابِ شوریٰ میں ہیں، مستجاب الدعا اور مشہور فاتح اسلام ہیں، ابتدائی دور میں مکہ مکرمہ میں مسلمان ہوئے اس وقت ان کی عمر سترہ سال کی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احد میں ان سے فرمایا تھا اِرمِ سعد فداک ابی وامی، تمام غزوات میں شریک رہے، عہد فاروقی میں قادسیہ اور عجم کی فتوحات ان کی امارت وقیادت میں ہوئی ہیں، انھوں نے کوفہ کو آباد کیا ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد تشاجرات وفتن سے الگ ہو کر اور وادیٔ عقیق میں شاندار محل تعمیر کر کے وہیں مقیم ہو گئے، ان کے بھتیجے ہاشم بن عتبہ نے ان سے کہا کہ ایک لاکھ تلواریں آپ کو خلافت کا زیادہ حقدار سمجھتی ہیں تو کہا کہ ان میں سے میں ایک ایسی تلوار چاہتا ہوں کہ اس سے مومن پر وار کروں تو کام نہ کرے اور کافر کو ماروں تو کاٹ دے[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن عمر کا ان تشاجرات سے دور رہنا اگر گناہ ہے تو بہت صغیرہ گناہ ہے اور اگر ثواب ہے تو بہت بڑا ثواب ہے۔

حضرت سعد کی تعلیمی مجلس کا انداز جداگانہ تھا، عام بات چیت کے طور پر اپنے حلقہ نشینوں سے غزوات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وعادات بیان کرتے تھے، اور اسی ضمن میں احادیث بھی بیان کرتے تھے۔ ان کے شاگرد بسر بن سعید کا بیان ہے۔

کنا نجالس سعد بن أبي وقاص وکان یحدث حدیث الناس ولا یقص وکان یساقط	ہم لوگ سعد بن ابی وقاص کی مجلس میں بیٹھتے تھے، وہ عام لوگوں کی طرح باتیں کرتے تھے وعظ نہیں بیان کرتے تھے، البتہ درمیان میں

[1] طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۳۷، واصابہ ج ۳ ص ۵۳۔

فی ذلك الحديث عن النبي صلى الله عليه وسلم ويذكر الجهاد والأخلاق. قال بكير كذلك كان القاسم بن محمد وضربائه[1]	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتے تھے اور جہاد و اخلاق کا تذکرہ کرتے تھے، راوی بکیر کہتے ہیں کہ قاسم بن محمد بن ابوبکر اور ان جیسے فقہاء کا بھی یہی طریقہ تھا۔

حضرت سعد احادیث بیان کرنے میں بہت احتیاط کرتے تھے، سائب بن یزید کہتے ہیں کہ میں سعد بن ابی وقاص، مقداد بن اسود، عبدالرحمٰن بن عوف کی مجلس میں حاضر تھا، میں نے ان میں سے کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتے ہوئے نہیں سنا، البتہ طلحہ بن عبیداللہ غزوۂ احد کے واقعات بیان کرتے تھے[2]

ان ہی سائب بن یزید کا بیان ہے کہ مدینہ سے مکہ تک میں سعد بن ابی وقاص کا ہمسفر رہا ہوں، اس اثناء میں میں نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث بیان کرتے ہوئے نہیں سنا، یہاں تک کہ مدینہ واپس آگئے، ایک مرتبہ چند لوگ سعد بن ابی وقاصؓ کی خدمت میں گئے اور کوئی بات معلوم کی تو ان سے کہا کہ

إني أخاف أن أحدثكم واحدا فتزيدوا عليه مائة۔[3]	میں ڈر رہا ہوں کہ تم لوگوں سے ایک حدیث بیان کروں اور تم اس میں سے ایک سو حدیث کا اضافہ کردو۔

حضرت سعدؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک تھے، عہد فاروقی میں بھی فتوحات میں شاندار خدمات انجام دیں اور ان میں جہاد کا جذبہ کارفرما تھا اس لئے اپنی اولاد کو خاص طور سے مغازی وجہاد کے واقعات سناتے اور ان کی تعلیم کے ساتھ بہادری اور جرأت ہمت کی دعا سکھاتے تھے، صاحبزادے محمد بن سعد کا بیان ہے کہ ہمارے والد ہم لوگوں کو مغازی و سرایا کی تعلیم دیتے تھے اور کہتے تھے کہ اے بیٹو! یہ تمہارے آباء و اجداد

---

[1] تاریخ کبیر ج ۱ قسم ۲ ص ۱۳۳، [2] بخاری کتاب الجهاد والسیر باب من حدث بمشاهده فی الحرب، [3] طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۴۲

کا شرف ہے اس کو یاد رکھو اور ضائع نہ کرو[1]

عمرو بن میمون سے روایت ہے کہ حضرت سعد اپنے لڑکوں کو ان دعائیہ کلمات کی تعلیم دیتے تھے، جس طرح استاد لڑکوں کو لکھنے کی تعلیم دیتا ہے، اور کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ اُرَدَّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرِ، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْیَا، وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ[2]

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کا انتقال ۵۵ھ میں وادی عقیق میں ان کے قصر سعد میں ہوا اور مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں دفن کئے گئے، نماز جنازہ امیر مدینہ مروان بن حکم نے پڑھائی تھی۔

حضرت سعدؓ حدیث کی روایت میں بہت احتیاط برتتے تھے، اس کے باوجود صحابہ و تابعین کی ایک جماعت نے ان سے حدیث کی روایت کی ہے جیسے صحابہ میں ام المومنین حضرت عائشہ، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت جابر بن سمرہ اور تابعین میں صاحبزادے ابراہیم عامر، عمر، محمد، عائشہ، مصعب، ان کے علاوہ سائب بن یزید، علقمہ بن قیس، احنف بن قیس، عمرو بن میمون، مجاہد بن جبر، ابو عبداللہ دینار القراظ، غنم بن قیس، مالک بن اوس بن حدثان، قیس بن عباد، ابو عثمان نہدی، ابو عبدالرحمٰن سلمی وغیرہ[3]

درسگاہ حضرت براء بن عازبؓ

حضرت براء بن عازب انصاری رضی اللہ عنہ ہجرت سے پہلے حضرت مصعب بن عمیرؓ اور ابن ام مکتومؓ سے قرآن کی تعلیم حاصل کرتے تھے اور کئی سورتیں یاد کر لی تھیں، ان کا بیان

[1] سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۔ [2] بخاری، کتاب الجہاد والسیر باب ما یتعوذ من الجبن ج ۱ ص ۹۳ [3] تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۴۸۳

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے سے پہلے ہی میں نے طوال مفصل کی کئی سورتیں یاد کرلی تھیں

کہتے ہیں کہ غزوۂ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو اور عبداللہ بن عمر کو کمسنی کی وجہ سے شرکت سے روک دیا تھا۔ اس کے بعد غزوۂ احد میں شریک ہوا، اٹھارہ سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمسفر رہا ہوں، حضرت براء بن عازب نے چودہ پندرہ غزوات میں شرکت کی ہے اور خلافتِ راشدہ میں حضرت ابوموسیٰ اشعری کے ساتھ رہ کر جنگ تستر میں مجاہدانہ سرگرمی دکھائی ہے، ایک روایت کے مطابق انھوں نے ۲۴ھ میں ملک رَے فتح کیا تھا۔ جنگ جمل جنگ صفین اور قتال خوارج میں حضرت علی رض کے ساتھ تھے، آخر میں کوفہ میں سکونت اختیار کرلی تھی اور وہیں مصعب بن زبیر کے دور امارت میں ۷۲ھ میں فوت ہوئے۔[1]

حضرت براءؓ کا حلقۂ درس مدینہ اور کوفہ دونوں جگہ قائم ہوتا تھا فتویٰ میں بڑی شدت اور احتیاط برتتے تھے، کہتے تھے کہ میں نے تین سو بدری صحابہؓ کو دیکھا ہے، ان میں ہر ایک چاہتا تھا کہ میرے سوا کوئی اور فتویٰ دے[2] فقیہ مدینہ قاسم بن محمد بن ابوبکر کے غلام یونس بن عبید کا بیان ہے کہ میرے آقا نے مجھے براء بن عازب کے پاس اس بات کی تحقیق کے لئے بھیجا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا کس چیز کا تھا؟ اور انھوں نے بتایا کہ سیاہ کمبل کے چوکور ٹکڑے کا تھا[3]

حضرت انس بن مالکؓ کی طرح حضرت براء بن عازب بھی اپنے تلامذہ سے کہتے تھے۔

ما كل ما نحدثكموه من رسول الله صلى الله عليه وسلم سمعناه منه، حدثناه أصحابنا، وكان يشغلنا رعية الإبل۔[4]	ہم جو حدیثیں تم لوگوں سے بیان کرتے ہیں ان سب کو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا ہے، ہم اونٹوں کے چرانے میں مشغول رہتے تھے اور ہمارے ساتھی ان کو ہم سے بیان کرتے تھے۔

[1] اسد الغابہ ج ۱ ص ۱۷۱ و اصابہ ج ۱ ص ۱۴۲ [2] الفقیہ والمتفقہ ج ۲ ص ۱۶۵ [3] تاریخ کبیر جلد ۴ قسم ۲ ص ۴۰۳ [4] اصابہ ج ۱ ص ۱۴۲۔

ان سے دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں۔

لیس کلنا یسمع حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانت لنا ضیعۃ واشغال ولکن الناس کانوا لا یکذبون یومئذ فیحدث الغائب الشاھد۔[1]	ہم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث نہیں سنتے تھے، ہم کو کھیتی باڑی اور دوسرے کاموں میں مشغولیت رہتی تھی، اس زمانہ میں لوگ جھوٹ نہیں بولتے تھے، خدمت نبوی کا حاضر باش حاضر نہ ہونے والے سے حدیث بیان کرتا تھا۔

ان کے حلقہ نشین اور تلامذہ ان کی احادیث کو لکھتے تھے، عبداللہ بن خنیس کہتے ہیں کہ میں نے اہل علم کو دیکھا ہے کہ حضرت براء کے پاس بیٹھ کر نَے (قصیب) سے اپنے ہاتھوں پر لکھتے تھے[2]

حضرت براء کی درسگاہ سے جماعت کثیرہ نے دینی و علمی فیض پایا ہے، ان میں سے چند حضرات کے نام یہ ہیں، عبداللہ بن زید حنظلی، ابوجحیفہ، یہ دونوں حضرات صحابی ہیں، صاحبزادگان عبید، ربیع یزید لوط، ان کے علاوہ ابن ابی لیلیٰ، عدی بن ثابت معاویہ بن سوید مقرن، ابوبردہ بن ابوموسیٰ اشعری، ابوبکر بن ابوموسیٰ اشعری، ابواسحاق سبیعی، ان کے آخری شاگرد ہیں۔

درسگاہ حضرت جابر بن عبداللہؓ

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ کا شمار بھی حفاظِ حدیث اور مکثرین بالروایۃ میں ہے، بیعت عقبہ ثانیہ میں اپنے والد کے ساتھ موجود تھے، غزوۂ بدر میں مجاہدین کو پانی پلاتے تھے، ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکیس (۲۱) غزوات فرمائے ہیں، میں ان میں سے انیس (۱۹) غزوات میں شریک رہا ہوں، وہ مدینہ منورہ کے مفتی و فقیہ تھے، بڑی عمر پائی تھی آخر میں آنکھوں سے معذور ہو گئے تھے، ایک قول کے مطابق وہ آخری صحابی ہیں جن کا انتقال مدینہ

---

[1] مستدرک حاکم ج ۱ ص ۱۲۷ باب العلم۔ [2] جامع بیان العلم ج ۱ ص ۱۲۳

منورہ میں ہوا۔ حضرت جابر احادیث رسول کی تحقیق و طلب میں دور دراز مقامات کا سفر کر کے ایک ایک حدیث کی چھان بین کرتے تھے، امام بخاری نے لکھا ہے۔

رحل جابر بن عبد اللہ مسیرۃ شھر الی عبد اللہ بن انیس فی حدیث واحد[1]

جابر بن عبداللہ ایک حدیث کے لئے ایک ماہ کا سفر کر کے عبداللہ بن انیس کے یہاں (ملک شام) گئے

اس سفر کی تفصیل خود حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک صحابی سے ایک حدیث سنی تو سواری کر کے ملک شام گیا اور عبداللہ بن انیس کے دروازہ پر جا کر کہلوایا کہ جابر دروازہ پر کھڑا ہے، ملازم نے اندر سے پوچھا کون جابر بن عبداللہ؟ میں نے کہا ہاں، اس نے عبداللہ بن انیس کو میرا نام بتایا تو وہ باہر آئے اور ہم دونوں نے گرم جوشی سے سلام و معانقہ کیا، اس کے بعد میں نے کہا کہ آپ کے واسطہ سے مجھے ایک روایت پہونچی ہے، جس کو آپ نے براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، اور میں نے آپ سے نہیں سنا ہے، اس پر عبداللہ بن انیس نے مجھے وہ حدیث سنادی[2]

حضرت جابرؓ کا حلقہ درس مسجد نبوی میں قائم ہوتا تھا جس میں صحابہ اور تابعین شریک ہوتے تھے، ہشام بن عروہ کا بیان ہے۔

کان لجابر بن عبد اللہ حلقۃ فی المسجد یعنی النبوی یؤخذ عنہ العلم[3]

جابر بن عبداللہ کا حلقہ مسجد نبوی میں قائم ہوتا تھا جس میں ان سے علم دین حاصل کیا جاتا تھا

عطاء بن ابو رباح کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت جابر کی مجلس میں حدیث سن کر اٹھتے اور آپس میں اس کا مذاکرہ کرتے تو ابوالزبیر محمد بن مسلم بن تدرس مکی کو ہم سب سے زیادہ حدیث یاد رہتی تھی۔[4]

ایک مرتبہ حضرت جابرؓ نے مجلس درس میں طلبہ سے کہا کہ غزوہ حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا تھا کہ تم روئے زمین کے بہترین لوگ ہو، اس وقت ہماری

---

[1] بخاری، باب الخروج فی طلب العلم۔ [2] جامع بیان العلم ص۹۳ ج ۱۔ [3] اصابہ ج ۱ ص۲۱۳ و تہذیب التہذیب ج ۲ ص۴۳۔ [4] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص۱۱۹۔

تعداد چودہ سو تھی، اگر آج میری بینائی ہوتی تو میں تم لوگوں کو بیعت رضوان والے درخت کی جگہ دکھا دیتا[1]

مکہ مکرمہ میں حضرت جابر کی مجلس درس منعقد ہوتی تھی سفیان بن عیینہ کا بیان ہے کہ جس سال حضرت جابر مکہ میں مقیم تھے عطاء بن ابی رباح، اور عمرو بن دینار نے ان سے تعلیم حاصل کی[2]

عبداللہ بن محمد بن عقیل کہتے ہیں کہ میں اور ابوجعفر (محمد الباقر بن علی بن حسین) جابر بن عبداللہ کی مجلس میں شریک ہوتے تھے۔ ہمارے پاس چھوٹی چھوٹی تختیاں ہوتی تھیں جن پر حدیث لکھتے تھے[3]

حضرت جابر کے متعدد تلامذہ کے پاس ان کی احادیث کے مجموعے تھے جن کی وہ روایت کرتے تھے، عاصم بن عمر بن قتادہ کا بیان ہے کہ میں نے شعبی کے سامنے احادیث کا ایک مجموعہ پیش کیا جس کو میں نے جابر بن عبداللہ سے سنکر لکھا تھا شعبی نے اس کو دیکھ کر کہا کہ اس صحیفہ کی ساری حدیثیں میں نے جابر سے سنی ہیں۔[4]

ابوسفیان طلحہ بن نافع قرشی کے پاس احادیث کا ایک صحیفہ تھا، سفیان بن عیینہ، وکیع اور شعبہ کا قول ہے کہ ابوسفیان کے صحیفہ میں حضرت جابر کی احادیث ہیں جن کو انھوں نے جابر سے سنا ہے، علمائے بصرہ کے پاس حضرت جابر کی احادیث کا مجموعہ تھا چند اہل علم اس صحیفہ جابر کو حسن بصری کے پاس لے گئے تو انھوں نے اس کی روایت کی اور اپنے پاس رکھ لیا۔[5]

قتادہ بن دعامہ کے پاس بھی حضرت جابر کی احادیث کا ایک صحیفہ تھا جس کو وہ قرآن کی طرح یاد رکھتے تھے، ایک مرتبہ قتادہ نے سعید بن ابی عروبہ سے کہا کہ آپ قرآن ہاتھ میں لیں، میں قرآن سناتا ہوں، اس کے بعد قتادہ نے سورۂ بقرہ سنائی جس میں ایک حرف کی بھی غلطی نہیں تھی، سعید بن ابی عروبہ سے پوچھا کہ کیا میں نے صحیح پڑھا ہے۔؟ جب انھوں نے تصدیق کی تو کہا کہ صحیفہ جابر مجھے قرآن سے زیادہ یاد ہے۔ اس صحیفہ کی روایت قتادہ

---

[1] بخاری، کتاب المغازی ج ۲ ص ۲۹، [2] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۴۳۔ [3] سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۱۹۳ و تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۳۷۵ [4] المحدث الفاصل ص ۳۷۲ [5] الکفایہ ص ۳۵۳ و تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۳۷۰ -

سے کی گئی ہے۔ سلیمان بن قیس یشکری نے حضرت جابرؓ کی مجلسِ درس میں بیٹھ کر ان کی احادیث کا ایک مجموعہ تیار کیا تھا۔ اسی طرح ابوسفیان شعبی اور ابوالزبیر نے حضرت جابر کی احادیث کے مجموعے ان سے سنکر مرتب کئے تھے۔

حضرت جابر خود بھی دوسرے اہل علم سے احادیث سنکر لکھا کرتے تھے، حتیٰ کہ روایۃ الاکابر عن الاصاغر کے طور پر اپنے شاگرد عبدالرحمٰن بن سابط جمحی کے پاس بیٹھ کر تختیوں پر حدیث لکھتے تھے عبدالرحمٰن بن سابط نے حضرت جابر کے علاوہ کئی صحابہ سے حدیث کی روایت کی تھی، حضرت جابرؓ ان ہی حدیثوں کو لکھتے تھے، ربیع بن سعد کہتے ہیں کہ حضرت جابر کو ابن سابط کے یہاں حدیث لکھتے ہوئے دیکھا ہے [1] حضرت جابر نے مناسکِ حج پر ایک مختصر سا مجموعہ مرتب کیا تھا جو صحیح مسلم میں مروی ہے۔

حضرت جابرؓ آخری عمر میں دونوں آنکھوں سے معذور ہو گئے تھے، ایک قول کے مطابق چورانوے سال کی عمر میں ۷۸ھ میں مدینہ میں وفات پائی، انھوں نے وصیت کی تھی کہ میری نماز جنازہ حجاج بن یوسف نہ پڑھائے اس وقت مدینہ کے امیر ابان بن عثمان تھے، انھوں نے نماز جنازہ پڑھائی تھی۔

درسگاہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ

فقیہۃ الامت ام المؤمنین حضرت عائشہؓ صدیقہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا اکابر فقہاء صحابہ کی طرح حدیث و فقہ، فتاوی، طب، انساب، اشعار کئی علوم میں مرجع تھیں، محمد بن شہاب زہری کا قول ہے کہ اگر حضرت عائشہؓ کا علم جمع کیا جائے اور تمام امہات المؤمنین کا علم جمع کیا جائے تو حضرت عائشہؓ کا علم سب سے زیادہ اور افضل ہوگا۔ عروہ بن الزبیر کہتے ہیں کہ میں

[1] جامع بیان العلم ج ۱ ص ۷۳۔

نے فقہ طب اور اشعار میں عائشہؓ سے بڑا عالم کسی کو نہیں دیکھا، عروہ بن زبیر خود اشعار کے بہت بڑے عالم و راوی تھے، ان سے اس کا تذکرہ کیا گیا تو کہا کہ عائشہ کے مقابلہ میں میری شعری روایت ہیچ ہے، ان کے سامنے جب کوئی بات پیش کی جاتی تو اس کے متعلق شعر سناتی تھیں۔

حضرت ابوہریرہ رضؓ کہتے ہیں کہ ہم کو دینی امور و مسائل میں جو بھی مشکل پیش آئی اور ہم نے اس کے بارے میں عائشہ رضؓ سے سوال کیا تو ان کے یہاں اس کا علم پایا، مسروق بن اجدع کا بیان ہے۔

رأیتُ مشیخةَ أصحاب رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم الأکابر یسألونها عن الفرائض۔	میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کبار مشائخ صحابہ کو دیکھا ہے کہ حضرت عائشہؓ سے فرائض کے بارے میں سوال کرتے ہیں

اور مسروق جب حضرت عائشہؓ کی حدیث بیان کرتے تو یوں کہتے حدثتنی الصادقة ابنة الصدیق حبیبةُ حبیب اللہ تعالیٰ المبرأة من فوق سبع سمٰوات۔

عروہ بن زبیر کا بیان ہے کہ میں کسی ایسے عالم کی مجلس میں نہیں بیٹھا ہوں جو قضاء حدیث، جاہلیت، فرائض، شعر اور طب میں عائشہ سے بڑھا ہوا ہو، ان سے تفقہ کی تعلیم پانے والوں میں ان کے بھتیجے قاسم بن محمد بن ابوبکر اور بھانجے عروہ بن زبیر ان کے فقہی آراء و اقوال پر شدت سے عمل کرتے تھے، عطاء بن ابورباح کہتے ہیں کہ

کانت عائشة أفقه الناس وأعلم الناس وأحسن الناس رأیا فی العامة۔	عام معاملات میں حضرت عائشہؓ سب سے بڑی فقیہہ اور سب سے بڑی عالمہ اور رائے مشورہ میں سب سے بہتر تھیں۔

بھتیجے قاسم بن محمد کا بیان ہے کہ حضرت عائشہؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں اور ان کے بعد تاحیات فتویٰ دیا کرتی تھیں۔ میں ان کی خدمت میں پڑا رہتا تھا، اسی کے ساتھ

ابن عباس، ابوہریرہ، ابن عمر کی مجلسوں میں بیٹھا ہوں، اور ان سب حضرات سے علم کثیر حاصل کیا ہے، محمود بن لبید کہتے ہیں کہ ازواج مطہرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو زیادہ یاد کیا ہے مگر ان میں عائشہ اور ام سلمہ آگے ہیں، حضرت عمر اور حضرت عثمان کے زمانہ میں عائشہ فتویٰ دیا کرتی تھیں اور یہ دونوں حضرات ان کے پاس آدمی بھیجکر سنن واحادیث کے بارے میں سوالات کرتے تھے[1]

حضرت عائشہؓ کی مجلسِ درس رسمی طور پر منعقد نہیں ہوتی تھی، بلکہ وہ حجرہ میں رہتی تھیں اور صحابہ وتابعین فقہ وفتاویٰ کے بارے میں ان کے متعلقین کے ذریعہ سوالات کرتے تھے عام طور سے یہ خدمت ان کے بھتیجے، بھانجے، خادمہ اور دوسرے قریبی رشتہ دار انجام دیتے تھے۔ عائشہ بنت طلحہ کہتی ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ کی زیرِ تعلیم وتربیت تھی مختلف شہروں کے اہل علم ان کی خدمت میں استفادہ کے لئے آتے تھے، ان میں سے شیوخ اور سن رسیدہ لوگ مجھکو حدیث وفقہ اور مسئلہ معلوم کرنے کے لئے باری باری سے ان کے پاس بھیجتے تھے، اور نوعمر اہل علم میری دل جوئی کے لئے ہدیہ دیا کرتے تھے، اس کے علاوہ مختلف علاقوں کے اہل علم میرے پاس خطوط لکھ کر حضرت عائشہ سے علم حاصل کرتے تھے، میں ان سے کہتی تھی کہ خالہ! یہ فلاں کا خط ہے اور یہ ہدیہ ہے تو فرماتی تھیں کہ اے بٹیا (ای بُنَیَّۃُ) تم اس شخص کو میرا جواب پہونچا دو اور اس کے ہدیہ کے عوض ہدیہ دیدو، اگر تمھارے پاس ہدیہ کی کوئی چیز نہیں ہے تو میں دیدوں، یہ کہکر مجھ کو ہدیہ دینے کے لئے کوئی چیز دیتی تھیں۔[2]

حضرت عائشہؓ کے علم کے حامل وراوی یوں تو مردوں اور عورتوں میں بہت سے ہیں مگر مردوں میں ان کے بھتیجے قاسم بن محمد بن ابوبکر اور بھانجے عروہ بن زبیر اور عورتوں

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۳۷۵، اصابہ ج ۸ ص ۱۴۰، اعلام الموقعین ج ۱ ص ۱، تہذیب التہذیب ص ۴۳۵ ج ۱۲ تذکرۃ الحفاظ ص ۲۷ ج ۱۔ [2] الادب المفرد، باب الکتابۃ الی النساء وجوابہن۔

میں عمرہ بنت عبدالرحمٰن انصاریہ خاص مقام رکھتی ہیں، عمرہ بنت عبدالرحمٰن ان کی پروردہ ہیں ان کے پاس حضرت عائشہؓ کی احادیث کا بڑا ذخیرہ تھا، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے خاص طور سے ان کی احادیث جمع کرنے کا حکم دیا تھا، علی بن مدینی کا قول ہے کہ عمرہ بنت عبدالرحمٰن حضرت عائشہؓ کے ثقات واثبات تلامذہ میں سے ہیں، ابن حبان کا قول ہے کہ عمرہ بنت عبدالرحمٰن حضرت عائشہؓ کی احادیث کی سب سے بڑی عالمہ ہیں، سفیان ثوری کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کی احادیث کے بارے میں عمرہ، قاسم اور عروہ اثبت واصح ہیں، قاسم بن محمد کے صاحبزادے عمرہ سے حضرت عائشہؓ کی احادیث معلوم کیا کرتے تھے۔

ان کے علاوہ حضرت عائشہؓ سے اکابر صحابہ کی ایک جماعت نے تفقہ حاصل کیا، اور روایت کی ان میں عمرو بن عاص، ابوموسیٰ اشعری، زید بن خالد جہنی، ابوہریرہ، ابن عباس، ربیعہ بن عمرو جرشی، سائب بن یزید، حارث بن عبداللہ ابن نوفل وغیرہ زیادہ مشہور ہیں اور اکابر تابعین میں سعید بن مسیب، علقمہ بن قیس، عمرو بن میمون، مطرف بن عبداللہ بن شخیر، مسروق بن اجدع، اسود بن یزید نخعی کے علاوہ بہت بڑی جماعت ہے

ابن عمر السائب مدینہ منورہ کے قاضی اور واعظ تھے، حضرت عائشہؓ نے ان سے کہا کہ تم میری تین باتوں پر عمل کرو، دعا میں سجع اور قافیہ بندی سے بچو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ ایسا نہیں کرتے تھے، ایسا نہ کرو کہ لوگ اس کتاب (قرآن) سے اکتا جائیں اور جب تم کسی جماعت کے پاس جاؤ اور وہ اپنی گفتگو میں مصروف ہوں تو تم ان کی بات کو کاٹ مت دو بلکہ ان کو اپنے حال پر رہنے دو، اور جب وہ تم سے کہیں تو حدیث بیان کرو

حضرت عائشہؓ کا انتقال ۶۷ سال کی عمر میں رمضان ۵۸ھ میں ہوا، حضرت ابوہریرہؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں [1]

---

[1] تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۴۳۳۔

حضرت ابوہریرہ دوسی

حضرت ابو ہریرہ دوسی رضی اللہ عنہ احادیث کے سب سے بڑے حافظ و راوی ہیں، صلح حدیبیہ اور غزوۂ خیبر کے درمیان اپنے وطن نجران سے خدمت نبوی میں حاضر ہوئے، ان کی احادیث کی تعداد علماء نے پانچ ہزار تین سو چوہتر بتائی ہے، ان کے شاگردوں کی تعداد تقریباً آٹھ سو ہے جن میں بیٹے کی کنیت ابو صالح ہے، وہ اصحاب صفہ میں سے ہیں بلکہ ان کے منتظم ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ لوگوں کا کہنا ہے کہ ابو ہریرہ بہت زیادہ حدیث بیان کرتے ہیں، بات یہ ہے کہ ہمارے بھائی مہاجرین بازاروں میں مصروف رہتے تھے اور ہمارے بھائی انصار اپنے باغات میں مشغول رہتے تھے اور ابو ہریرہ شکم سیری پر قناعت کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پڑا رہتا تھا، اس لئے جو حدیثیں وہ لوگ نہیں سنتے تھے میں سنتا تھا اور جن کو وہ یاد نہیں کرتے تھے میں یاد کرتا تھا، میں حدیث کا سب سے بڑا عالم ہوں البتہ عبداللہ بن عمرو بن عاص مجھ سے آگے ہیں، کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سن کر لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا، ایک مرتبہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں آپ کی باتیں سنکر بھول جاتا ہوں، آپؐ نے فرمایا کہ تم اپنی چادر پھیلاؤ، میں نے اپنی چادر پھیلادی آپ نے اس پر اپنا دست مبارک پھیرا اور فرمایا کہ اس کو تہ کرو، میں نے ارشادِ نبوی پر عمل کرکے اپنے جسم سے لگایا۔ اس کے بعد کوئی حدیث نہیں بھولا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو ظرف احادیث یاد کی ہیں، ان میں سے ایک ظرف کی حدیث بیان کی ہے، اگر دوسرے ظرف کی حدیث بیان کروں تو میری گردن کاٹ دی جائے گی، لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ رض بہت زیادہ حدیث بیان کرتے ہیں، اگر یہ آیت نہ ہوتی تو میں ایک

حدیث بھی بیان نہیں کرتا ان الذین یکتمون ما انزلنا من البینات والھدیٰ الخ[1]

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابتداء میں حضرت ابو ہریرہ کو حدیث بیان کرنے سے روک دیا تھا، بعد میں ان کے ورع و تقویٰ کو دیکھ کر اس کی اجازت دیدی تھی، اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو کثرت سے حدیث بیان کرنے سے روکا، سائب بن یزید کہتے ہیں کہ مجھ کو حضرت عثمان نے ابو ہریرہ کے پاس بھیج کر کہلوایا کہ تم اس کثرت سے حدیث بیان کرنے سے رک جاؤ ورنہ میں تم کو دوس کی پہاڑیوں میں بھیج دوں گا۔[2]

ایک شخص نے حضرت زیدؓ بن ثابت سے کوئی مسئلہ معلوم کیا تو انھوں نے کہا کہ تم ابوہریرہؓ کے پاس جاؤ، پھر حضرت زید نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں ابوہریرہ اور ایک اور آدمی مسجد نبوی میں دعا میں مشغول تھے اسی حال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آکر ہماری مجلس میں بیٹھ گئے، ہم لوگ خاموش ہوگئے۔ آپ نے فرمایا کہ تم لوگ ذکر و دعا کا مشغلہ جاری رکھو، اس پر میں اور میرے ساتھی دعا کرنے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آمین کہنے لگے، ابوہریرہؓ نے اپنے بارے میں یوں دعا کی اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ مَاسَأَلَكَ صَاحِبِیْ وَاَسْأَلُكَ عِلْمًا لَا یُنْسٰی (اے اللہ میرے دونوں ساتھیوں نے تجھ سے جو دعا کی ہے میں بھی اس کی دعا کرتا ہوں اور تجھ سے علم کی دعا کرتا ہوں جو بھلایا نہ جائے) اس پر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین فرمایا، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم بھی اس کی دعا کرتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ دوسی غلام نے تم پر سبقت لی۔

طلحہ بن عبید اللہ کا بیان ہے کہ ابوہریرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی حدیثیں سنی ہیں جن کو ہم نے آپ سے نہیں سنا ہے، حضرت عبدؓ اللہ بن عمر کا قول ہے کہ ابوہریرہ عمل میں مجھ سے افضل ہیں اور علم میں مجھ سے زیادہ ہیں، حضرت ابوہریرہ کتابتِ حدیث کے حق میں نہیں تھے بعد میں ان کے شاگردوں نے ان کی احادیث کو صحیفوں اور نسخوں کی شکل میں جمع کیا تھا

---

[1] صحیح بخاری، کتاب العلم، باب حفظ العلم، وطبقات ابن سعد ۵ م ۲ ص ۵۵۔ [2] المحدث الفاصل ص ۵۵۴

حضرت ابو ہریرہؓ کا حلقہ درس مسجد نبوی میں منبر کے پاس حجرہ شریف کے قریب منعقد ہوتا تھا۔ ان کا معمول تھا کہ ان الفاظ سے نہایت والہانہ انداز میں درسِ حدیث کی ابتدا کرتے تھے قال رسول اللہ الصادق المصدوق ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم من کذب علی فلیتبوأ مقعدہ من النار[1] اور حدیث بیان کرتے وقت حجرۂ مبارک کی طرف اشارہ کر کے کہتے تھے سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صاحب ھذہ الحجرۃ الصادق المصدوق[2]

حضرت ابو ہریرہ اپنی مجلس درس میں زیادہ حدیث بیان کرنے کے ساتھ سرعت اور تیزی سے بیان کرتے تھے، ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عروہ بن زبیر سے کہا کہ کیا تم کو اس پر تعجب نہیں ہے کہ ابو ہریرہ میرے حجرہ کے قریب بیٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتے ہیں اور مجھکو سناتے ہیں، اس وقت میں تسبیح و نماز میں مشغول رہتی ہوں اور وہ تسبیح پوری ہونے سے پہلے اٹھ جاتے ہیں، اگر میں ان کو پاجاتی تو اس طرح حدیث بیان کرنے سے منع کر دیتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم لوگوں کی طرح سرعت سے حدیث بیان نہیں فرماتے تھے[3]۔

ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی احادیث بیان کرتے ہو جن کو میں نے نہیں سنا ہے اس پر ابو ہریرہ نے کہا کہ اے ماں! آپ کو آئینہ اور سرمہ دانی نے مشغول کر رکھا تھا اور میں طلبِ حدیث میں لگا رہتا تھا، مجھکو کوئی چیز مشغول نہیں رکھتی تھی[4]

حضرت ابو ہریرہ رض کی مجلس درس کی یہ خصوصیت تھی کہ اجلہ صحابہ ان کی قوتِ حافظہ اور روایتِ حدیث کی تصدیق و توثیق کرتے تھے، حضرت عمرؓو بن حزم کے پوتے محمد بن عمارہ بیان کرتے ہیں کہ میں ابو ہریرہ کی مجلس میں بیٹھا کرتا تھا اس میں دس سے زائد مشائخ صحابہ ہوا کرتے تھے، ابو ہریرہ کوئی حدیث بیان کرتے اور ان ہی حضرات میں سے کسی کو اس کے بارے میں شک

---

[1] اصابہ ج ۷ ص ۲۰۵ ۔ [2] المحدث الفاصل ص ۴۴۰ ، [3] جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۲۱ ، [4] طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۱۲ ، المحدث الفاصل ص ۵۵۵ ۔

وشبہ ہوتا تو سب حضرات آپس میں مراجعہ ومباحثہ کر کے اس کو مطمئن کر دیتے تھے اس طرح کئی بار ابوہریرہ نے حدیث بیان کی اور ان حضرات نے اس کی تصدیق و تائید کی، اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ ابوہریرہ حدیثِ رسول کے سب سے بڑے عالم ہیں [1]

حضرت ابوہریرہؓ جمعہ کی نماز سے پہلے وعظ بیان کیا کرتے تھے، اور جب امام کو مقصورہ سے آتے ہوئے دیکھتے تو بیٹھ جاتے تھے، ثابت الاعرج بیان کرتے ہیں کہ میرے آقا جمعہ کے دن مسجد نبوی میں جگہ محفوظ کرنے کے لئے مجھے بھیجا کرتے تھے اور میں وہاں بیٹھ کر ابوہریرہ سے حدیثیں سنتا تھا [2]

ایک مرتبہ ابوہریرہ وعظ بیان کر رہے تھے قریب ہی اسلم عدوی کی مجلس درس برپا تھی حضرت ابوہریرہؓ نے مجلس کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اے مجلس والو! تم سب مر جاؤ گے، ابوہریرہ بھی مر جائیگا [3]

ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہ بازار میں گئے اور کہا کہ اے بازار والو! تم لوگ کیوں محروم ہو رہے ہو، لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے، کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تقسیم کی جا رہی ہے اور تم یہاں بیٹھے ہو؟ لوگوں نے پوچھا کہاں ہے تو بتایا کہ مسجد میں یہ سنکر لوگ دوڑتے ہوئے مسجد میں گئے اور واپس آکر کہا کہ ہم نے وہاں کچھ نہیں دیکھا جو تقسیم ہو رہا ہو، البتہ کچھ لوگوں کو دیکھا کہ نماز پڑھ رہے ہیں، کچھ لوگوں کو دیکھا کہ قرآن پڑھ رہے ہیں، اور یہ لوگ حلال و حرام کو بیان کر رہے ہیں، یہ سنکر ابوہریرہؓ نے کہا ویحکم فذاک میراث نبیکم، یہی تو تمہارے نبی کی میراث ہے۔ (مجمع الفوائد ص۳۷ ج۱)

حضرت ابوہریرہؓ کی مجلس میں عجمی طلبہ بھی شریک ہوتے تھے، جن کی زبان فارسی تھی حضرت ابوہریرہ بھی فارسی زبان سے اچھی طرح واقف تھے اور بوقتِ افہام و تفہیم اس سے کام لیتے تھے، ابن ابی حاتم نے لکھا ہے۔

---

[1] تاریخ کبیر ج۱ قسم ۱ ص۱۸۶ [2] طبقات ابن سعد ج۵ ص۳۰۹ [3] طبقات ابن سعد ج۲ ص۳۳۰۔

وکان ابن هرمز من ابناء الفرس	ابوہریرہ کے شاگرد ابن ہرمزان ابنائے فارس
الذین کانوا بالمدینة وجالسوا اباهریرة	میں سے تھے جو مدینہ میں رہتے تھے اور ابوہریرہ
مثل ابی السائب مولی هشام بن زهرة	کی مجلس درس میں بیٹھتے تھے جیسے ہشام ابن
ولیس هو بیزید الفارسی البصری	زہرہ کے غلام ابوالسائب، یہ یزید فارسی بصری
الذی یروی عن ابن عباس[1]	نہیں ہیں جو ابن عباس سے روایت کرتے ہیں

حضرت ابوہریرہؓ کا وطن یمن کا علاقہ نجران تھا، جہاں کسریٰ کے زمانہ سے بہت سے ایرانی نسل کے لوگ آباد تھے ان کو مقامی باشندے ابناء الفرس یا ابناء کہتے تھے، ان میں عربی کے ساتھ فارسی زبان کا عام رواج تھا اور مقامی باشندے بھی اس کو سمجھتے اور بولتے تھے، بلکہ مکہ اور مدینہ وغیرہ میں وہ لوگ رہتے تھے اور یہاں کے لوگ بھی فارسی زبان بقدر ضرورت جانتے تھے، حضرت ابوہریرہؓ بھی اس سے واقف تھے، حضرت عمرؓ کی پڑپوتی ام مسکین کے غلام ابوعبدالملک کہتے ہیں کہ ام مسکین نے مجھ کو ابوہریرہ کو بلانے کے لئے بھیجا وہ میرے ساتھ آئے اور دروازہ پر کھڑے ہو کر کہا کہ " اندراٰئیم " تو ام مسکین نے کہا کہ اندرون بیا[2]

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ حبشی اور عبرانی زبان سے بھی واقف تھے عرب اور حبشہ میں قدیم زمانہ سے تعلق تھا، حبشہ کے لوگ عرب میں رہتے تھے صحابہ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی، ایک مرتبہ کعب احبار تورات کے بارے میں ابوہریرہ سے گفتگو کر رہے تھے، آخر میں کعب احبار نے کہا کہ میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو تورات نہ پڑھنے کے باوجود اس کا ابوہریرہ سے بڑا عالم ہو۔[3]

حضرت ابوہریرہؓ کے تعلقات اموی امراء سے خوشگوار تھے اور وہ ان سے احادیث سنتے اور لکھتے لکھاتے تھے، مروان بن حکم نے اپنی امارتِ مدینہ کے زمانہ میں ان کو اپنا نائب بنایا تھا اس کی غیر موجودگی میں حضرت ابوہریرہؓ مدینہ کی امارت سنبھالتے تھے، اس زمانہ میں سر پر لکڑی کا

---

[1] الجرح والتعدیل ج ۴ قسم ۲ ص ۲۹۴ ، [2] الادب المفرد باب کیف یستاذن علی الفرس، [3] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۳۲

بوجھ رکھ کر بازار سے گذرتے اور کہتے کہ ہٹو بچو مدینہ کا امیر آرہا ہے، ان کی طبیعت میں ظرافت تھی، مروان بن حکم ان سے بڑی عقیدت رکھتا تھا اور ان کی حدیثوں کا ایک مجموعہ تیار کرایا تھا اس کے کاتب ابوالزعزعہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مروان بن حکم نے حضرت ابوہریرہ کو بلا بھیجا اور مجھے پردہ کے پیچھے بٹھا کر ان سے احادیث کے بارے میں سوال کرتا رہا، اور وہ جواب دیتے رہے اور میں لکھتا رہا، اس طرح میں نے بہت سی حدیثیں لکھیں، ایک سال کے بعد مروان نے پھر ابوہریرہ کو بلا کر مجھے پس پردہ بٹھایا، اور ان ہی حدیثوں کے بارے میں سوال کیا اور ابوہریرہ نے جواب دیا، اور میں اپنی کتاب میں دیکھتا رہا تو دونوں مرتبہ کی حدیثوں میں کوئی فرق نہیں تھا، فما غیر حرفا عن حرف یعنی ابوہریرہ نے ایک لفظ کی بھی تبدیلی نہیں کی [1]

مروان بن حکم کے بیٹے عبدالعزیز (حضرت عمر بن عبدالعزیز کے والد) نے بھی حضرت ابوہریرہؓ کی احادیث کا ایک مجموعہ تیار کرا کر اپنے پاس رکھا تھا، ملک شام کے مشہور تابعی عالم ابوالقاسم کثیر بن مرہ حمصی کو عبدالعزیز نے لکھا کہ وہ اس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے سنی ہوئی احادیث کو لکھیں مگر ابوہریرہ کی حدیثوں کو نہ لکھیں کیونکہ ہمارے پاس موجود ہیں، الاحدیث ابی ھریرۃ فانہ عندنا۔ [2]

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کے ایک صحابی ابوشاہ کی خواہش پر اپنے خطبہ کے لکھنے کا حکم دیا، مگر وہ خود ابتداء میں کتابت حدیث کو پسند نہیں کرتے تھے کہتے تھے نحن لانکتب ولانکتب ہم نہ لکھتے ہیں نہ لکھاتے ہیں [3] ابن سعد کی روایت میں ہے ان اباھریرۃ لایکتم ولایکتب، ابوہریرہ نہ چھپاتا ہے اور نہ لکھتا ہے (ج ۲ ص ۳۶۴) مگر جب بعد میں کتابت حدیث کا رواج ہو گیا تو حضرت ابوہریرہؓ نے بھی اپنا نقطۂ نظر بدل دیا، اور ان کے پاس بھی کتابوں کا اچھا

---

[1] کتاب الکنی بخاری ص ۳۳ و اصابہ ج ۲ ص ۲۰۲ ، [2] سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۴۶ ، [3] جامع بیان العلم ج ۱ ص ۶۳ ۔

خاصا ذخیرہ ہوگیا، حسن بن عمرو بن امیۃ کہتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہ کے سامنے ایک حدیث بیان کی جس سے انھوں نے لاعلمی ظاہر کی، میں نے کہا یہ حدیث میں نے آپ سے سنی ہے، اس پر کہا کہ اگر تم نے اس کو مجھ سے سنا ہوگا تو میرے پاس ضرور ہوگی، اور میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے مکان کے اندر لے گئے، اور احادیث کی بہت سی کتابیں دکھائیں، اور اس کو پاکر کہا کہ میں نے تم سے کہا تھا کہ اگر یہ حدیث میں نے بیان کی ہوگی تو میرے پاس لکھی ہوئی ہوگی۔[1]

حضرت ابوہریرہ رض کے متعدد شاگردوں نے ان کی احادیث کے صحیفے اور نسخے تیار کئے تھے اور ان کی روایت کرتے تھے، ان میں تین تلامذہ کے نسخے زیادہ مشہور ہوئے، اور تابعین و تبع تابعین بلکہ ان کے بعد تک ان کی روایت ہوتی رہی، اور جب تدوینِ حدیث کا دور آیا تو ان صحف و نسخ کی حدیثیں کتابوں میں آگئیں، یعنی نسخہ سعید الرحمٰن بن ہرمز الاعرج نسخہ عبد الرحمٰن بن یعقوب جہنی اور نسخہ ہمام بن منبہ صنعانی، یہ نسخے شہرت و روایت میں سب نسخوں پر سبقت لے گئے، صحیفہ ہمام بن منبہ چھپ گیا ہے اس میں ایک سو اڑتیس ۱۳۸ حدیثیں ہیں اس کی ابتدا یوں ہے حدثنا عبد الرزاق بن همام بن نافع الحميري عن همام بن منبه قال، هذا ما حدثنا ابو هريرة عن محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم قال، نحن الآخرون السابقون يوم القيامة بيد انهم اوتوا الكتاب من قبلنا الخ اس کے بعد تمام حدیثیں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہکر بیان کی گئی ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رض بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک شخص سے پوچھا کہ رات عشاء کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس سورہ کی قرأت فرمائی تھی، اس نے لاعلمی ظاہر کی تو میں نے کہا کہ کیا تم نماز میں موجود نہیں تھے، اس نے اقرار کیا، تو میں نے کہا کہ میں جانتا ہوں آپ نے فلاں فلاں سورہ پڑھی تھی۔

ایک مرتبہ ابوہریرہ رض نے یہ حدیث بیان کی من شهد جنازة فله قيراط جو شخص کسی جنازہ میں شریک ہو تو اس کو ایک قیراط ثواب ملتا ہے اس کو سنکر عبد اللہ بن عمر نے کہا کہ ابوہریرہ

[1] جامع بیان العلم ج ۱ ص ۷۴

کیا بیان کر رہے ہو؟ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ حدیث بیان کرتے ہو، یہ سنکر ابوہریرہ نے ابن عمر کا ہاتھ پکڑا اور حضرت عائشہ رض کے پاس جاکر کہا کر بتائیے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسے سنا ہے، حضرت عائشہ نے جب ابوہریرہ کی تصدیق کی تو انھوں نے ابن عمر رض سے کہا کہ ابوعبدالرحمٰن! مجھکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے نہ باغبانی اور نہ بازار کی مصروفیت روکتی تھی، ابن عمر نے کہا کہ ابوہریرہ! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہم سے زیادہ جانتے ہو، اور آپ کی حدیث کے ہم سے زیادہ حافظ ہو۔[۱]

حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک علم دین کا ایک باب جس کو آدمی سیکھتا ہے ایک ہزار رکعت نفل نماز سے بہتر ہے، اور علم دین کا ایک باب جسکو آدمی دوسرے کو سکھاتا ہے اس پر عمل کرے یا نہ کرے ہمارے نزدیک ایک سو رکعت نفل نماز سے بہتر ہے، ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ طالب علم کو جب طالب علمی کی حالت میں موت آتی ہے تو شہادت کی موت مرتا ہے[۲] حضرت ابوہریرہ رض کا انتقال ۵۸ھ میں ہوا۔

حضرت ابوسعید سعد بن مالک بن سنان خدری رضی اللہ عنہ اپنی کنیت ابوسعید سے مشہور ہیں، مکثرینِ صحابہ میں حدیث کے مشہور راوی ہیں، ان کا شمار فضلائے صحابہ میں ہے نوعمر صحابہ میں حدیث و فقہ کے سب سے بڑے عالم مانے جاتے ہیں، غزوۂ احد میں کمسنی کی وجہ سے شریک نہیں کئے گئے جس میں ان کے والد شہید ہوئے، اس کے بعد تمام غزوات میں شریک رہے۔

---

[۱] طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۳۶۳۔ [۲] جامع بیان العلم ج ۱ ص ۲۵ و ص ۱۲۸

حنظلہ بن ابوسفیان نے اپنے مشائخ کا قول نقل کیا ہے کہ ابوسعید احداث صحابہ میں سب سے بڑے فقیہ تھے، علاء بن مسیب کے والد کا بیان ہے کہ ہم نے ابوسعید خدری سے کہا کہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت و صحبت مبارک ہو تو کہا کہ تم نہیں جانتے کہ آپ کے بعد ہم نے کیا کیا نئے کام کئے ہیں۔

واقعہ حرہ میں حضرت ابوسعیدؓ ایک غار میں چھپ گئے تھے، ایک شامی سپاہی نے ان سے کہا کہ غار سے نکلو، ابوسعید نے کہا کہ میں یہاں سے باہر نہیں آؤں گا، اگر تم اندر آئے تو قتل کردوں گا، جب وہ اندر آگیا تو ابوسعید نے اپنی تلوار رکھ کر کہا کہ تم اپنے سر گناہ لے کر جاؤ، یہ سن کر شامی سپاہی نے پوچھا کہ آپ ابوسعید خُدری ہیں؟ اور اثبات میں جواب پانے پر اس نے کہا کہ آپ میری مغفرت کی دعا کریں اور چلا گیا۔

ایک صحابی کا بیان ہے کہ میں ابوذرؓ عبیدہ بن صامت، محمد بن مسلمہ، ابوسعید خدری اور ایک اور شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات پر بیعت کی کہ ہم اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کے بارے میں کسی کی پروا نہیں کریں گے، بعد میں اس شخص نے بیعت توڑ دی ایک مرتبہ ابوسعید خدری نے حدیث بیان کی کہ تم میں سے کوئی آدمی جب حق کو دیکھے یا سنے تو لوگوں کا خوف اس کو حق بات کہنے سے نہ روکے، اس کے بعد کہا کہ اسی حدیث نے مجھے آمادہ کیا اور میں سواری کرکے مدینہ سے شام سواری کرکے معاویہ کے پاس گیا اور ان کے کان میں حق بات کہہ کر واپس ہوگیا۔[1]

حضرت ابوسعید خدریؓ کا تعلیمی و تدریسی حلقہ مسجد نبوی میں منعقد ہوتا تھا، بعض اوقات ان کے مکان پر یا دوسری جگہ بھی ہوتا تھا، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق نہایت والہانہ انداز میں طلبہ کا استقبال کرتے تھے، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ وصیت روایت کی ہے۔

[1] اصابہ ج ۲ ص ۳۵ و ۳۶۔

سيأتيكم شباب من أقطار الأرض يطلبون الحديث فإذا جاؤكم فاستوصوا بهم خيرا۔[1]

عنقریب روئے زمین کے مختلف علاقوں سے نوجوان تمہارے پاس حدیث کی طلب میں آئیں گے، جب وہ آئیں تو ان کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کرنا

ان کے شاگرد ابوہارون عبدی کا بیان ہے کہ ابوسعید خدری جب نوجوان طالب علموں کو اپنی مجلس میں آتے ہوئے دیکھتے تھے تو کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کو مرحبا ہو، آپ نے ہم کو وصیت فرمائی تھی کہ تم لوگوں کے لئے مجلس میں گنجائش نکالیں، اور تم کو حدیث سمجھائیں اس لئے کہ ہمارے بعد تم لوگ ہمارے خلف اور حدیث کے عالم ہوگے،

ابوہارون عبدی کی دوسری روایت میں ہے کہ جب ہم لوگ ابوسعید کی مجلس میں جاتے تھے تو کہتے مرحبا بوصية رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اور ہم پوچھتے کہ آپ نے کیا وصیت فرمائی ہے؟ تو بتاتے کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عنقریب میرے بعد لوگ تمہارے پاس میری حدیث حاصل کرنے کے لئے آئیں گے جب وہ آئیں تو تم ان کے ساتھ لطف وکرم اور مہربانی کے ساتھ پیش آنا اور ان کو حدیث کی تعلیم دینا۔[2]

شہر بن حوشب بیان کرتے ہیں کہ ہم نوجوان ابوسعید خدری کی خدمت میں جاکر حدیث اور دینی باتیں معلوم کرتے تھے، وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کو مرحبا ہو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عنقریب لوگ تمہارے پاس تفقہ فی الدین کے لئے آئیں گے، تم ان کو تفقہ فی الدین کی تعلیم دینا، اس کے بعد ابوسعید ہمارے سوالات کے جوابات دیتے اور مسائل ختم ہونے کے بعد حدیث بیان کرتے یہاں تک کہ ہم اکتا جاتے تھے۔[3]

حضرت ابوسعیدؓ حفظ حدیث کو ترجیح دیتے تھے اور اپنے شاگردوں کو حدیث یاد کرنے کی

---

[1] شرف اصحاب الحدیث ص ۲۱ و ۲۲ [2] المحدث الفاصل ص ۱۷۶ [3] الفقیہ والمتفقہ ص ۱۹۹/۲۔

تاکید کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جس طرح ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سنکر یاد کی ہے تم لوگ بھی ہم سے سنکر یاد کرو، ایک مرتبہ ابونضرہ وغیرہ نے ان سے کہا کہ جو حدیثیں ہم آپ سے سنتے ہیں کیوں نہ ان کو لکھ لیا کریں تاکہ ان میں کمی زیادتی کا احتمال نہ رہے، حضرت ابوسعیدؓ نے کہا کہ تم لوگ حدیث کو قرآن بنانا چاہتے ہو؟ یہ ہرگز نہیں ہوگا۔[1]

ابوسعید اپنے حلقہ نشینوں سے کہا کرتے تھے کہ حضرات صحابہ جب کہیں بیٹھکر آپس میں گفتگو کرتے تھے تو ان کا موضوع فقہی ہوتا تھا یا کسی شخص کو حکم دیتے اور وہ ان کے سامنے قرآن کی کوئی سورت پڑھتا تھا[2]

اپنے طلبہ کو تاکید کرتے تھے کہ تم لوگ آپس میں حدیث کا مذاکرہ کیا کرو، کیونکہ ایک حدیث دوسری حدیث کو یاد دلاتی ہے، ایک ساعت علم دین کا مذاکرہ پوری رات عبادت کرنے سے بہتر ہے۔[3]

ان سے کبار صحابہ و تابعین نے روایت کی ہے مثلاً صحابہ میں جابر بن عبداللہ، ابن عباس، ابن عمر، زید بن ثابت، ابوامامہ بن سہل، اور تابعین میں سعید بن مسیب، عطاء بن ابی رباح، عطاء بن یسار، عطاء بن زید، شہر بن حوشب، ابوہارون عبدی وغیرہ۔

حضرت ابوسعید خدریؓ کا انتقال ۷۴ھ میں ہوا، اور جنت البقیع کے شمال مشرق میں دفن کیے گئے۔

---
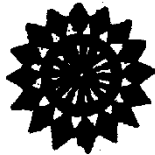
[1] جامع بیان العلم ص ۶۴ ج ۱۔ [2] طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۳۷۴۔ [3] جامع بیان العلم ۱۱۱/۱۲۱ و اصابہ ج ۲ ص ــــ ، و تدریب الراوی ص ۱۸۰۔

درسگاہ حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ

حضرت سہل بن سعد بن مالک ساعدی انصاری رضی اللہ عنہ مشاہیر صحابہ میں ہیں ان کا نام حزن تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہل رکھا، وصال نبوی کے وقت وہ پندرہ سال کے تھے، وہ سب سے آخری صحابی ہیں جن کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا[۱] آخری عمر میں کہا کرتے تھے۔

لومتُّ لم تسمعوا من احد یقول، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔	اگر میں مرجاؤں گا تو تم لوگ کسی کو قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہوئے نہیں سنو گے۔

حضرت سہلؓ بن سعد نے طویل عمر پائی تھی۔ حجاج بن یوسف نے ان سے پوچھا کہ آپ نے حضرت عثمانؓ کی مدد کیوں نہیں کی؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں نے ان کی مدد کی تھی، اس نے کہا کہ جھوٹ بولتے ہو اور ان کی گردن پر مہر لگادی، اسی طرح حجاج نے حضرت انسؓ بن مالک اور حضرت جابرؓ بن عبداللہ کی گردن اور ہاتھ پر مہر لگائی

یرید إذلالھم بذلك وأن یجتنبھم الناس ولا یسمعوا منھم[۲]	اس سے اس کا مقصد ان حضرات کو ذلیل کرنا اور لوگوں کو روکنا تھا تاکہ ان سے احادیث کی تعلیم حاصل نہ کریں۔

حضرت سہل بن سعدؓ کی مجلس درس ان کے قبیلہ میں قائم ہوتی تھی جس میں حدیث کا درس دیتے تھے۔ ان کے تلمیذ ابو حازم کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سہل اپنی قوم کی مجلس میں لوگوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کر رہے تھے اور حاضرین ایک دوسرے سے مل کر باتیں کر رہے تھے، یہ حال دیکھ کر حضرت سہلؓ سخت غضبناک ہوئے

[۱] تہذیب ج ۳ ص ۱۴۰۔ [۲] اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۶۶۔

اور کہا کہ میں ان لوگوں کو دیکھ رہا ہوں، جو کچھ میری آنکھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دیکھا ہے، اور میرے کانوں نے سنا ہے، اس کو میں بیان کر رہا ہوں، اور ان کا حال یہ ہے کہ ایک دوسرے سے باتیں کر رہے ہیں، خدا کی قسم میں تم لوگوں کے درمیان سے نکل جاؤں گا اور پھر کبھی نہیں آؤں گا، میں نے عرض کیا کہ آپ کہاں جائیں گے؟ انھوں نے بتایا کہ جا کر جہاد فی سبیل اللہ کروں گا، میں نے کہا کہ جہاد آپ کے بس کا نہیں ہے، آپ نہ گھوڑے پر ٹک سکتے ہیں نہ تلوار چلا سکتے ہیں، اور نہ تیر اندازی کر سکتے ہیں، اس پر کہا کہ ابو حازم! میں جا کر مجاہدین کی صفوں میں مل جاؤں گا، کوئی تیر یا پتھر لگ جائے گا اور اللہ تعالیٰ مجھے شہادت کی موت دیدیگا[1]

حضرت سہلؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اُبیؓ بن کعب، عاصم بن عدی، عمر بن عبسہ رضی اللہ عنہم سے حدیث کی روایت کی ہے، اور ان سے صاحبزادے عباس بن سہل، ابن شہاب زہری، ابو حازم بن دینار، وفاء بن شریح حضرمی، یحییٰ بن میمون حضرمی، عبداللہ بن عبدالرحمٰن ابن ابی ذباب، عمرو بن جابر حضرمی وغیرہ نے روایت کی ہے۔[2]

ان کا انتقال سنہ ۹۱ھ میں مدینہ منورہ میں ہوا۔[3] سنہ ۸۸ھ بھی بتایا گیا ہے، وہ آخری صحابی ہیں جن کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا۔

درسگاہ حضرت زید بن ثابتؓ

حضرت زید بن ثابت انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ کے بڑے مناقب و فضائل ہیں بچپن ہی میں اپنے والد کے ساتھ عقبۂ ثانیہ کی بیعت میں حاضر تھے، مدینہ منورہ میں کتابت کا رواج بہت کم تھا مگر انھوں نے زمانۂ جاہلیت ہی میں لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا، ان کا بیان ہے کہ ہجرت سے پہلے میں نے قرآن کی سترہ ۱۷ سورتیں یاد کر لی تھیں، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ

---

[1] حیاۃ الصحابہ ج ۳ ص ۲۳۔ [2] تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۲۵۲۔ [3] طبقات خلیفہ بن خیاط ص ۹۵

وسلم مدینہ تشریف لائے تو یہ کہکر مجھے خدمت نبویؐ میں پیش کیا گیا کہ یہ لڑکا سترہ سورتیں یاد کر چکا ہے، میں نے ان کو پڑھ کر سنایا تو آپؐ نے خوش ہو کر فرمایا کہ تم یہودیوں کی تحریر سیکھ لو، اور میں نے نصف ماہ گذرتے گذرتے سریانی تحریر میں مہارت حاصل کرلی، اس وقت زید بن ثابت گیارہ سال کے تھے، حضرت زید بن ثابت کاتب وحی اور جامع قرآن ہیں، کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی کچھ باتیں لکھوا رہے تھے، آپ نے فرمایا کہ تم قلم کو اپنے کان پر رکھ لو، اس سے باتیں یاد رہیں گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جماعت صحابہ میں فرائض کا سب سے بڑا عالم ہونے کی یوں سند عطا فرمائی ہے افرض امتی زید بن ثابت اور اعلمہم بالفرائض زید بن ثابت، فرائض میں امتیاز کے ساتھ قضاء، قرأت، فقہ، فتویٰ میں بھی مشہور تھے، ان کا شمار علمائے صحابہ میں تھا[1]

حضرت ابوبکرؓ کے پوتے قاسم بن محمد کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ علمائے صحابہ کو دینی تعلیم کے لئے مختلف شہروں میں روانہ کرتے تھے، اور زید بن ثابت کو اہم ضرورت کے وقت باہر جانے دیتے تھے، علمائے صحابہ کو باہر بھیجنے کے انتخاب میں زید بن ثابت کا نام لیا جاتا تو کہتے کہ ان کے مقام و مرتبہ سے میں واقف ہوں، خود اہل مدینہ ان کے علم کے محتاج ہیں وہ جو کچھ بیان کرتے ہیں اہل مدینہ کو دوسرے عالم کے یہاں نہیں پائیں گے حضرت عمرؓ نے ملک شام کے مقام جابیہ میں خطبہ دیتے ہوئے کہا تھا کہ جس کو فرائض سیکھنا ہو زید بن ثابت کے پاس جائے، قبیصہ بن ذویب کہتے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان کے پورے دور خلافت میں اور حضرت علیؓ کے قیام مدینہ کی مدت تک زید بن ثابت کو قضاء، قرآت اور فرائض میں امامت و سیادت حاصل رہی، اور حضرت علیؓ کے کوفہ جانے کے بعد بھی پانچ سال تک بلکہ حضرت معاویہ کے عہد میں ۴۰ھ تک ان کو یہی مقام و مرتبہ حاصل رہا ہے یہاں تک کہ ۴۵ھ میں ان کا انتقال ہو گیا[2]

---

[1] اصابہ ج ۳، ص ۲۲، ۲۳ وغیرہ [2] طبقات ابن سعد ج ۲، ص ۳۵۸۔

حضرت عبداللہؓ بن عباس نے ایک مرتبہ حضرت زیدؓ بن ثابت کی رکاب تھام لی، انھوں نے کہا اے ابن عم رسول اللہ آپ رکاب چھوڑ دیں، ابن عباس نے کہا کہ ہم اپنے علماء واکابر کے ساتھ تعظیم وتکریم کا معاملہ اسی طرح کرتے ہیں، سلیمان بن یسار کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ فتویٰ کے معاملہ میں زید بن ثابت پر کسی کو ترجیح نہیں دیتے، امام شعبی کا قول ہے کہ زید بن ثابت قرآن اور فرائض میں تمام اہل علم پر سبقت رکھتے تھے، حضرت عمرؓ نے ان کو مدینہ کا عہدۂ قضا دے کر روزینہ مقرر کیا تھا، اور جب حج کو جاتے تو ان کو مدینہ کا امیر مقرر کرتے تھے۔

حضرت زیدؓ بن ثابت کی مجلس درس مسجد نبوی میں منعقد ہوتی تھی جس میں وہ فقہ وفتویٰ قرآن وحدیث، قرأت اور فرائض وغیرہ کی تعلیم دیتے تھے، اپنے گھر میں بال بچوں کے ساتھ نہایت خوش وخرم رہتے تھے اور بے تکلفی سے باتیں کرتے تھے مگر مجلس بڑی پر وقار ہوتی تھی، ان کے شاگرد ثابت بن عبید کا بیان ہے۔

مارأیت رجلا أفکہ فی بیتہ ولا أوقر فی مجلسہ من زید۔[1]	میں کسی شخص کو اپنے گھر میں حضرت زید سے زیادہ تفریحی باتیں کرنے والا اور مجلس میں ان سے زیادہ باوقار نہیں دیکھا۔

حجاج بن عمرو بن غزیہ کہتے ہیں کہ میں زید بن ثابت کے حلقۂ درس میں بیٹھا تھا یمن کے ابن فہد نامی ایک شخص نے ان سے ایک مسئلہ دریافت کیا، زید بن ثابت نے مجھ سے کہا کہ تم فتویٰ دیدو، میں نے عرض کیا کہ ہم تو آپ کی مجلس میں تحصیل علم کیلئے بیٹھتے ہیں پھر بھی انھوں نے مجھے فتویٰ دینے کا حکم دیا اور میں نے یہ کہہ کر فتویٰ دیدیا کہ میں نے زید بن ثابت سے ایسا ہی سنا ہے۔ اس پر کہا کہ زید نے صحیح کہا ہے۔[2]

صاجزادے خارجہ بن زید کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ اہل علم کی ایک جماعت نے مجلس درس میں میرے والد سے کہا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ اخلاق بیان کریں، انھوں نے

---

[1] تذکرۃ الحفاظ، ج ۱ ص ۳۰، ۳۱۔ [2] جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۷۔

کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوسی تھا، جب وحی نازل ہوتی تھی تو آپؐ مجھے بلاتے اور میں وحی لکھتا، آپؐ کی مجلس میں جب ہم دنیا کی باتیں کرتے تو آپ بھی ہمارے ساتھ دنیا کی باتیں کرتے اور جب ہم آخرت کی باتیں کرتے تو آپؐ بھی ہمارے ساتھ آخرت کی باتیں کرتے، اور جب ہم کھانے پینے کی باتیں کرتے تو آپؐ بھی ہمارے ساتھ کھانے پینے کی باتیں کرتے، یہ تمام باتیں میں تم لوگوں سے بیان کردوں گا[1]

سلیمان بن یسار کہتے ہیں کہ میں، سعید بن مسیب اور قبیصہ بن ذویب تینوں زید بن ثابت اور عبداللہ بن عباس کی درسگاہ میں بیٹھا کرتے تھے، سعید بن مسیب حضرت ابوہریرہؓ کے داماد تھے، ان کی حدیثوں کے سب سے بڑے عالم تھے[2] زید بن ثابت سے جب کوئی شخص کسی معاملہ میں فتویٰ معلوم کرتا تو اس کو اللہ کا واسطہ دیکر پوچھتے کہ کیا ایسا واقعہ ہوا ہے،؟ اگر وہ شخص اس کا اقرار کرتا تو فتویٰ دیتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت زیدؓ بن ثابت حضرت معاویہؓ کے پاس گئے، حضرت معاویہ نے ان سے حدیث بیان کرنے کی خواہش کی اور ایک شخص کو لکھنے کا حکم دیا، زید بن ثابت نے حدیث بیان کرنے کے بعد کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حدیث لکھنے سے منع فرمایا ہے، یہ کہکر اس مکتوبہ نسخہ کو مٹا دیا[3]

مروان بن حکم مدینہ منورہ کی گورنری کے زمانہ میں زید بن ثابت کو بلا کر انؓ سے احادیث سنتا تھا، حضرت عثمانؓ کے پوتے عبدالرحمٰن بن ابان کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ دوپہر میں زید بن ثابت مروان بن حکم کے یہاں سے نکلے تو میں نے بڑھ کر ان سے پوچھا کہ مروان آپ سے کیا معلوم کر رہا تھا؟ بتایا کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے متعلق سوال کیا تھا اور میں نے بیان کیا[4]

ایک مرتبہ مروان نے ایک شخص کو پردہ کے پیچھے بٹھا کر زید بن ثابت کو بلایا اور ان سے مختلف سوالات کرتا رہا اور وہ جوابات دیتے رہے جن کو وہ شخص لکھتا رہا، جب حضرت

---

[1] الفقیہ والمتفقہ ج ۲ ص ۱۱۰ [2] طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۲۸ [3] جامع بیان العلم ج ۱ ص ۶۳ [4] الفقیہ والمتفقہ ج ۲ ص ۱۱، ترمذی کتاب العلم

زید کو اس کی خبر ہوئی تو کہا، اے مروان! یہ باتیں میں نے اپنی رائے سے بیان کی ہیں۔[1]

عہد صحابہ تک کتاب وسنت اور فقہ وفتاویٰ میں تبحر اور مرجعیت رکھنے والے علماء قُرّاء کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے اور ان کے اصحاب وتلامیذ کیلئے فقہاء کا لقب مشہور ہوا جس سے مراد کتاب وسنت اور فقہ وفتویٰ کے جامع حضرات تھے، امام بخاری کے استاد امام علی بن عبداللہ مدینی نے کتاب العلل ومعرفۃ الرجال میں لکھا ہے کہ مدینہ منورہ میں صحابہ کے آخری دور میں تین حضرات زید بن ثابت، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم فقہ وفتویٰ میں مرجع تھے اور ان کی درسگاہ کے فیض یافتہ اہل علم نے ان تینوں حضرات کے فقہی مسلک ومکتب کی اشاعت کی، اس طرح مدینہ میں زید بن ثابت کا مسلک، مکہ میں عبداللہ بن عباس کا مسلک، کوفہ میں عبداللہ بن مسعود کا مسلک، ان کے تلامذہ نے عام کیا مدینہ میں زید بن ثابت کے سات شاگردوں نے (فقہائے سبعہ) اپنی تعلیمی مجلسیں اور فقہی حلقے قائم کر کے ان کے مسلک کی نشر واشاعت کی، ان کے نام یہ ہیں، سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر، قاسم بن محمد بن ابو بکر صدیق، خارجہ بن زید بن ثابت، ابو بکر بن عبدالرحمن بن حارث، سلیمان بن یسار، عبیداللہ بن عتبہ بن مسعود رحمہم اللہ، یہ فقہائے سبعہ فقہ اور حدیث میں حضرت زیدؓ بن ثابت کے مسلک پر چلتے تھے، اور مدینہ میں ان سب حضرات کے علوم کا حامل محمد بن شہاب زہری سے زیادہ کوئی نہیں تھا۔[2] ان فقہائے سبعہ کے نام ایک شاعر نے یوں منظوم کیا ہے۔

إذا قیل من فی العلم سبعة أبحُرٍ ؛ روایتهم لیست عن العلم خارجة
فقل هم عبید الله، عروة، قاسمٌ ؛ سعیدٌ ابوبکر، سلیمان، خارجة

ان حضرات کے علاوہ قبیصہ بن ذویب، ابان بن عثمان بن عفان، سالم بن عبداللہ بن عمر، طلحہ بن عبداللہ بن عوف، نافع بن جبیر بن مطعم، حضرت زید بن ثابت کی درسگاہ کے مشاہیر علماء

---

[1] طبقات ابن سعد، ج ۲ ص ۱۱۶۔ [2] کتاب علل الحدیث ومعرفۃ الرجال ص ۴۳۔

وفضلاء میں تھے۔ ان کے علاوہ تابعین و تبع تابعین کی ایک بڑی جماعت زید بن ثابت کے تلامیذ التلامیذ کی تھی، جیسے عمرو بن سعید، ابوالزناد، بکیر بن عبداللہ الاشج، بعد میں اس مسلک کے ترجمان امام مالک اور امام عبدالرحمٰن بن مہدی تھے۔

حضرت زیدؓ بن ثابت کے حلقۂ درس میں اجلۂ صحابہ نے بھی شریک ہوکر ان سے حدیث کی روایت کی ہے، جن میں حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابوسعید خدری، حضرت انس بن مالک، حضرت سہل بن سعد، حضرت سہل بن حنیف، حضرت عبداللہ بن یزید خطمی رضی اللہ عنہم نمایاں ہیں

سالم بن عبداللہ بن عمر کا بیان ہے کہ جس دن زید بن ثابت کا انتقال ہوا، ہم لوگ عبداللہ بن عمر کی مجلس درس میں تھے، میں نے کہا آج عالم الناس نے وفات پائی تو عبداللہ بن عمر نے ان کے حق میں دعا کرتے ہوئے کہا کہ تم ان کو آج عالم الناس کہتے ہو، وہ حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں بھی عالم الناس تھے۔

بکیر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ سعید بن مسیب نے قضا اور فتویٰ کا بڑا حصہ زید بن ثابت سے حاصل کیا ہے، قضاء اور فتویٰ کا کوئی معاملہ ابن مسیب کے سامنے آتا جس کی نسبت مدینہ کے علاوہ اور کسی مقام کے صحابی کی طرف کی جاتی تو کہتے کہ اس بارے میں زید بن ثابت کی کیا رائے ہے؟ وہ قضاء کے سب سے بڑے عالم اور نادر مسائل میں سب سے زیادہ بصیرت رکھتے تھے، پھر کہتے کہ میں زید بن ثابت کا کوئی ایسا قول نہیں جانتا ہوں جس پر عمل نہ ہو بلکہ مشرق و مغرب کا اس پر اجماع ہے یا کسی ایک شہر والے اس پر عمل کرتے ہیں زید بن ثابت کے علاوہ اور کسی کے بارے میں یہ بات نہیں جانتا ہوں [1]

مسروق بن اجدع کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں اصحاب فتویٰ چھ حضرات تھے۔ ان ہی میں زید بن ثابت بھی تھے، میں مدینہ آیا تو زید بن ثابت کو

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۲۶۔

راسخون فی العلم میں پایا۔[1]

حضرت زید بن ثابت کا انتقال ۴۵ھ میں ہوا، ان کے انتقال پر حضرت ابوہریرہ رضؓ نے کہا کہ آج اس امت کا حبر انتقال کرگیا، شاید اللہ تعالیٰ ابن عباس کو ان کا خلیفہ بنائے، اور حضرت ابن عباسؓ نے زیدؓ بن ثابت کی قبر کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ اسی طرح علم ختم ہوتا ہے، کوئی عالم جو ایسا علم سکھاتا ہے کہ دوسرا نہیں سکھا سکتا جب وہ مرجاتا ہے تو اس کے ساتھ اس کا وہ علم بھی چلا جاتا ہے، آج علم کثیر دفن کردیا گیا۔[2]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

حضرت عبداللہ بن مسعود ہذلی رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام جلیل القدر صحابی ہیں، ان کا بیان ہے کہ میں چھٹا مسلمان ہوں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سن کر ستر سورتیں یاد کی ہیں، جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے، وہ پہلے صحابی ہیں جنھوں نے بلند آواز سے قرآن پڑھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق فرمایا ہے۔

من سرہٗ أن یقرء القرآن	جس شخص کو خوشی ہو کر قرآن تر و تازہ پڑھے
غضًا کما أنزل فلیقرءہٗ	جیسا کہ وہ نازل کیا گیا ہے تو ابن ام عبد
علی قراءۃ ابن أم عبد۔	(ابن مسعود) کی قرأت پر پڑھے۔

ان کی والدہ کا نام ام عبد بنت عبد ود ہے، وہ صحابیہ ہیں۔

حضرت ابن مسعودؓ اسلام لانے کے بعد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک آپ کی صحبت میں رہے اور آپ کے خادم خاص کی حیثیت سے صاحب النعلین و السواک والوسادۃ کے لقب سے مشہور تھے، حضرت ابن مسعود اور ان کی والدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۹۹۔ [2] طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۳۶۳۔

کے گھر میں بلاروک ٹوک آتے جاتے تھے، دیکھنے والے سمجھتے تھے کہ وہ خانوادۂ نبوی کے فرد ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء اسلام ہی میں ان کے متعلق فرمایا تھا اِنَّکَ لَغُلَامٌ مُعَلَّمٌ یعنی تم سیکھے سکھائے لڑکے ہو، حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں ان کو دین کی تعلیم کے لئے کوفہ بھیجا تھا، اور حضرت عثمانؓ نے اپنے دور خلافت میں ان کو مدینہ واپس بلایا تھا، ان کا قول ہے کہ میں ہر آیت کے بارے میں جانتا ہوں کہ کس موقع پر نازل ہوئی، اگر مجھکو معلوم ہوجائے کہ کوئی شخص کتاب اللہ کا مجھ سے بڑا عالم ہے تو اس کے پاس جاکر علم حاصل کروں گا۔[1]

حضرت ابن مسعودؓ ان تین فقہائے صحابہ میں سے ہیں جن کا فقہی مسلک ان کے شاگردوں نے عام کیا (زید بن ثابتؓ عبداللہ بن مسعودؓ اور عبداللہ بن عمرؓ) یوں تو ان کے بہت سے تلامذہ نے یہ خدمت انجام دی ہے مگر چھ حضرات اس مسلک کے ترجمانی وناشر ہیں، علقمہ بن قیس، اسود بن یزید، مسروق بن اجدع، عبیدہ سلمانی، حارث بن قیس، عمرو بن شرحبیل رحمہم اللہ، اور ان سب حضرات کے علوم کے جامع و ترجمان ابراہیم نخعیؒ ہیں، ان کے بعد اعمش اور ابواسحاق اور ان کے بعد سفیان ثوریؒ ہیں، ان حضرات کے ذریعہ ابن مسعود کا فقہی مسلک کوفہ میں رائج ہوا۔[2]

ابن جریر کہتے ہیں کہ حضرات صحابہ میں عبداللہ بن مسعودؓ کے علاوہ کسی صحابی کے تلامذہ نے اپنے شیخ کے فقہی مسلک و فتویٰ کو نہیں لکھا، ابن مسعودؓ حضرت عمرؓ کے مسلک پر شدت سے عمل کرتے تھے، ان کے قول کے مقابلہ میں اپنے قول کو چھوڑ دیتے تھے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ سے ان کی وفات کے وقت پوچھا گیا کہ آپ کے بعد ہم لوگ کس سے علم دین حاصل کریں گے، تو کہا کہ تم ان چار حضرات سے علم حاصل کرنا، ابودرداء، سلمان فارسی، عبداللہ بن مسعود، اور عبداللہ بن سلام، شعبی کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، اور حضرت زیدؓ بن ثابت آپس میں ایک دوسرے سے فتویٰ معلوم کیا کرتے تھے، حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ ابن مسعود علم سے بھرے ہوئے ظرف ہیں، ایک مرتبہ اہل کوفہ نے حضرت عمرؓ سے

---

[1] اصابہ ج ۲ ص ۱۲۹ و ص ۱۳۰۔ [2] اعلام الموقعین ج ۱ ص ۱۳۔ [3] علل الحدیث و معرفۃ الرجال، مدینی ص ۴۲۔

کہا کہ آپ نے اہل شام کے مقابلہ میں ہمارے وظیفے کم رکھے ہیں تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں نے تم لوگوں کو ابن ام عبد کو دے کر اپنے اوپر تم کو ترجیح دی ہے۔ مسروق بن اجدع کہتے ہیں کہ میں نے حضرات صحابہ کو اچھی طرح جانچا پرکھا تو معلوم ہوا کہ ان کا علم چھ حضرات پر منتہی ہوتا ہے، علی بن ابو طالب، عبداللہ بن مسعود، عمر بن خطاب، زید بن ثابت، ابودرداء، ابی بن کعب، اور ان چھ حضرات کا علم علی اور عبداللہ پر منتہی ہوتا ہے[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد مسجد نبوی کے قریب مہاجرین کو زمین عطا فرمائی تھی اسی میں عبداللہ بن مسعود، اور ان کے بھائی عتبہ بن مسعود کو ایک قطعہ زمین دی جس میں انھوں نے مکان بنایا، خلیفہ ولید کے دور میں مسجد نبوی کی تعمیر میں اس کا ایک حصہ مسجد میں آگیا اور خلیفہ مہدی عباسی کی تعمیر و توسیع میں اس کا باقی حصہ بھی مسجد میں آگیا اسی مکان میں حضرت ابن مسعودؓ کا حلقۂ درس قائم ہوتا تھا اسی لئے اس کا نام دار القراء مشہور ہو گیا تھا[2]

ابن مسعود کثیر الحدیث ہونے کے باوجود ان کے بیان میں شدتِ تحری اور احتیاط سے کام لیتے تھے، اور حدیث کو اس کے صحیح الفاظ میں بیان کرنے کی تاکید کرتے تھے، ابوعمرو شیبانی کا بیان ہے کہ میں ابن مسعود کی مجلس درس میں سال سال بھر بیٹھا ہوں، وہ حدیث بیان کرتے وقت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہتے تھے اور جب کبھی کہتے تھے تو ان پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا، اور کہتے تھے کہ ان شاء اللہ اسی کے مثل یا اسی کے قریب یا اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے[3]

عبدالرحمٰن بن یزید نخعی کا بیان ہے کہ ہم لوگوں نے حضرت حذیفہ بن یمان رضؓ سے دریافت کیا کہ کون صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و عادات اور چال ڈھال میں آپؐ کے سب سے زیادہ مشابہ ہے؟ تاکہ ہم اس سے علم دین حاصل کریں اور احادیث سنیں، حذیفہ نے

---

[1] اعلام الموقعین ج ۱ ص ۱۲، [2] وفاء الوفاء ج ۲ ص ۲۰ وکتاب المناسک، حربی ص ۳۷۱، [3] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۵۔

بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طور طریقہ اور اخلاق وعادات میں ابن مسعود آپ سے سب سے زیادہ قریب ہیں، اور حضرات صحابہ اپنی جماعت میں ابن ام عبد کو رسول اللہ سے سب سے زیادہ قریب سمجھتے ہیں، وہ حفظ حدیث کے مقابلہ میں کتابت حدیث کو ناپسند کرتے تھے اور لکھنے کے بجائے زبانی یاد کرنے کو کہتے تھے، اسود بن یزید کا بیان ہے کہ میں اور علقمہ نے ایک صحیفہ پایا اس کو لیکر ابن مسعود کے پاس گئے، یہ زوال کا وقت تھا ہم دروازہ پر بیٹھ گئے، ابن مسعود نے ملازمہ سے پوچھا کہ دروازہ پر کون ہے؟ اس نے میرا اور علقمہ کا نام لیا تو اندر بلالیا، اور کہا کہ شاید تم دونوں بہت دیر سے دروازہ پر بیٹھے ہو، اندر آنے کی اجازت کیوں نہیں چاہی؟ ہم نے کہا کہ آپ کے سونے کے خیال سے ہم خاموش رہے، یہ سنکر ابن مسعود نے کہا کہ میرے متعلق ایسا گمان مت کرو، ہم نے کہا کہ اس صحیفہ میں حدیثیں ہیں، یہ سنکر پانی منگایا، صحیفہ کو طشت میں رکھ کر دھودیا اور یہ آیت پڑھی نحن نقص عليك أحسن القصص اور کہا کہ تم لوگ اپنے دل کو قرآن میں مشغول رکھو، اس کو دوسری باتوں میں نہ لگاؤ۔[1]

تمیم بن حرام کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی مجلسوں میں بیٹھا ہوں، عبداللہ بن مسعود سے زیادہ دنیا سے بے نیاز، آخرت کا طالب اور صلاح و تقویٰ میں قابلِ تقلید کسی کو نہیں دیکھا، ابوموسیٰ کا قول ہے کہ عبداللہ بن مسعود کی ایک مجلس میں حاضری میرے نزدیک ایک سال کے عمل سے افضل ہے[2]

ابن مسعود جب نوجوان طالب علموں کو مجلس میں آتے ہوئے دیکھتے تو مرحبا کہہ کر ان کا استقبال کرتے اور کہتے کہ یہ لوگ حکمت کے سرچشمے اور ظلمتوں کے چراغ ہیں ان کے کپڑے پرانے، دل نئے ہیں، اپنے گھروں کی زینت اور قبیلوں کے گل بوٹے ہیں[3] ایک مرتبہ حضرت ابن مسعود طلبہ کے ساتھ مجلس میں موجود تھے اسی حالت میں ایک اعرابی نے آکر پوچھا کہ یہ لوگ یہاں کیوں جمع ہیں؟ ابن مسعود نے بتایا کہ

---

[1] جامع بیان العلم ص ۶۶ ج ۱۔ [2] اصابہ ص ۱۳۰ ج ۴ اعلام الموقعین ص ۱۵ ج ۱۔ [3] جامع بیان العلم ج ۱ ص ۵۳۔

علی میراث محمد صلی اللہ علیہ وسلم یقسمونہ۔[1] یہ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تقسیم کر رہے ہیں۔

اپنے تلامذہ سے کہا کرتے تھے کہ علم کے خاتمہ سے پہلے تم لوگ علم حاصل کرلو، علم کا خاتمہ اہل علم کے خاتمہ سے ہوگا، تم میں سے کسی کو معلوم نہیں کہ کب علمی اور دینی امور میں اس کی ضرورت پڑے گی، آگے چل کر ایسے لوگوں کو دیکھو گے جو تم کو کتاب اللہ کی طرف دعوت دیں گے حالانکہ خود کتاب اللہ کو پس پشت ڈال چکے ہوں گے، اس لئے ابھی علم دین حاصل کرلو، خبردار بدعت سے بچو، خبردار بحث ومباحثہ سے بچو، اور قدیم یعنی کتاب وسنت کو پکڑا دیئے

فرماتے تھے کہ بہترین مجلس وہ ہے جس میں حکمت کی باتیں ہوں اور نزول رحمت کی امید کی جائے، تم لوگ اگر کسی جماعت کے سامنے ایسی حدیث بیان کروگے جو ان کی سمجھ سے بالاتر ہو، تو وہ حدیث بعضوں کے فتنہ کا باعث بن جائے گی۔ اس وقت تک حدیث بیان کرو، جب تک لوگ تمہاری طرف متوجہ رہیں اور جب وہ نظر پھیر لیں تو بند کردو (مقدمہ صحیح مسلم وغیرہ)

اہل قریش ابن مسعودؓ کے دروازے پر بیٹھا کرتے تھے، جب دوپہر کو سورج ڈھل جاتا تو ایک ایک کے پاس جا کر اٹھاتے تھے تاکہ وہ لوگ آرام کریں، ایک دن لوگوں نے کہا کہ یہ مولیٰ بن حسحاس (سحیم مشہور مخضرم شاعر) اشعار سنا رہا ہے اس لئے ہم رک گئے، ابن مسعود نے اس سے پوچھا تم کیا سنا رہے تھے۔؟ اس نے یہ شعر سنایا۔

وَدِّعْ سُلَیْمٰی اِنْ تَجَهَّزْتَ غَادِیًا ؛ کَفَی الشَّیْبُ وَالْاِسْلَامُ لِلْمَرْءِ نَاهِیًا

یہ سنکر ابن مسعود نے کہا بس کرو، تم نے سچ کہا ہے۔[2]

عبداللہ بن مرداس کا بیان ہے کہ عبداللہ بن مسعود ہر جمعرات کو ہم لوگوں کو وعظ سنایا کرتے تھے، ان کا انداز بیان اتنا دل نشین اور مؤثر ہوتا تھا کہ جب وعظ ختم کرتے تو ہماری خواہش ہوتی کہ مزید بیان کریں، علقمہ بن قیس کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود ہر پنجشنبہ کی شام

---

[1] شرف اصحاب الحدیث ص۲۵۔ [2] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص۱۵۔ [3] الادب المفرد، باب التائم ص۱۸۱۔

میں کھڑے ہو کر وعظ بیان کرتے تھے مگر ایک مرتبہ کے علاوہ میں نے کبھی ان کو قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہوئے نہیں سنا، اور جب ایک مرتبہ کہا تو میں نے دیکھا کہ بدن پر لرزہ کی وجہ سے ان کا عصا حرکت میں ہے، ابووائل کا بیان ہے کہ ایک شخص نے ابن مسعود سے کہا کہ ابو عبدالرحمن! ہماری خواہش ہے کہ آپ روزانہ وعظ سنائیں، اس پر ابن مسعود نے کہا کہ مجھ کو اس کے علاوہ کوئی عذر نہیں ہے کہ تم لوگوں کی اکتاہٹ کو میں پسند نہیں کرتا، میں وعظ ناغہ سے کہتا ہوں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو ناغہ سے وعظ سنایا کرتے تھے، اس خیال سے کہ ہم اکتا نہ جائیں [1]

حضرت عمرؓ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو دین کی تعلیم کے لئے کوفہ بھیجا، اور اہل کوفہ کو لکھا کہ میں تمہارے پاس عمار بن یاسر کو امیر اور عبداللہ بن مسعود کو معلم اور وزیر بنا کر بھیج رہا ہوں، یہ دونوں نجباء صحابہ اور اہل بدر ہیں، عبداللہ بن مسعود کو میں نے تمہارے بیت المال کا نگراں بھی مقرر کیا ہے، تم لوگ ان دونوں سے علم دین حاصل کرو اور ان کی اقتدار کرو، عبداللہ بن مسعود کو تمہارے یہاں بھیج کر میں نے اپنے اوپر تم لوگوں کو ترجیح دی ہے، شعبی کہتے ہیں کہ جماعت صحابہ میں ہمارے شیخ عبداللہ بن مسعود سے بڑا فقیہ کوئی نہیں تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود نے کوفہ میں تحدیث و روایت اور فقہ کی تعلیم و تربیت میں شاندار خدمات انجام دی ہیں، اور وہاں کے اہل علم نے ان سے بھرپور استفادہ کیا ہے، مغیرہ کا قول ہے کہ حضرت علیؓ کے فقہی اقوال و آرائے کے بارے میں عبداللہ بن مسعود کے شاگرد سب سے زیادہ ثقہ و صادق تھے، ابراہیم تیمی کا بیان ہے کہ ہمارے یہاں عبداللہ بن مسعود کے تلامذہ میں ساٹھ ہزار مشائخ تھے، ابویعلیٰ کہتے ہیں کہ قبیلہ بنی ثور میں عبداللہ بن مسعود کے تیس [3] ایسے شاگرد تھے جن میں سے ہر ایک علم میں ربیع بن

---

[1] صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶ [2] تذکرۃ الحفاظ ص ۱۵ ج ۱ [3] الادب المفرد باب القائلة ص ۱۹

خیثم سے کم نہیں تھا، سعید بن جبیر نے کہا ہے کہ اصحٰب عبداللہ سُرج ھٰذہ القریۃ عبداللہ بن مسعود کے اصحاب وتلامیذ اس بستی کے چراغ ہیں، ان کے حلقہ نشینوں اور خوشہ چینوں کی تعداد بہت زیادہ ہے جن میں چھ حضرات ان کے فقہی مسلک کے ترجمان اور ناشر ہیں علقمہ، اسود، مسروق، عبیدہ، حارث بن قیس اور عمرو بن شرحبیل، یہ حضرات اپنے شیخ کی قرأت سے قرآن پڑھتے تھے اور ان کے مسلک پر فتویٰ دیتے تھے۔

امام شعبیؒ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کوئی صحابی کوفہ میں نہیں آیا جو اہل کوفہ کے حق میں عبداللہ بن مسعود سے زیادہ نافع ہو، صحابہ کے بعد میں نے ان کے شاگردوں سے زیادہ حلیم وبُردبار اور خون خرابہ سے دور کسی کو نہیں دیکھا۔[1] حضرت عمرؓ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو دین کی تعلیم کے لئے کوفہ بھیجا۔ حضرت عثمانؓ نے جب ان کو مدینہ بلانا چاہا تو اہل کوفہ نے روکنے کی کوشش کی، ابن مسعود نے ان سے کہا کہ عثمان کی اطاعت میرے لئے ضروری ہے میں فتنہ کا پہلا دروازہ بننا نہیں چاہتا ہوں[2]

ابن مسعود کوفہ کے قیام کے دوران جب مدینہ آتے، تو یہاں کے اہل علم سے دینی معلومات حاصل کرتے، اگر کوفہ میں کوئی مسئلہ اہل مدینہ کے قول کے خلاف بیان کئے ہوتے تو واپسی پر مکان جانے سے پہلے اس کا اعلان واظہار کر دیا کرتے تھے کہ میں نے فلاں مسئلہ یوں بتایا تھا، اہل مدینہ کا اس بارے میں یہ قول ہے، اور اس پر عمل کیا جائے۔

معلوم ہو چکا ہے کہ ابن مسعود احادیث کے بیان میں شدّتِ احتیاط سے کام لیتے تھے اور روایت باللفظ کے بجائے روایت بالمعنی پر ان کا عمل تھا اور کتابتِ حدیث کے مقابلہ میں حفظ حدیث کو پسند کرتے تھے اس کے باوجود ان کے پاس ان کا لکھا ہوا ایک نسخہ تھا، ان کے پوتے معن بن عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ میرے والد نے

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۱۔ [2] اصابہ ص ۱۳۱ ج ۴۔

میرے سامنے ایک کتاب نکالی اور قسم کھا کر بتایا کہ یہ ان کے والد (عبداللہ بن مسعود) کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔ [1]

حضرت ابن مسعودؓ کے انتقال کے وقت صاحبزادے عبدالرحمٰن کی عمر صرف چھ سال کی تھی، اس لئے محدثین نے حضرت ابن مسعود سے عبدالرحمٰن کے سماع کو تسلیم نہیں کیا ہے، اور بعض محدثین نے دو ایک حدیث کے سماع کا ذکر کیا ہے، اس لئے عبدالرحمٰن اس کتاب کی روایت وِجَادَتْ کے طور پر کرتے رہے ہوں گے، اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی عالم و محدث حدیث کی کوئی کتاب اس کے راوی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی پا جائے (وَجَدَ) اور اس کو اس کتاب کی روایت کی اجازت نہ ہو تو اس بات کی تصریح کر کے اس کی روایت دوسرے سے کر سکتا ہے۔

عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں کہ ابن مسعود دوسرے فقہاء و علماء کے مقابلہ میں روزہ کم رکھتے تھے اس کی وجہ معلوم کی گئی تو بتایا کہ میں روزہ کے مقابلہ میں نماز کو زیادہ پسند کرتا ہوں، روزہ رکھوں گا تو نماز میں کمزوری آ جائے گی اس لئے روزہ کم رکھتا ہوں، ابن عباس دوشنبہ اور پنجشنبہ کو روزہ رکھا کرتے تھے، جود و سخا میں بہت آگے تھے، سفید کپڑے پہنتے تھے اور خوشبو استعمال کرتے تھے، رات کو نکلتے تو خوشبو کی وجہ سے پہچان لئے جاتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن مسعودؓ اور زبیر بن العوامؓ میں مواخاۃ فرمائی تھی، اس لئے ابن مسعود نے اپنی زندگی کے آخر میں زبیر بن عوام اور ان کے صاحبزادے عبداللہ بن زبیر کے نام وصیت لکھی تھی، جس میں خاص بات یہ تھی کہ ان کی کسی لڑکی کی شادی ان دونوں صاحبوں کی مرضی اور علم کے بغیر نہ کی جائے اور ایک غلام کے بارے میں لکھا کہ اگر پانچسو درہم ادا کر دے تو آزاد ہو جائے گا۔

حضرت ابن مسعودؓ کا انتقال مدینہ منورہ میں ۳۲ھ میں ہوا اس وقت ان کی عمر ساٹھ سال سے زائد کی تھی، نماز جنازہ حضرت عثمانؓ نے پڑھائی اور ان کی وصیت کے مطابق

---

[1] جامع بیان العلم ص۲۷، ج۱۔

جنت البقیع میں حضرت عثمانؓ بن مظعون کے قریب رات میں دفن کئے گئے۔ ان کے انتقال پر حضرت ابوموسیٰؓ اور حضرت ابومسعودؓ نے ایک دوسرے سے کہا کہ کیا تم سمجھتے ہو کہ ابن مسعود نے انتقال کے بعد اپنے مثل کسی کو چھوڑا ہے؟ جب ہم لوگ روکے جاتے تھے تو وہ داخل ہوتے تھے، اور جب ہم لوگ غائب ہوتے تھے تو وہ حاضر رہتے تھے۔[1]

درس گاہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ

حبر الامت، ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جماعت صحابہ میں مختلف علوم کے جامع تھے، خاص طور سے قرآن کی تفسیر و تاویل اور تفقہ فی الدین اور دینی اسرار و حکم کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ دعا دی ہے اللھم علمہ الحکمۃ وتاویل الکتاب۔ اللھم فقھہ فی الدین وعلمہ التأویل، نیز آپ نے ان کو یہ سند عطا فرمائی ہے نعم ترجمان القرآن أنت۔

ابن عباس ان تین فقہاء (زید بن ثابت عبداللہ بن ، عبداللہ بن عباس) میں سے ہیں جن کا فقہی مسلک ان کے شاگردوں کے ذریعہ عام ہوا، امام علی بن عبداللہ مدینی کے بیان کے مطابق حضرت ابن عباسؓ کے چھ اصحاب و تلامیذ نے یہ خدمت انجام دی ہے، عطاء بن ابی رباح مفتی مکہ، طاؤس بن کیسان یمانی، مجاہد بن جبر مکی، جابر بن زید ازدی بصری۔ عکرمہ مولیٰ ابن عباس اور سعید بن جبیر رحمہم اللہ، ان میں سعید بن جبیر اس مسلک کے سب سے بڑے عالم تھے، ان حضرات اور ان کے تلامذہ کے ذریعہ مکہ مکرمہ میں ابن عباس کے مسلک کی ترویج و اشاعت ہوئی ہے۔[2]

حضرت ابن عباسؓ، قرآن، حدیث، فقہ، فتویٰ، سیر و مغازی، ایام عرب، اشعار عرب کے امام و معلم تھے، ان کی مجلسِ درس عام طور سے مسجد نبوی میں منعقد ہوتی تھی جس میں ہر فن کا

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۶۰ - [2] علل الحدیث ومعرفۃ الرجال ص ۴۸ و ۴۹ -

باری باری سے درس دیتے تھے اور ہر طبقہ کے اہل علم شریک ہو کر استفادہ کرتے تھے۔

عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ کا بیان ہے کہ ابن عباس اپنی مجلس میں ایک دن صرف فقہ و فتویٰ کا درس دیتے تھے، ایک دن صرف تفسیر پڑھاتے تھے، ایک دن صرف مغازی کی تعلیم دیتے تھے، ایک دن صرف اشعار عرب بیان کرتے تھے، ایک دن صرف ایام عرب کے واقعات سناتے تھے، ان علوم میں ان کے تبحر کا یہ حال تھا کہ ہر فن کا عالم ان کی مجلس میں اپنے کو ہیچ سمجھتا تھا، جو شخص جس فن کے بارے میں سوال کرتا تھا تسلی بخش جواب پاتا تھا، عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباس سے زیادہ باوقار اور محترم کوئی مجلس نہیں دیکھی ہے، تفقہ اور خشوع و خضوع سے معمور رہتی تھی، اصحاب فقہ ان کے پاس، اصحاب قرآن ان کے پاس، اصحاب شعر ان کے پاس رہتے تھے، اور سب کے سب وافر علم حاصل کرتے تھے [1]

ابن عباس اپنے شاگردوں کے ساتھ بڑی محبت و شفقت سے پیش آتے تھے، اور ان کی ہربات کا پاس و لحاظ رکھتے تھے، ایک مرتبہ لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ کے نزدیک سب سے زیادہ محترم کون شخص ہے؟ تو فرمایا کہ میرا ہم نشین جو حاضرین مجلس کو پھاندتا ہوا میرے پاس آکر بیٹھے، میرا بس چلے تو اس کے منھ پر مکھی نہ بیٹھنے دوں، میرے ہم نشین کے جسم پر مکھی بیٹھتی ہے تو مجھے کوفت ہوتی ہے۔ [2]

عکرمہ کا بیان ہے کہ ابن عباس کے حدیث بیان کرنے کا انداز اتنا دلکش ہوتا تھا کہ اگر وہ اجازت دیتے تو میں ان کے سر کا بوسہ لے لیتا۔ ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابن عباس نے اثنائے درس میں ہم لوگوں سے کہا کہ آج میری طبیعت میں نشاط ہے، تم لوگ مجھ سے سورۂ یوسف اور سورۂ بقرہ کے بارے میں سوال کرو، ایک راوی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ابن عباس نے سورۂ بقرہ پڑھ کر ایسی دل نشین تفسیر بیان کی کہ اگر فارس و روم اور ترک سنتے تو مسلمان ہو جاتے، ایسا انداز بیان میں نے کبھی نہیں سنا تھا۔

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۳۶۸ ج ۲۔ [2] الفقیہ والمتفقہ ج ۲ ص ـــــ۔

حضرت ابن عباسؓ نے ایک مرتبہ سعید بن جُبیر سے کہا کہ مجھ سے ایک آیت کی تفسیر کیوں نہیں پوچھتے ہو جس میں آیات ہیں؟ (یعنی ایک آیت میں سو آیات کے معانی ہیں) وہ آیت فَتَنَّاكَ فُتُوْنًا ہے ہر خیر اور ہر شر فتنہ ہے۔[1]

سعید بن جبیر ہی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ابن عباس نے مجھ سے کہا کہ سعید! میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ جو حدیثیں تم نے مجھ سے پڑھی ہیں ان کی روایت دوسروں سے کیسے کروگے، یہ سن کر میں گھبرایا تو کہا کہ کیا تم پر اللہ کی یہ نعمت نہیں ہے کہ میرے سامنے حدیث بیان کرو۔ اگر صحیح طور سے بیان کروگے تو سبحان اللہ، اور اگر غلط، کروگے تو میں تصحیح کردوں گا۔[2]

لیث بن سلیم نے طاؤس بن کیسان سے کہا کہ تم نے اکابرِ صحابہ کو چھوڑ کر اس لڑکے (ابن عباس) کی مجلسِ درس کو کیوں لازم کرلیا ہے؟ طاؤس نے جواب دیا کہ میں نے ستر صحابہ کو دیکھا ہے کہ جب وہ کسی مسئلہ میں بحث و مباحثہ کرتے ہیں تو ابن عباس کو حَکَم مانتے ہیں اور ان کے فیصلہ کو سب حضرات تسلیم کرتے ہیں۔

مشہور تابعی حضرت ابوالعالیہ ریاحی غلام تھے، غلامی کے دور میں قرآن یاد کیا اور لکھنا پڑھنا سیکھا، ان کا بیان ہے کہ ابن عباس مجلس میں مجھے اپنے ساتھ تخت پر بٹھاتے تھے، حالانکہ قریش کے اعیان و اشراف نیچے ہوتے تھے، کہتے تھے کہ علم یوں ہی شریف آدمیوں کی شرافت کو بڑھاتا ہے اور وہ بادشاہوں کی طرح تخت پر بٹھاتا ہے۔[3]

حضرت ابن عباسؓ سے قرآن کی تفسیر کے بارے میں زیادہ سوالات کئے جاتے تھے اور وہ جواب میں دلیل کے لئے اشعار سنایا کرتے تھے۔ عام طور سے مسائل کا جواب پہلے قرآن میں تلاش کرتے، پھر حدیث میں غور کرتے، اگر قرآن و حدیث میں جواب نہ ملتا تو حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکرؓ کے قول و فعل کو دیکھتے اور آخر میں اپنے اجتہاد سے کام لیتے تھے۔[4]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں ابن عباس کو بصرہ کا امیر مقرر کیا تھا حضرت

---

[1] جامع بیان العلم ج ۱ ص ۱۱۵۔ [2] طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۔ [3] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۵۸۔ [4] طبقات ابن سعد ج ۲ ص

علیؓ کی شہادت کے بعد وہ عبداللہ بن حارث کو اپنا جانشین بنا کر حجاز چلے آئے، امارتِ بصرہ کے دور میں ان کا حلقۂ درس وہاں قائم ہوتا تھا، خاص طور سے رمضان میں تفسیر اور فقہ کا درس بڑے اہتمام سے دیا کرتے تھے اور اہلِ بصرہ گروہ در گروہ جمع ہو کر استفادہ کرتے تھے، اصابہ میں ہے۔

إنّ ابن عباس کان یفسر الناس فی رمضان وھو أمیر البصرۃ فما ینقضی الشھر حتی یفقھھم۔[1]

ابن عباس امارتِ بصرہ کے زمانہ میں ماہ رمضان میں لوگوں سے تفسیر بیان کرتے تھے اور مہینہ گذرتے گذرتے ان کو تفقہ میں صاحبِ نظر بنا دیتے تھے۔

مدینہ منورہ اور بصرہ کی طرح مکہ مکرمہ میں بھی حضرت ابن عباسؓ نے آخری دور میں اپنا حلقۂ درس قائم کیا، ۳۷ھ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مکہ مکرمہ کی فضا صاف ہوگئی تو ابن عباس نے مسجد حرام میں مستقل طور سے مجلس قائم کی، اور بئر زمزم کے قریب بیٹھ کر تعلیم و تحدیث کا سلسلہ جاری کیا، چند ہی دنوں میں یہ مجلس طلبہ علم سے معمور ہوگئی، اور نامی گرامی فقہاء و محدثین اس درسگاہ سے اٹھے جنھوں نے ابن عباس کے فقہی مسلک کو مکہ مکرمہ میں رائج کیا۔

جیسا کہ معلوم ہوا حضرت ابن عباسؓ کی مجلسِ درس مدینہ منورہ کے علاوہ مکہ مکرمہ اور بصرہ میں منعقد ہوتی تھی اور ہر جگہ کثیر تعداد میں مختلف علوم و فنون کے طلبہ اس میں شریک ہوتے تھے جن میں عربی و عجمی، خاص طور سے اہلِ فارس ہوتے تھے اور ان کے لئے مترجم اور ترجمان کی ضرورت تھی، اس کام کے لئے حضرت ابن عباسؓ نے ابو جمرہ، نصر بن عمران ضبعی بصری کو رکھا تھا جو عربی اور فارسی دونوں زبان کے عالم اور بلند آواز تھے، وہ مجمع تک ابن عباس کی آواز پہونچاتے تھے اور عربی سے فارسی میں ترجمہ کرتے تھے۔ ان کا بیان ہے کنت أترجم بین ابن عباس وبین الناس[2]۔ میں ابن عباس اور طلبہ کے درمیان ترجمانی کرتا تھا۔

---

[1] اصابہ ج ۲ ص ۳۳۲، [2] صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۳ (بحاشیہ سندی)

صحیح بخاری کی شرح قسطلانی میں ہے کہ ابوجمرہ ابن عباس کے یہاں اس لئے رہے کہ ان کی باتوں کو لوگوں تک پہونچانے میں مدد کریں جو سن نہیں سکتے تھے اور عربی زبان سے فارسی زبان میں ترجمہ کریں۔ خود ابوجمرہ کا بیان ہے کہ میں ابن عباس کی مجلس میں بیٹھتا تھا، وہ مجھے اپنے ساتھ تخت پر بٹھاتے تھے اور کہتے تھے کہ تم میرے پاس رہو، میں اپنے مال سے ایک حصہ تمہارے لئے مقرر کر دیتا ہوں، میں نے ان کے یہاں دو ماہ قیام کیا[1] اسی طریقہ کے مطابق بعد میں محدثین کے یہاں مستملی ہوتے تھے جو ان کی آواز کو مجمع میں پہونچاتے تھے، حضرت ابن عباسؓ نہایت وجیہ و شکیل جوان تھے، بسطۃً فی العلم والجسم کی صفت سے موصوف تھے، مجلس میں دو آدمی کی جگہ لیتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ابن عباس کی عمر پندرہ سال کی تھی، اپنی طالب علمی کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک انصاری سے کہا کہ آؤ ہم صحابہ سے علم دین سیکھیں ابھی وہ زیادہ تعداد میں موجود ہیں، اس نے کہا کیا تم سمجھتے ہو کہ لوگ تمہارے علم کے محتاج ہوں گے یہ کہہ کر اس نے میرا ساتھ چھوڑ دیا، اور میں اپنی دھن میں لگا رہا، اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ فلاں شخص کے پاس کوئی حدیث ہے تو اس کے دروازے پر جاتا اگر دوپہر میں وہ سویا ہوا ہوتا تو وہیں پڑا رہتا تھا، اور گرم ہوا کے جھونکے گرد و غبار اڑایا کرتے تھے، جب وہ آدمی نکل کر مجھ کو اس حال میں دیکھتا تو کہتا کہ اے ابن عم رسول اللہ! آپ کیوں آئے؟ کسی آدمی کو بھیجکر مجھے بلا لیتے اور میں کہتا کہ نہیں! مجھے خود تمہارے پاس آنا چاہئے اس کے بعد اس سے حدیث معلوم کرتا تھا، آخر میں میرے انصاری دوست نے یہ زمانہ دیکھ لیا کہ لوگ میرے پاس آکر علم حاصل کرتے ہیں، اور اس نے کہا کہ واقعی یہ جوان مجھ سے زیادہ عقلمند نکلا، میں نے احادیث کی تلاش کے سلسلہ میں قبیلۂ انصار کے یہاں بڑا ذخیرہ پایا، میں ان کے دروازے پر جاکر پڑا رہتا تھا حالانکہ وہ اندر آنے کی اجازت دے سکتے تھے مگر میں اپنے طرز عمل سے ان کو خوش کرنا چاہتا تھا، ابن عباس حضرت ابو رافع کے پاس جاکر ان سے پوچھتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں دن کیا کیا کام

---

[1] بحوالہ فضل اللہ الصمد فی توضیح الادب المفرد ج ۲ ص ۵۲۶۔ [2] الادب المفرد، باب الجلوس علی السریر، والفقیہ والمتفقہ ج ۲ ص ۱۱۳

کیاہے، ان کے ساتھ کاتب ہوتا تھا، ابورافع جو کچھ بیان کرتے تھے کاتب لکھ لیا کرتا تھا[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلافت کے اہم امور و معاملات میں ابن عباس کو شریک کرتے تھے ان کی نوعمری پر کچھ لوگوں نے نکیر کیا تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ ابن عباس جواں سال ہیں، ان کی زبان و قلب دونوں علم و عقل کے مخزن ہیں، مسروق بن اجدع کہتے ہیں کہ میں جب ابن عباس کو دیکھتا تو کہتا کہ وہ اجمل الناس ہیں، اور جب وہ بولتے تو کہتا کہ وہ افصح الناس ہیں، اور جب وہ حدیث بیان کرتے تو کہتا کہ وہ اعلم الناس ہیں۔

حضرت ابن عباس کے تلامذہ ان کی مجلس میں احادیث لکھ لیا کرتے تھے، اور ان کے کئی شاگردوں کے پاس ان کی احادیث کے صحیفے اور نسخے تھے۔ عکرمہ مولیٰ ابن عباس کا بیان ہے کہ طائف کے چند اہل علم ابن عباس کے پاس ان کی احادیث تحریری شکل میں لے کر آئے، ان کو پڑھ کر سنایا اور ابن عباس نے ان کی تصدیق کی، موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ ابن عباس کے غلام کریب نے ہمارے پاس ان کی کتابوں میں سے ایک اونٹ کے بار کے برابر کتابیں رکھی تھیں ان کے صاحبزادے علی بن عبداللہ بوقت ضرورت کریب کو لکھتے کہ فلاں کتاب بھیج دو، اور کریب حکم کی تعمیل کرتے تھے۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں ابن عباس کی مجلس میں احادیث لکھا کرتا تھا، جب صحیفہ بھر جاتا تھا تو اپنے دونوں جوتوں کی پشت پر لکھ لیتا تھا یہاں تک کہ وہ بھر جاتی تھی، میں نے ابن عباس سے تیس مرتبہ قرآن پڑھا ہے۔

ابن ندیم نے الفہرست میں حضرت ابن عباس کی دو کتابوں کا ذکر کیا ہے (۱) تفسیر قرآن میں کتاب ابن عباس رواہ مجاہد اور (۲) نزول قرآن میں کتاب عکرمہ عن ابن عباس[2] ابن عباس نے ان کتابوں کا املاء کرایا تھا۔ یا ان کے شاگرد مجاہد بن جبر اور غلام عکرمہ نے ان سے سن کر لکھا تھا۔

سیوطی نے الاتقان میں لکھا ہے کہ تفسیر کے متعلق ابن عباس سے اس کثرت سے روایات

---

[1] اصابہ ج ۴ ص ۹۰ تا ۹۲۔ [2] الفہرست ص ۵۵، ۵۷۔

ہیں کہ ان کا شمار مشکل ہے، ان کے طرق واسانید اور روایات مختلف ہیں، سب سے مستند روایت علی بن ابو طلحہ ہاشمی کی ہے، امام احمد کا بیان ہے کہ مصر میں ایک تفسیری صحیفہ ہے جس کو علی بن ابو طلحہ نے روایت کیا ہے، اس کتاب کے لئے اگر کوئی شخص بغداد سے مصر کا سفر کرے تو یہ بڑی بات نہیں ہوگی[1]

حضرت ابن عباس کی طرف ایک کتاب غریب القرآن کے نام سے منسوب ہے، جس کا مخطوطہ برلن میں موجود ہے[2] خلیفہ مامون کے پوتے ابوبکر محمد بن یعقوب نے ابن عباس کے فتاویٰ بیس جلدوں میں جمع کئے تھے[3] ابن عباس نے عکرمہ کو بتایا کہ تم ہر جمعہ (ہر ہفتہ) میں ایک مرتبہ لوگوں کو حدیث کا درس دو، اس سے زیادہ چاہو تو دو مرتبہ، اور اس سے بھی زیادہ چاہو تو تین مرتبہ درس دو اور خیال رکھو کہ درس حدیث کی کثرت کی وجہ سے لوگ قرآن سے بے اعتنائی نہ کریں، تم ایسی مجلس میں نہ جاؤ جس میں لوگ اپنی باتیں کر رہے ہوں، اور تم ان کی بات کاٹ کر اپنی بات کہو بلکہ خاموش رہو جب وہ لوگ خود خواہش کریں تو حدیث بیان کرو[4]

ابن عباس کے ایک شاگرد نے ان سے جہاد کے بارے میں مشورہ کیا تو کہا کہ میں تم کو اس سے بہتر بات بتاتا ہوں، مسجد بناؤ اور اس میں فرائض، سنت اور تفقہ فی الدین کی تعلیم دو[5]

• حضرت ابن عباس کا انتقال ۶۸ھ میں طائف میں ہوا، حضرت علیؓ کے صاحبزادے محمد بن حنفیہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور قبر کی مٹی برابر کر کے کہا مات، واللہ الیوم حبر ھذہ الامۃ اور عمرو بن دینار نے کہا مات ربانی ھذہ الامۃ۔

---

[1] الاتقان ج ۲ ص ۱۸۸۔ [2] مجلۃ الازہر ذوالحجہ ۱۳۹۵ھ ص ۲۳۹۵ [3] اعلام الموقعین ج ۱ ص ۹۔
[4] تدریب الراوی ص ۳۴۴ [5] جامع بیان العلم ص ۳۱ ج ۱۔

درس گاہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ

حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسلمان ہوئے اس وقت سنِ بلوغ کو نہیں پہونچے تھے اور ان ہی کے ساتھ ہجرت کی، ان کے فضائل و مناقب بہت زیادہ ہیں، زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت اور اتباعِ سنت میں جماعت صحابہ میں نمایاں تھے، کم سنی کی وجہ سے غزوۂ احد میں شریک نہیں ہو سکے، البتہ غزوۂ خندق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرکت کی اجازت دی۔[1]

حضرت ابن عمرؓ کثیر الحدیث صحابی ہیں اور حدیث بیان کرنے میں بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے، جو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست سنتے تھے ان کو خاص طور سے یاد رکھتے تھے، اور جب مجلسِ نبوی میں حاضر نہ ہوتے تو حاضرینِ مجلس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کے بارے میں سوال کرتے تھے، مجاہد کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں مدینہ تک ابن عمر کا ہمسفر رہا، اس اثناء میں ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بھی نہیں سنی، سعید بن جُبیر کہتے ہیں کہ حدیث بیان کرنے میں ابن عمر سے زیادہ ڈرنے والا میں نے کسی کو نہیں دیکھا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ ہوتا تھا تو رونے لگتے تھے۔ ابو جعفر محمد بن علی بن حسین کہتے ہیں کہ حدیثِ رسول میں کمی زیادتی سے جس قدر ابن عمر ڈرتے تھے جماعتِ صحابہ میں کوئی نہیں ڈرتا تھا۔[2]

حضرت عبداللہ بن عمر کی مجلس مسجدِ نبوی میں صبح کو چاشت تک مستقل طور سے منعقد ہوتی تھی جس میں قبلہ رو بیٹھ کر حدیث بیان کرتے تھے ان کے غلام و ترجمان حضرت نافع کا بیان ہے، إنہ کان یجلس فی مسجد رسول اللہ ابن عمر مسجد نبوی میں چاشت کے وقت بیٹھتے

---

[1] طبقات ابن سعد، ج ۴ ص ۱۴۲ - و اصابہ ج ۲ ص ۱۰۳، [2] اصابہ ج ۴ ص ۱۰۹ -

صلی اللہ علیہ وسلم حین یرتفع الضحیٰ ولم یصلی ثم ینطلق إلی السوق فیقضی حوائجه، ثم یرجع إلی أهله فیبدأ بالمسجد فیصلی رکعتین ثم یدخل بیته، [1]

تھے اس وقت نماز چاشت نہیں پڑھتے تھے (بلکہ درس دیتے تھے) پھر اٹھ کر بازار جاتے اور اپنی ضروریات پوری کرکے واپسی پر مسجد نبوی میں آکر دو رکعت نماز پڑھتے، اس کے بعد اپنے مکان میں داخل ہوتے تھے۔

نافع نے اپنا دایاں پیر بائیں پیر پر رکھ کر بتایا کہ ابن عمر اپنی مجلس درس میں عام طور سے اسی طرح بیٹھا کرتے تھے، ابن عمر کے حلقہ نشین ابوجعفر قاری کا بیان ہے کہ اگر کوئی شخص سلام کرتا تھا تو ابن عمر خود اس کا جواب دیتے تھے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن عمر دوپہر میں بھی مجلس میں بیٹھتے تھے۔

محمد بن ابراہیم تیمی کہتے ہیں کہ میں ایام جوانی میں مسجد نبوی میں پڑا رہتا تھا اور جس طرف آلِ عمرؓ بن خطاب کے مسجد میں آنے کا راستہ تھا وہیں نماز پڑھتا تھا، میں دیکھتا تھا کہ عبداللہ بن عمر سورج ڈھلنے کے بعد گھر سے نکل کر مسجد میں آتے تھے اور بارہ رکعت نماز پڑھ کر بیٹھ جاتے تھے، ایک دن میں ان کے پاس گیا، تو پوچھا تم کون ہو؟ میں نے اپنا نسب بیان کیا تو کہا: کہ تمہارے دادا مہاجرینِ حبشہ میں سے تھے، یہ سنکر حاضرینِ مجلس میری تعریف و توصیف کرنے لگے تو ابن عمر نے ان کو منع کیا۔ [2]

جب مجلسِ درس میں طلبہ کثرت سے شریک ہونے لگے اور سوال و جواب زیادہ ہونے لگا تو ابن عمر نے طلبہ سے کہا کہ تم لوگ میرے یہاں نہ آؤ، میں ایسی ذات کی صحبت میں رہا ہوں جو مجھ سے زیادہ دین کا علم رکھتی تھی اگر میں جانتا کہ میری عمر اتنی زیادہ ہوگی اور تم لوگ میرے پاس تحصیلِ علم کے لئے آؤ گے تو تمہارے لئے ضرور علم حاصل کر لیتا۔

ایک مرتبہ کسی نے مجلس میں ابن عمر سے کوئی مسئلہ دریافت کیا، جس کے جواب میں انھوں

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۱۴۷، [2] تاریخ کبیر ج ۱ قسم ۱ ص ۳۳

نے لاأدری (میں نہیں جانتا ہوں) کہا اور اس شخص کے جانے کے بعد اپنے کو مخاطب کر کے کہا کہ ابن عمرؓ! تم نے خوب کیا کہ جو بات معلوم نہیں تھی اس کے بارے میں سوال کیا گیا تو لاعلمی ظاہر کر دی۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے ابن عمرؓ سے مسئلہ معلوم کیا، اور وہ سر نیچا کئے خاموش بیٹھے رہے سائل نے دوبارہ معلوم کیا اور کہا کہ کیا آپ نے میرا سوال نہیں سنا؟ ابن عمرؓ نے کہا کہ ہاں سنا، تم لوگ گویا سمجھتے ہو کہ جو باتیں ہم سے معلوم کرتے ہو، ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ ہم سے سوال نہیں کرے گا، اتنا موقع تو دو کہ ہم تمہارے مسئلہ میں غور کر لیں، اگر ہمارے نزدیک جواب ہوگا تو بتادیں گے ورنہ تم سے کہدیں گے کہ ہم کو اس کا علم نہیں ہے[1]

ابن عمرؓ کی تعلیمی مجلس برپا تھی، طلبہ حلقہ میں بیٹھے ہوئے تھے، اسی اثناء میں ایک شخص آیا اور مجلس کو پھاندتا ہوا ابن عمرؓ کے پاس جانے لگا، طلبہ نے روکا تو ابن عمرؓ نے کہا کہ اس کو میرے پاس آنے دو، چنانچہ اس شخص نے قریب جا کر کہا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو باتیں سنی ہیں ان میں سے کچھ باتیں مجھے بتادیں، اور ابن عمرؓ نے اس سے حدیث بیان کی[2]

سلیمان بن یسار بیان کرتے ہیں کہ میں عبداللہؓ بن عباس اور عبداللہؓ بن عمر دونوں حضرات کی مجلس درس میں برابر شریک ہوتا تھا، ابن عمرؓ اکثر سوال کے جواب میں لاأدری کہدیا کرتے تھے، اور ابن عباس کسی سائل کو واپس نہیں کرتے تھے، ایک مرتبہ ابن عباس نے کہا کہ تعجب ہے ابن عمر لوگوں کو جواب نہیں دیتے ہیں وہ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ جس مسئلہ میں شک ہو سنتِ ماضیہ میں دیکھ لیں، ورنہ اجتہاد اور رائے سے کام لیں، اس کے بعد ایک مرتبہ ابن عباس خود ایک مسئلہ کے بارے میں تردد میں پڑ گئے تو کہنے لگے البلاء موکل بالقول[3]

مسلم بن عقبہ کا بیان ہے کہ میں چونتیس سال تک ابن عمرؓ کی مجلس میں بیٹھا ہوں، بسا اوقات لوگ ان سے مسائل دریافت کرتے تو جواب میں لاادری کہتے اور میری طرف متوجہ ہو کر فرماتے کہ یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ یہی چاہتے ہیں کہ ہماری پشت کو جہنم کا پل بنائیں

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۔ [2] الادب المفرد ۔ [3] تذکرۃ الحفاظ ج ۱، ص ۳۵ و ص ۳۷ ۔

اور ان لوگوں سے کہتے کہ تم لوگ ہماری پشت کو جہنم کا پل بنا کر کہنا چاہتے ہو کہ ابن عمر نے یہ فتویٰ دیا ہے۔

حضرت ابن عمرؓ کے قدیم تلامذہ میں سے ایک صاحب نے ان کو آکر سلام کیا تو پوچھا تم کون ہو؟ انھوں نے بتایا کہ میں آپ کے حلقہ نشینوں میں سے ہوں، یہ سنکر ابن عمر نے کہا کہ آج یہ سب کیا ہو رہا ہے، تمھارے سامنے کب یہ باتیں تھیں؟ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد عمرؓ، ابوبکرؓ، عثمانؓ کی صحبت میں رہ چکا ہوں، کیا تم اُس زمانہ کی کوئی بات اپنے سامنے دیکھ رہے ہو؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ابورافعؓ کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمر کے سامنے یہ حدیث بیان کی ما کان نبیٌّ الا لہ حواریون یھتدون بھدیہ یہ سنکر ابن عمر نے انکار کر دیا، بعد میں جب عبداللہ بن مسعود مقام قناۃ میں آئے تو ابن عمر مجھے اپنے ساتھ لیکر ان کے پاس گئے، میں نے ابن مسعود سے اس حدیث کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے اسی طرح یہ حدیث بیان کر دی اور ابن عمر مطمئن ہو گئے۔

عطاء بن یسار کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ بن مسعود کی روایت سے ایک حدیث ابن عمر کے سامنے بیان کی انھوں نے پوچھا کہ تم نے یہ حدیث ابن مسعود سے سنی ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں، تو کہا کہ تم دوبارہ معلوم کرو، اس کے بعد ابن عمر مجھے لے کر ابن مسعود کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ یہ حدیث آپ نے ان سے بیان کی ہے؟ ابن مسعود نے کہا کہ ہاں یہ حدیث میں نے ان سے بیان کی ہے، یہ سنکر ابن عمر نے کہا کہ ابن ام عبد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جھوٹ نہیں بول سکتے ہیں[1]

حضرت ابن عمرؓ کی مجلس درس کی مرجعیت اور طلبہ کی کثرت کا اندازہ امام مالک کے اس بیان سے ہوتا ہے کہ وصال نبوی کے بعد ساٹھ سال تک ابن عمر زندہ رہے، اس مدت

[1] تاریخ کبیر ج ۳ قسم ا ص ۳۲۸ و ص ۳۲۹ ۔

میں مختلف دیار و امصار کے وفود اور طلبہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر فیضیاب ہوتے رہے، ہمارے نزدیک حضرت عمرؓ کے بعد حضرت زیدؓ بن ثابت امام تھے اور ان کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر کو دینی و علمی امامت ملی [1]

قاسم بن مُخیمر کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر کی مجلس میں حاضر ہو کر سلام کیا، انھوں نے نہایت انشراح کے ساتھ میرا استقبال کیا اور اپنے پہلو میں بٹھا کر یہ آیت پڑھی مَنۡ یَّرۡتَدَّ مِنۡکُمۡ عَنۡ دِیۡنِهٖ فَسَوۡفَ یَاۡتِی اللّٰهُ بِقَوۡمٍ الخ اور میرے مونڈھے پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ واللہ وہ قوم تم ہی اہل یمن سے ہوگی جو مرتدوں کا قلع قمع کرے گی، یہ بات بار بار کہتے رہے۔ [2]

ابن عمر مکثرین صحابہ میں سے ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ روایت کی ہے، اور ان کے اصحاب و تلامیذ نے ان کی احادیث و روایات کو صحیفوں اور نسخوں کی شکل میں جمع کیا ہے، ان میں ابن عمر کے غلام حضرت نافع سب سے زیادہ مشہور اور ان کے علم کے ترجمان و ناشر ہیں، اور ان کے شاگردوں نے ابن عمر کے علوم کو صحیفوں اور کراسوں میں جمع کیا ہے، نافع بن ابو نعیم، اسمٰعیل بن ابراہیم بن عقبہ اور ابن فروہ کا بیان ہے کہ نافع کی کتاب جس کو انھوں نے ابن عمر سے سنکر لکھا تھا، ہم لوگ اس کو نافع سے پڑھتے تھے، اور کہتے تھے کہ ابو عبداللہ کیا ہم حدثنا نافعؓ کہہ سکتے ہیں؟ تو کہتے کہ ہاں کہہ سکتے ہو، نافع بن ابراہیم کا بیان ہے کہ نافع مولیٰ ابن عمر کو بتایا گیا کہ لوگوں نے آپ کے علم کو لکھا ہے تو کہا کہ اس کو میرے پاس لاؤ، میں درست کردوں [3] ابوالیمان کے پاس ایک نسخہ شعیب کی روایت سے تھا، جس کو انھوں نے نافع سے اور نافع نے ابن عمر سے سنا تھا۔ [4]

جمیل بن زید طائی نے براہ راست ابن عمر سے روایت نہیں کی تھی، مگر ان کی روایات کا ایک مجموعہ تیار کیا تھا، ان کا بیان ہے کہ یہ ابن عمر کی احادیث ہیں جن کو میں نے ابن عمر سے نہیں سنا ہے لوگوں نے مجھ سے کہا کہ تم ابن عمر کی حدیثوں کو لکھو تو میں نے مدینہ جا کر ان کو لکھا ہے [5]

---

[1] جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۵۲ [2] تاریخ کبیر ج ۴ قسم ۱ ص ۳۸۶ [3] سیر اعلام النبلاء ج ۵ ص ۹۹ [4] الکفایہ ص ۲۱۴ [5] تاریخ کبیر قسم ۲ ج ۱ ص ۲۱۵

فقیہ حرم عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج نے بھی نافع کی روایت سے ابن عمر کی احادیث جمع کی تھیں، ان کا بیان ہے کہ میں نافع کے پاس گیا تو انھوں نے ایک زنبیل سامنے رکھ دی، پھر یہ کہہ کر احادیث کا املا کرایا کہ میں نے عبداللہ بن عمر سے سنا ہے کہ ان حدیثوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے، اور میں نے ان کو اپنی تختیوں پر لکھا ہے[1]

سعید بن جُبیر نے براہ راست ابن عمر سے احادیث کی روایت کر کے ان کو جمع کیا تھا، ان کا بیان ہے کہ میں ابن عمر اور ابن عباس سے رات میں احادیث سنتا تھا تو کجاوے کی لکڑی پر لکھ لیتا تھا، پھر صبح کو ان کو باقاعدہ لکھتا تھا[2]

نافع کہتے ہیں کہ ابن عمر نے سورۂ بقرہ چار مہینے میں تفسیر و تاویل کے ساتھ پڑھی تھی، ابن سیرین کا قول ہے کہ صحابہ کے نزدیک مناسک حج کے سب سے بڑے عالم حضرت عثمان اور ان کے بعد ابن عمر تھے، میمون بن مہران جب ابن عباس اور ابن عمر کا تذکرہ کرتے تو کہتے کہ ابن عمر تقویٰ اور ابن عباس علم میں آگے ہیں، عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ ابن عمر نوجوان فقہاء میں شمار کیے جاتے تھے، ابن سیرین دعا کرتے تھے کہ اے اللہ! تو جب تک ابن عمر کو زندہ رکھے مجھے بھی زندہ رکھ تاکہ میں ان کی اقتدا کرتا رہوں[3]

صحابہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگوں میں ابن عمر سے زیادہ اپنے نفس پر قابو رکھنے والا کوئی نہیں ہے، شعبی کہتے ہیں کہ اگر میں کسی کے جنتی ہونے کی شہادت دیتا تو ابن عمر کے بارے میں دیتا، سُدّی کہتے ہیں کہ میں نے صحابہ کی ایک جماعت کو دیکھا ہے، وہ حضرات کہتے تھے کہ جس حال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو چھوڑا ہے ابن عمر کے علاوہ کوئی اس حال پر قائم نہیں رہا، سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ ابن عمر نے مجھ سے پوچھا کہ تم کو معلوم ہے کہ میں نے اپنے لڑکے کا نام سالم کیوں رکھا ہے؟ میں نے کہا نہیں تو بتایا کہ سالم مولیٰ ابوحذیفہ کے نام پر، تم کو معلوم ہے کہ میں نے اپنے لڑکے کا نام واقد کیوں رکھا ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں

---

[1] مسند حمیدی ج ۲ ص ۲۹۰، [2] جامع بیان العلم ج ۱ ص ۷۲ والمحدث الفاصل ص ۳۶۹، [3] اعلام الموقعین ص ۱۳ ج ۱۔

تو بتایا کہ واقد بن عبداللہ یربوعی کے نام پر، تمکو معلوم ہے کہ میں نے اپنے لڑکے کا نام عبداللہ کیوں رکھا ہے؟ میں نے کہا کہ نہیں تو بتایا کہ عبداللہ بن رداء کے نام پر۔

حضرت عبداللہؓ بن عمر کی وفات چوراسی سال کی عمر میں ۷۴ھ میں ہوئی، اور مکہ مکرمہ میں مقام فخ کے مہاجرین کے قبرستان میں دفن کئے گئے۔

درس گاہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اجلۂ صحابہ میں سے ہیں، صوام و قوام بزرگ ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کثرتِ عبادت و تلاوت و صوم سے روکا، اور اعتدال کا حکم دیا تھا، اس بارے میں اپنے والد حضرت عمرو بن عاصؓ سے آگے تھے، اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث جمع کرنے اور لکھنے میں تمام صحابہ سے آگے تھے، حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ صحابہ میں مجھ سے زیادہ حدیث کا جاننے والا کوئی نہیں تھا، البتہ عبداللہ بن عمرو کی دوسری بات ہے وہ حدیث لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔[1]

خود حضرت عبداللہؓ بن عمرو کا بیان ہے کہ میں نے کہا کہ یا رسول اللہ! کیا میں علم (حدیث) کو مقید کر دوں؟ تو آپ نے فرمایا کہ ہاں، میں نے عرض کیا کس طرح؟ آپ نے فرمایا کتابت کے ذریعہ مقید کرو، ایک مرتبہ اہل قریش نے ان سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غضب اور رضا دونوں حال میں بات کرتے ہیں، اس لئے تم اس کو نہ لکھا کرو، انھوں نے قریش کی اس بات کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں ہر حال میں حق بات ہی کہتا ہوں تم لکھ لیا کرو۔[2]

حضرت عبداللہؓ بن عمرو نے خدمت نبوی میں رہ کر احادیث کا ایک مجموعہ مرتب کیا تھا جس کا نام الصادقۃ تھا، کتبِ حدیث میں عن عمرو بن شعیب عن ابیہ، عن جدّہ کی سند کی

[1] صحیح بخاری، کتاب العلم، باب کتابۃ العلم ج ۱ ص ۲۲ (سندھی) [2] المحدث الفاصل، ص ۳۶۵ وجامع بیان العلم ج ۱ ص ۷۳۔

احادیث اسی صحیفہ الصادقہ کی ہیں، طائف میں ان کا ایک باغ وھط نام کا تھا، کہتے تھے کہ میری زندگی میں دو چیزیں سب سے زیادہ عزیز ہیں ایک الصادقہ اور دوسری وہط، تیسری صدی تک ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا صحیفہ صادقہ موجود تھا، احمد بن عبداللہ بن یونس تمیمی متوفی ۲۲۷ھ کا بیان ہے

مصحفه بخطه وهو الآن موجود [1]

عبداللہ بن عمرو سریانی زبان کے عالم تھے اور قرآن کی طرح تورات کو بھی اچھی طرح پڑھ لیتے تھے ان کا بیان ہے کہ میں نے خواب دیکھا کہ میرے ایک ہاتھ میں شہد ہے اور دوسرے ہاتھ میں گھی ہے اور میں ان دونوں کو چاٹ رہا ہوں، میں نے یہ خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم دونوں کتابیں تورات اور قرآن پڑھتے ہو[2]

عطار بن یسار کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرو سے کہا کہ آپ بتائیے تورات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا صفت بیان کی گئی ہے؟ انھوں نے کہا کہ قرآن میں آپ کی جن صفات کا ذکر ہے ان میں سے بعض تورات میں موجود ہیں، اور یہ آیت پڑھی یاایها النبیّ انا ارسلناك شاهدا ومبشرا ونذیرا [3]

کعب احبار نے ایک مرتبہ عبداللہ بن عمرو سے پوچھا کہ آپ فال لیتے ہیں؟ تو کہا کہ ہاں، کعب احبار نے پوچھا کہ اس کے لئے کیا کہتے ہیں؟ عبداللہ بن عمرو نے کہا کہ میں یہ دعا پڑھتا ہوں اَللّٰهُمَّ لَا طَيْرَ اِلَّا طَيْرُكَ وَلَا خَيْرَ اِلَّا خَيْرُكَ وَلَا رَبَّ غَيْرُكَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ، یہ سنکر کعب احبار نے کہا کہ آپ عرب کے سب سے بڑے عالم و فقیہ ہیں، تورات میں بھی ایسا ہی ہے۔[4]

صحیفہ صادقہ کے علاوہ عبداللہ بن عمرو کے پاس احادیث کا ذخیرہ تھا، ابوقبیل حیّ بن ہانی بصری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن عمرو سے پوچھا گیا کہ قسطنطنیہ اور رومیہ کے شہروں میں سے کون سا شہر پہلے فتح ہوگا تو انھوں نے ایک صندوق منگائی اور اس میں سے ایک کتاب

---

[1] المحدث الفاصل ص ۳۶۹، [2] اصابہ ج ۲ ص ۱۱۲، [3] الادب المفرد، باب الانبساط الی الناس [4] طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۲۶۶

نکال کر پڑھی[1]

حضرت عبداللہ بن عمرو کی تعلیمی و تدریسی مجلس مسجد نبوی یا ان کے مکان میں منعقد ہوتی تھی جہاں قریش کے اعیان و اشراف اور عام طلبہ آکر فیضیاب ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ اہل قریش مجلس میں خاموش بیٹھے تھے، عبداللہ بن عمرو نے ان سے کہا کہ اس دن تمھارا کیا حال ہوگا جب غیر قریشی خلیفہ تم پر حکومت کریگا۔ لوگوں نے کہا کہ اس دن اہل قریش کہاں ہوں گے؟ تو بتایا کہ تلوار ان کو فنا کر چکی ہوگی[2]

ایک مرتبہ ایک شخص آیا اور اہل مجلس کو پھاندتا ہوا عبداللہ بن عمرو کے پاس جانے لگا لوگوں نے روکا تو ان کو منع کیا اور کہا کہ اس شخص کو میرے پاس آنے دو، اس نے قریب آکر کہا کہ جو باتیں آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہیں ان میں سے کچھ باتیں مجھ کو سنائیے، عبداللہ بن عمرو نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ ہوں اور مہاجر وہ ہے جس نے اللہ کی منع کی ہوئی چیز کو چھوڑ دیا ہو[3]

ان کے شاگرد ابو راشد حبرانی کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرو سے کہا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ سنا ہے ہم سے بیان کریں، یہ سنکر انھوں نے میرے سامنے ایک صحیفہ رکھ کر کہا کہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے لکھا ہے (لکھوایا ہے) اور میں نے اس کو پڑھا ہے[4]

مجاہد بن جبر کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرو کے صحیفہ کو ہاتھ لگایا تو سختی سے منع کیا اور کہا کہ یہ الصادقہ ہے اس کی احادیث کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، درمیان میں کوئی واسطہ نہیں ہے، اور آپ کی اجازت سے اس کو لکھا ہے[5]

سلیمان بن ربیع کا بیان ہے کہ بصرہ کے عباد و زہاد کی ایک جماعت مکہ مکرمہ گئی، میں بھی

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ ج ۹ ص ۳۲۹ ، [2] طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۲۶۷ [3] الادب المفرد، باب لا تخطی الی صاحب المجلس [4] ایضاً باب ما یقول اذا امسی [5] المحدث الفاصل ص ۳۶۷

ساتھ تھا وہاں پہونچ کر ہم نے کہا کہ کوئی صحابی ملتے تو ہم ان سے استفادہ کرتے تو لوگوں نے عبداللہ بن عمرو کا نام لیا، ہم نے ان کی قیام گاہ پر دیکھا کہ تین سو سواریاں موجود ہیں، ہم نے پوچھا کہ ان سب پر عبداللہ بن عمرو نے سفر حج کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ ہاں ان پر وہ، ان کے موالی اور ان کے احباب آئے ہیں، وہاں سے واپس آکر ہم لوگ حرم شریف گئے، اور ایک سفید ریش بزرگ کو دیکھا جن کے جسم پر دو چادر اور سر پر عمامہ ہے، ہم نے کہا کہ آپ قریش کے عبداللہ بن عمرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور کتب سابقہ کے عالم ہیں، ہم آپ سے علم دین حاصل کرنا چاہتے ہیں، آپ ہم کو کچھ حدیث سنائیے جس سے اللہ تعالیٰ ہم کو نفع پہونچائے، ہماری گذارش سنکر عبداللہ بن عمرو نے پوچھا کہ تم لوگ کس مقام سے آئے ہو؟ ہم نے کہا کہ عراق سے تو کہا کہ وہاں کچھ لوگ خود جھوٹ بولتے ہیں اور دوسروں کو جھٹلاتے ہیں، ہم نے کہا کہ ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں، آپ ہم سے حدیث بیان کریں، اس کے بعد عبداللہ بن عمرو نے حدیث بیان کی۔[1]

حضرت عبداللہ بن عمرو کے تلامذہ میں صحابہ کے علاوہ اجلہ تابعین و فقہاء کی ایک جماعت کثیرہ شامل ہے۔ ان کا انتقال ۶۵ھ میں مصر میں ہوا، اس وقت مروان بن حکم اور عبداللہ بن زبیر کے درمیان جنگ برپا تھی اس لئے فسطاط میں اپنے مکان ہی میں دفن کئے گئے، اب یہ مکان اور ان کی قبر جامع فسطاط کے اندر شمالی سمت میں ہے، مزار پر لکڑی کے جنگلے لگے ہیں۔

[1] طبقات ابن سعد ج ۴ ص ۲۶۷۔
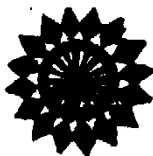
درسگاہ حضرت ابوالدرداءؓ

حضرت ابوالدرداء عویمر بن قیس خزرجی انصاری رضی اللہ عنہ اپنی کنیت ابوالدرداء سے مشہور ہیں، طبقۂ صحابہ کے عباد و زہاد میں بہت بلند مقام رکھتے ہیں، حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں مدینہ سے ملک شام چلے گئے اور اہل شام کے فقیہ و مفتی اور معلم بنے، اس سے پہلے مسجد نبوی میں ان کا حلقۂ درس قائم ہوتا تھا اور صحابہ و تابعین کثیر تعداد میں اس میں شریک ہوتے تھے، وہ حدیث فقہ، فرائض، حساب اور اشعار عرب کے جامع عالم و معلم تھے اور ان علوم کا درس دیتے تھے، عبداللہ بن سعید اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں:

رأیت أبا الدرداء دخل المسجد مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومعہ من الأتباع مثل ما یکون مع السلطان بین سائل عن فریضۃ وبین سائل عن حساب وبین سائل عن شعر وبین سائل عن حدیث وبین سائل عن معضلۃ۔[1]	میں نے ابوالدرداء کو اس حال میں دیکھا کہ وہ مسجد نبوی میں داخل ہو رہے تھے اور اہل علم ان کے ساتھ یوں چل رہے تھے جیسے بادشاہ کے ساتھ حشم و خدم ہوتے ہیں، ان میں کوئی فریضہ کا سوال کرتا تھا، کوئی حساب پوچھتا تھا کوئی شعر کی معلومات حاصل کرتا تھا، کوئی حدیث معلوم کرتا تھا، کوئی مشکل مسئلہ کا حل چاہتا تھا۔

عہد فاروقی میں ملک شام کے امیر حضرت معاویہؓ نے ان کو دمشق کا قاضی مقرر کیا تو مدینہ سے وہیں منتقل ہو گئے، حضرت ابوالدرداء نے پورا قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنکر یاد کیا تھا، جامعین قرآن میں ان کا بھی شمار ہے، غزوۂ احد میں داد شجاعت دینے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نعم الفارس عویمر (عویمر بہترین شہسوار ہیں)

---

[1] الجرح والتعدیل ج ۳ قسم ۲ ص ۳۷۔

فرما کر داد دی تھی۔ نیز آپ نے فرمایا ھو حکیم امتی (وہ میری امت کے حکیم و دانا ہیں) ان کے تذکرہ میں ہے۔

وكان عالم أهل الشام و مقرئ أهل دمشق و فقيههم و قاضيهم۔[1]

وہ اہل شام کے عالم، اہل دمشق کے مقری و قاری، ان کے فقیہ و قاضی تھے۔

جامع دمشق میں ان کی مجلس درس منعقد ہوتی تھی، ایک مرتبہ ایک طالب علم مدینہ سے ابوالدرداء کی خدمت میں دمشق گیا تاکہ ایک حدیث معلوم کرے، ابوالدرداء نے اس سے کہا کہ تم یہاں کسی ضرورت سے یا تجارت کے سلسلہ میں آئے ہو؟ اس نے کہا کہ میں صرف ایک حدیث کے لئے آیا ہوں جس کے بارے میں معلوم ہوا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی روایت کرتے ہیں، میں صرف اسی حدیث کی سماع کے لئے آیا ہوں، یہ سنکر ابوالدرداء نے کہا کہ تم خوش ہو جاؤ، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو بندہ طلب علم میں نکلتا ہے، فرشتے اس کے لئے اپنے پر بچھاتے ہیں اور وہ جنت کا راستہ طے کرتا ہے اور اس کے لئے زمین و آسمان والے مغفرت کی دعا کرتے ہیں، حتی کہ سمندر کی مچھلیاں دعا کرتی ہیں اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی چودھویں کے چاند کی تمام ستاروں پر اہل علم انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء دینار اور درہم کا وارث نہیں بناتے ہیں بلکہ علم کا وارث بناتے ہیں، جو شخص علم حاصل کرے بڑا حصہ پائے گا۔[2]

حضرت ابوالدرداء فجر کی نماز کے بعد جامع دمشق میں بیٹھتے تھے، طلبہ قرآن پڑھنے کے لئے ان کو گھیر لیا کرتے تھے۔ ابوالدرداء دس دس طلبہ کی جماعت بنا کر ایک طالب علم کو اس کا عریف (ذمہ دار) اور نگراں مقرر کر کے خود محراب میں بیٹھ جاتے اور طلبہ کی نگرانی کرتے، اگر کوئی طالب علم غلطی کرتا تو اس کا عریف تصحیح کر دیتا، اور اگر عریف غلطی کرتا تو ابوالدرداء سے پوچھ کر صحیح کر لیتا ایک دن ابوالدرداء نے طلبہ کا شمار کیا تو ان کی تعداد سولہ سو نکلی[3] یہ تعداد تجوید و قرأت کیساتھ

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ [2] ترمذی کتاب العلم باب ما جاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ و جامع بیان العلم ج ۱ ص ۳۲ [3] الاخلاق والواجبات شیخ عبدالقادر مغربی ص ۵

قرآن پڑھنے والے طلبہ کی تھی۔

دوسرے صحابہ کی طرح حضرت ابوالدرداءؓ بھی حدیث بیان کرنے میں بہت احتیاط سے کام لیتے تھے، اور کہتے تھے اَللّٰھُمَّ اِن لم یکن ھکذا فشبھہ، فشکلہ اے اللہ! اگر اس طرح نہیں ہے تو اسی کے مثل و مانند ہے۔ (طبقات ابن سعد ج ۲، ص۳۹۲)

درس گاہ حضرت معاذ بن جبلؓ

حضرت معاذ بن جبل انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ بیعت عقبہ میں ستر صحابہ کیساتھ تھے، اٹھارہ سال کی عمر میں اسلام لائے۔ بیس اکیس سال کی عمر میں غزوۂ بدر میں شریک ہوئے، اس کے بعد غزوۂ خندق، غزوۂ احد اور دوسرے غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، نہایت وجیہ و شکیل جوان تھے، ان کے بڑے مناقب و فضائل ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں حلال وحرام کے سب سے بڑے عالم تھے، ان کے بارے میں آپ نے شہادت دی ہے کہ اعلم امتی بالحلال والحرام معاذ بن جبل اور معاذ بن جبل قیامت کے دن ان علماء کے سالار قافلہ ہوں گے، حضرت عمرؓ نے کہا ہے کہ مائیں معاذ بن جبل جیسی اولاد پیدا کرنے سے عاجز ہیں اور مقام جابیہ میں خطبہ دیتے ہوئے کہا کہ جس کو فقہ حاصل کرنی ہو معاذ بن جبلؓ کے پاس جائے، شہر بن حوشب کہتے ہیں کہ حضرات صحابہ آپس میں حدیث بیان کرتے اور ان کے درمیان معاذ بن جبل ہوتے تو ہیبت کی وجہ سے ان کی طرف دیکھنے لگتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ میں دوبار انکو قرآن وتفقہ کی تعلیم پر مقرر فرمایا تھا، ایک بار مکہ مکرمہ میں فتح مکہ کے بعد اور دوسری بار یمن میں، کعب بن مالک کا بیان ہے کہ معاذ بن جبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں مدینہ میں فتوی دیا کرتے

تھے۔ عہد نبوی میں جامعین قرآن میں ان کا بھی شمار ہے۔

معاذ بن جبل وصالِ نبوی کے بعد خلافت صدیقی میں یمن سے مدینہ واپس آئے، اور جہاد کے لئے ملک شام چلے گئے، حضرت عمر کا بیان ہے کہ میں نے ابوبکر سے کہا کہ معاذ بن جبل کا مدینہ سے نکلنا اہل مدینہ کے لئے فقہ و فتویٰ میں خلل کا باعث ہے لوگوں کو ان کی ضرورت ہے اس لئے ان کو روک دیں، ابوبکرؓ نے مجھ کو جواب دیا کہ وہ شہادت کا راستہ تلاش کر رہے ہیں اس لئے میں انکو منع نہیں کرونگا۔[1]

فتح مکہ کے بعد مدینہ واپس ہوتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عتاب بن اسید کو امیر مکہ اور معاذ بن جبل کو اہل مکہ کی دینی تعلیم پر مقرر فرمایا، ابن اسحاق کا بیان ہے:

واستخلف عتاب بن أسيد على مكة خلف معه معاذ بن جبل يفقه الناس في الدين و يعلمهم القرآن۔[2]	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عتاب بن اسید کو مکہ کا امیر بنایا اور ان کے ساتھ معاذ بن جبل کو رکھا تاکہ لوگوں کو تفقہ فی الدین کی تعلیم دیں اور ان کو قرآن سکھائیں۔

اور ابن سعد کا بیان ہے کہ فتح مکہ کے بعد حنین جاتے ہوئے آپ نے ان کو مکہ کا معلم بنایا تھا

إن رسول الله صلى الله عليه وسلم خلف معاذ بن جبل بمكة حين وجه إلى حنين يفقه أهل مكة ويقرئهم القرآن۔[3]	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین جاتے ہوئے معاذ بن جبل کو مکہ میں رکھا تاکہ اہل مکہ کو فقہ کی تعلیم دیں اور قرآن پڑھائیں۔

حضرت معاذ بن جبل کچھ دنوں مکہ مکرمہ میں تعلیمی خدمت انجام دیتے رہے اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ملک یمن کے علاقہ جند کا امیر و معلم بنا کر روانہ فرمایا، ابن سعد نے لکھا ہے۔

بعثه رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى اليمن عاملاً ومعلماً۔[4]	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو امیر و معلم بنا کر یمن بھیجا تھا

ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو یمن روانہ کرتے وقت پوچھا کہ تم دینی امور میں فیصلہ

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۳۴۷ و اعلام الموقعین ج ۱ ص ۱۲ [2] سیرۃ ابن ہشام ج ۴ ص ۱۰۸ [3] طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۳۴۸ [4] ایضاً ج ۲ ص ۳۴۸

وفتوی کیسے دوگے؟ میں نے کہا کہ کتاب اللہ سے، اگر اس میں نہیں ملا تو سنت رسول اللہ سے، اور اگر اس میں بھی نہیں ملا تو اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا، یہ سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشی سے میرے سینے پر ہاتھ رکھا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

حضرت معاذ جند کے دور امارت میں امارت و تعلیم کی خدمت بھی انجام دیتے رہے اسی درمیان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا۔ اور حضرت معاذ عہد صدیقی کے ابتدا میں مدینہ آگئے پھر یہاں سے ملک شام چلے گئے، اور شہر حمص کی جامع مسجد میں اپنی مجلس قائم کر کے حدیث و فقہ کا درس دینے لگے جس میں اجلہ صحابہ و تابعین شریک ہوتے تھے۔ ابو مسلم خولانی کا بیان ہے کہ میں حمص کی مسجد میں گیا، دیکھا کہ ادھیڑ عمر کے تقریباً تیس صحابۂ رسول موجود ہیں اور ان کے درمیان ایک جوان سرگیں آنکھوں والا جس کے آگے کے دانت چمک رہے ہیں خاموش بیٹھا ہے اور جب اہل مجلس کسی بات میں شک و شبہ کرتے ہیں تو اس جوان کی طرف متوجہ ہو کر اس کے بارے میں پوچھتے ہیں، میں نے اپنے ایک ساتھی سے پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ اس نے بتایا کہ یہ معاذ بن جبل ہیں۔

ابو بحریہ عبداللہ بن قیس سکونی کہتے ہیں کہ میں شہر حمص کی مسجد میں داخل ہوا، دیکھا کہ ایک گھونگھریالے بال والے جوان کے گرد لوگ بیٹھے ہیں، جب وہ جوان بات کرتا ہے تو گویا اس کے منہ سے نور اور موتی جھڑتا ہے لوگوں نے بتایا کہ یہ معاذ بن جبل ہیں۔

اسی طرح عائذ اللہ بن عبداللہ خلافت فاروقی کے ابتدائی دور میں مسجد میں گئے تو دیکھا کہ گندمی رنگ خوبصورت شیریں کلام ایک جوان اپنے ہم عمروں کے ساتھ مجلس میں بیٹھا ہے اور جب اہل مجلس کو کسی بات میں اشتباہ ہوتا ہے تو اس جوان کی طرف رجوع کرتے ہیں[1]

۱۸ھ میں ملک شام میں بہت شدید طاعون آیا جو طاعون عمواس کے نام سے مشہور ہے اسی میں حضرت معاذ بن جبل کا انتقال ہوا، لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ طاعون کے خاتمہ کی دعا کریں

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۲، ص ۳۸۹، و تذکرۃ الحفاظ ج ۱، ص ۱۹۔

تو کہا کہ یہ تمھارے نبی کی دعا ہے، اس میں صلحاء کی موت ہے، تم میں سے جس کو اللہ موت دیگا شہادت کی موت ہو گی، اے اللہ! معاذ کی اولاد کو اس رحمت سے بھرپور حصہ دے، اس کے بعد ان کے دو صاحبزادے طاعون میں مبتلا ہوئے، ان سے حال پوچھا تو کہا یا ابانا، الحق من ربك فلاتكونن من الممترين، اس جواب پر حضرت معاذ نے کہا وانا ستجدانی ان شاء اللہ من الصابرين اس کے بعد ان کی دو بیویاں اسی بیماری میں فوت ہو گئیں، اور حضرت معاذ کے انگوٹھے میں گلٹی نکل آئی اس کو چوس کر کہتے تھے اللھم انھا صغیرۃ فبارك فیھا فإنك تبارك فی الصغیر، اور اسی مرض میں اردن کے علاقہ میں ۱۸ھ میں انتقال کر گئے، اس وقت ان کی عمر اڑتیس سال کی تھی۔

درس گاہ حضرت انس بن مالک

حضرت انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ کا شمار مکثرین صحابہ میں ہے احد المکثرین من الروایۃ عنہ جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ احادیث کی روایت کی ہے ہجرت کے بعد ہی ان کی والدہ حضرت ام سلیم نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ کہہ کر حاضر کیا کہ یہ لڑکا آپ کی خدمت کریگا، یہ لکھنا جانتا ہے، اس کے بعد سے وصال نبوی تک حضرت انس مدینہ میں خدمت نبوی میں رہے، آخر عمر میں بصرہ میں سکونت اختیار کرلی تھی اور وہیں انتقال کیا۔

ان کی مجلس درس مدینہ منورہ اور بصرہ دونوں جگہ منعقد ہوتی تھی، جس میں حدیث وفقہ کی تعلیم دیتے تھے، حدیث بیان کرنے میں بہت زیادہ احتیاط کرتے تھے، محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ حضرت انس حدیث بیان کرنے کے بعد کہا کرتے تھے اوکما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت انسؓ کتابت حدیث کی تاکید کرتے تھے اور اپنے لڑکوں سے کہتے تھے کہ علم حدیث کو لکھ کر مقید کر لیا کرو، مسلم علوی کہتے ہیں کہ میں نے ابان بن ابو عیاش شنی کو حضرت انسؓ کی مجلس میں حدیث لکھتے ہوئے دیکھا ہے[1]

[1] طبقات ابن سعد ص ۱۱ ج ۷، ۲۵۲ ج ۷

حضرت انسؓ نے احادیث کا ایک صحیفہ مرتب کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا۔ اور اس کی تصدیق کرائی تھی، اس کی روایت مجلس میں کرتے تھے، ہبیرہ بن عبد الرحمٰن کا بیان ہے کہ ہم لوگ مجلس میں حضرت انسؓ سے زیادہ حدیث بیان کرنے کی خواہش کرتے تو ہمارے سامنے ایک تھیلا (مخلاۃ) ڈال دیتے اور کہتے کہ میں نے ان احادیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنکر لکھا ہے۔[1]

عبد السلام بن شداد کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت انسؓ کے بدن پر بہت عمدہ قسم کا جبّہ اور عمامہ دیکھا اور ان سے کہا کہ آپ ہم لوگوں کو ایسے لباس کے استعمال سے منع کرتے ہیں اور خود استعمال کرتے ہیں، تو کہا کہ ہمارے امراء ہم کو پہناتے ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ وہ ہمارے بدن پر ان کو دیکھیں۔

آخر عمر میں حضرت انسؓ سے کوئی شخص مسئلہ دریافت کرتا تو کہتے کہ ہمارے غلام حسن بصری سے پوچھ لو، اور لوگوں سے کہتے کہ انّا سمعنا وسمع فحفظ ونسینا۔ ہم نے بھی سنا اس نے بھی سنا اور یاد کر لیا اور ہم بھول گئے۔[2]

امام بخاری نے تاریخ کبیر میں اس واقعہ کو بیان کیا ہے، اس میں مخلاۃ کے بجائے مجل کا لفظ ہے، اور تصریح ہے کہ میں نے ان احادیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنکر لکھا ہے اور آپ کے سامنے پیش کیا ہے[3] اور امام سیوطی نے اس کو حضرت انسؓ کے دوسرے شاگرد یزید رقاشی سے نقل کیا ہے، اس میں مخال کا لفظ ہے، اور اس میں بھی تصریح ہے کہ میں نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنکر لکھا ہے اور آپ کے سامنے پیش کیا ہے[4]

حضرت انسؓ ایک مرتبہ مجلس میں حدیث بیان کر رہے تھے ایک شاگرد نے پوچھا کہ یہ حدیث آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنی ہے تو جواب دیا کہ

---

[1] المحدث الفاصل ص ۶۷۔ [2] طبقات ابن سعد ص ـــ ج) [3] تاریخ کبیر ج ۱ قسم ص ۲۴۰ [4] تدریب الراوی ص ۲۹۹

واللہ ما کل ما نحدثکم عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمعناہ منہ ولکن لم یکن یکذب بعضنا بعضاً۔[1]

واللہ، ہم جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث تم لوگوں سے بیان کرتے ہیں، ان سب کو ہم نے آپ سے نہیں سنا ہے البتہ ہم میں سے ایک دوسرے کی تکذیب نہیں کرتا تھا۔

ابن سعد کی روایت میں ولکنا لا یتھم بعضنا بعضاً ہے۔

حضرت انسؓ کے تلامذہ ان سے زیادہ حدیث بیان کرنے پر اصرار کرتے تھے تو کہتے تھے کہ تکثیر روایت سے مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان روک رہا ہے من تعمّد علیّ کذباً فلیتبوأ مقعدہ من النار۔[1]

نضر اور موسیٰ دونوں صاحبزادوں کا بیان ہے کہ والد حضرت انسؓ ہم لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث و آثار حاصل کرنے اور ان کو لکھنے کا حکم دیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اس شخص کے علم کو علم نہیں سمجھتے تھے جو اس کو لکھتا نہیں تھا۔[2]

ان کے شاگرد حمید الطویل کا بیان ہے کہ ہم لوگ حضرت انسؓ کی مجلس میں جاتے تو ثابت بن اسلم بنانی بھی ہمارے ساتھ ہو جاتے اور راہ میں جس مسجد کے پاس سے گذرتے جا کر نماز پڑھتے اور ہم لوگ آگے نکل جاتے، جب حضرت انسؓ کی مجلس میں پہونچ جاتے تو پوچھتے کہ ثابت کہاں ہے؟ اور کہتے کہ ان ثابتاً دویبتہ احبّھا ثابت رینگتا ہوا کیڑا ہے جس سے مجھکو محبت ہے خود ثابت بن اسلم بنانی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم طلبہ حضرت انسؓ کی مجلس میں حاضر ہوئے تو ہم کو دیکھ کر کہا کہ ــ واللہ تم لوگ میرے نزدیک انس کی اولاد سے زیادہ محبوب ہو، البتہ ان میں سے جو تمھارے مانند ہو۔[3]

ایک مرتبہ صاحبزادوں نے کہا کہ آپ جس طرح بیرونی طلبہ سے حدیث بیان کرتے ہیں ہم سے بیان کریں تو کہا کہ میرے بیٹو! جو شخص زیادہ حاصل کرتا ہے چھوڑ دیتا ہے۔[4]

---

[1] طبقات ابن سعد ص ۲۱ ج ۷ و جمع الفوائد ص ۵۱ ج ۱، [2] شرف اصحاب الحدیث ص ۹۷، [3] طبقات ابن سعد ص ۲۳۲ ج ۷، [4] ایضاً ص ۲۲ ج ۷

حضرت انسؓ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ تقریباً ساٹھ آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہوتے تھے اور آپ ہم سے حدیث بیان کرتے تھے، جب آپ تشریف لیجاتے تو ہم آپس میں ایک ایک حدیث کا مذاکرہ و مراجعہ کرتے تھے، اور اس حال میں اٹھتے تھے کہ گویا وہ حدیثیں ہمارے دلوں میں کاشت کردی گئی ہیں [1]

اپنے شاگردوں سے کہتے تھے کہ تم لوگ جو علم چاہو حاصل کرو مگر اللہ تعالیٰ تمکو اسی علم پر اجر و ثواب دے گا جس پر عمل کروگے، اہل علم کی تمام تر توجہ تقویٰ پر ہوتی ہے اور سفہار کی ساری توجہ علم کی روایت و تحصیل پر ہوتی ہے [2] اہل علم کی ذمہ داری اور مسئولیت کے بارے میں کہتے تھے کہ:

بلغنی أن العلماء یسئلون	مجھے معلوم ہوا ہے کہ دین کی تبلیغ واشاعت کے
یوم القیامة کما تسئل الأنبیاء	بارے میں قیامت کے دن انبیاء کی طرح
یعنی عن تبلیغہ۔ [3]	علماء سے بھی سوال کیا جائیگا۔

مورق عجلی کہتے ہیں کہ جب کوئی مبتدع اور ہوا پرست دینی امور میں ہماری مخالفت کرتا تھا تو ہم اس سے کہتے تھے کہ آؤ اس شخص کے پاس چلیں جس نے براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سنی ہے، اس کے بعد ہم حضرت انسؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے فیصلہ سنتے تھے، در حقیقت وہ نصف علم تھے [4]

ابوہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن ام سلیم کی نماز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے سب سے زیادہ مشابہ پایا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے دور خلافت میں حضرت انسؓ کو بحرین کا امیر بنایا تھا جب اس کے لئے ان کو بلایا تو حضرت عمرؓ بھی آگئے، حضرت ابوبکرؓ نے ان سے مشورہ کیا تو کہا کہ انس کو آپ ضرور بحرین کی امارت دیں، وہ عقلمند کاتب ہیں، بحرین کی امارت کے بعد حضرت انسؓ بصرہ چلے گئے اور وہیں اپنا حلقہ درس قائم کیا، ابن حجر نے لکھا ہے۔

---

[1] الفقیہ والمتفقہ ج ۲ ص ۱۲۵۔ [2] جامع بیان العلم ص ۲ ج ۲، [3] ایضاً ج ۱ ص ۵، [4] تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۳۷۸۔

وکانت إقامته بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالمدینة ثم شهد الفتوح ثم قطن البصرة ومات بها۔ [1]

وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ میں مقیم رہے پھر فتوحات میں شرکت کی اس کے بعد بصرہ میں مقیم ہوگئے اور وہیں وفات پائی۔

حضرت انسؓ کے حلقہ نشینوں اور ان کی مجلس سے فیض یافتہ اہل علم کی بڑی جماعت ہے جن میں حضرت حسن بصری، سلیمان تیمی، ابوقلابہ، قتادہ، ثابت بنانی، حمید الطویل، محمد بن سیرین، انس بن سیرین، ابوامامہ بن سہل، ربیعہ بن عبدالرحمٰن رائی، یحییٰ بن سعید انصاری، سعید بن جبیر، ابن شہاب زہری وخلائق من الآفاق ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انسؓ کو آل، اولاد، مال اور عمر میں برکت کی دعا دی تھی، ۹۳ھ میں ایک سو سات سال کی عمر میں بصرہ میں انتقال کیا۔ وصیت کے مطابق محمد بن سیرین نے جیل خانہ سے آکر نماز جنازہ پڑھائی اور تدفین کے بعد جیل خانہ میں چلے گئے ان کے کفن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک موئے مبارک رکھا گیا تھا۔ [2]

درسگاہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ

حضرت ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس اشعری رضی اللہ عنہ اپنی کنیت ابوموسیٰ سے زیادہ مشہور ہیں، فتح خیبر کے بعد یمن کے علاقہ نجران سے مدینہ آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرت معاذ بن جبل کے ساتھ یمن روانہ فرمایا اور عدن اور زبید کی امارت دی، حضرت عمرؓ نے ان کو کوفہ اور بصرہ کا امیر بنایا تھا اور دونوں مقام میں انھوں نے اپنی مجلس درس منعقد کی، اس دور میں انھوں نے عجم اور فارس کی فتوحات میں امیرانہ خدمات بھی انجام دیں اور اہواز، اصفہان وغیرہ فتح کئے۔ حضرت عمرؓ نے حکم دیا تھا کہ کوئی امیر کسی شہر میں ایک سال سے زیادہ نہ رہے مگر اہل کوفہ نے اصرار کر کے حضرت ابوموسیٰؓ کو اپنے یہاں چار سال تک رکھا، نہایت

---

[1] اصابہ ج ۱ ص ۲۷۔ [2] طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۲۵

جلیل القدر صوام و قوام اور عابد بزرگ تھے، قرآن نہایت خوش الحانی اور حسنِ صوت سے پڑھتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قرأت خاص طور سے سنتے تھے، آپ نے فرمایا ہے کہ ابوموسیٰ کو آلِ داؤد کی نغیری دی گئی ہے، نیز آپ نے دعا فرمائی ہے اللّٰھم اغفر لعبد اللہ بن قیس ذنبہ وادخلہ یوم القیامۃ مدخلا کریما۔ اور جب یہ آیت نازل ہوئی۔

فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ۔	عنقریب اللہ ایسی قوم کو لائے گا جس سے محبت کریگا اور وہ اللہ سے محبت کریں گے۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوموسیٰ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ ابوموسیٰ! یہ تمھاری قوم کے لوگ ہیں۔ حضرت عمرؓ ان کو دیکھ کر کہا کرتے تھے ابوموسیٰ! تم ہمارے رب کی یاد تازہ کرو۔ ابو عثمان نہدی کہتے ہیں کہ میں نے کوئی طنبور چنگ اور مزمار نہیں سنا جس کی آواز ابوموسیٰ کی آواز سے زیادہ حسین ہو وہ جب نماز پڑھاتے تو ہم تمنا کیا کرتے تھے کہ سورۂ بقرہ پڑھیں، حسن بصری کہتے ہیں کہ بصرہ میں کوئی ایسا سوار نہیں آیا جو اہلِ بصرہ کے حق میں ابوموسیٰ سے بہتر ہو۔[1]

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے کوفہ اور بصرہ کی امارت و اقامت کے دور میں دونوں جگہ کتاب و سنت اور فقہ و فتویٰ کی تعلیم دی ابن حجر نے اصابہ میں اس کی تصریح کی ہے۔

ھو الذی فقہ أھل البصرۃ وأقرءھم فسکن الکوفۃ وتفقہ بہ أھلھا۔[2]	انھوں نے ہی اہلِ بصرہ کو فقہ کی تعلیم دی اور پڑھایا۔ پھر کوفہ میں سکونت اختیار کی اور ان سے اہلِ کوفہ نے فقہ حاصل کی۔

تذکرۃ الحفاظ میں ذہبی نے لکھا ہے کہ حضرت ابوموسیٰؓ نے طیب و مبارک علم کی روایت کی اور قرآن پڑھایا، ان سے طارق بن شہاب، سعید بن مسیب، اسود، ابووائل، ابوعبدالرحمٰن سلمی، ربعی بن حراش، ابوعثمان نہدی، اور ایک مخلوق نے روایت کی ہے اور انھوں نے اہلِ بصرہ کو پڑھایا اور فقہ کی تعلیم دی ہے۔[3]

---

[1] اصابہ ج ۴ ص ۲۱۲ و تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۲، [2] اصابہ ج ۴ ص ۲۱۲، [3] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۲۔

ابوکنانہ قرشی کا بیان ہے کہ مغیرہ بن شعبہ کے بعد ابوموسیٰ بصرہ آئے ان کی آمد پر دو ماہ بھی نہیں گذرے کہ ہم میں سے سات آدمیوں نے ان سے پڑھ کر قرآن ختم کیا، ان میں غنیم بن قیس کعبی بھی تھے۔ ابوموسیٰ نے ان سب حفاظ قرآن کو حضرت عمرؓ کے پاس مدینہ بھیجا تو ان سب کیلئے سالانہ دو دو ہزار درہم وظیفہ مقرر کر دیا۔ اور ابوموسیٰ کو لکھا کہ میں عامر بن سمرہ عنبری کے ہاتھ صحیفے روانہ کر رہا ہوں اگر اتنے وقت تک وہ تمہارے پاس پہونچیں تو ان کو دو سو درہم دیدینا، اور اگر اس مدت میں نہ پہونچیں تو کچھ نہ دینا اور میرے پاس لکھنا کہ کس دن وہ تمہارے یہاں پہونچے تھے، نیز حضرت عمرؓ نے ابوموسیٰ کو لکھا کہ جو شخص قرآن یاد کرلے اس کا نام میرے پاس لکھ کر بھیجو[1]

اسی زمانہ میں حضرت عمرؓ نے بعض امراء کو لکھا کہ تم قرآن پڑھنے والوں اور یاد کرنے والوں کو وظیفہ دو تو عوام میں قرآن کی تعلیم کا اس قدر رواج ہوگیا کہ امیر نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ آپ نے قرآن پڑھنے پر وظیفہ جاری کرنے کا حکم دیا ہے، اس خبر کو سنکر ایسے لوگ قرآن پڑھنے لگے ہیں جن کو اس کی طرف رغبت نہیں تھی، صرف وظیفہ کے لئے پڑھنے لگے ہیں، اسکے جواب میں حضرت عمرؓ نے لکھا کہ تم لوگوں کو ان کی شرافت و صحابیت پر وظیفہ دو[2] اسی کے ساتھ حضرت عمرؓ نے قرآن کی کتابت کا مستقل انتظام کیا، اور نافع بن ظریب کو قرآن کی کتابت پر مقرر کیا[3]

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ابوموسیٰ اشعری نے مجھے حضرت عمرؓ کے پاس بھیجا، حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ تم نے ابوموسیٰ اشعری کو کس حال میں چھوڑا ہے، میں نے کہا کہ اس حال میں چھوڑا ہے کہ وہ قرآن کی تعلیم دے رہے تھے، حضرت ابوموسیٰؓ اشعری کے سنہ وفات میں اختلاف ہے، بہرحال ۴۴ھ اور ۶۳ھ کے درمیان ان کی وفات ہوئی۔

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۶، ص ۱۲۳ و ص ۱۲۶ و ص ۱۳۱۔ [2] کتاب الاموال ص ۲۶۱۔

[3] الاشتقاق ص ۸۹۔

درس گاہ حضرت عقیل بن ابو طالبؓ

حضرت عقیل بن ابو طالب رضی اللہ عنہ حضرت علیؓ کے بھائی ہیں، غزوۂ بدر میں گرفتار ہوئے تو حضرت عباس نے فدیہ دے کر ان کو آزاد کرایا، کفار مکہ حضرت عباس کی طرح ان کو بھی زبردستی کرکے ساتھ لائے تھے، صلح حدیبیہ کے بعد مسلمان ہو گئے اور بعض غزوات میں شریک ہوئے، ابن سعد کے بیان کے مطابق ۸ھ میں ہجرت کرکے مدینہ آگئے تھے، اور غزوۂ موتہ میں شریک ہوئے، بیماری کی وجہ سے فتح مکہ، غزوۂ حنین اور غزوۂ طائف میں شریک نہ ہو سکے تشاجرات صحابہ میں اپنے بھائی حضرت علی کے ساتھ شریک نہیں ہوئے، ایک مرتبہ قرضہ کی ادائیگی کے سلسلہ میں حضرت معاویہ کے پاس گئے تھے، قریش میں چار آدمی کے پاس اہل قریش جاکر اپنے قضیہ اور منافرت میں فیصلہ کراتے تھے، عقیل، مخرمہ، حویطب اور ابوجہم عقیل ان کے معائب ومثالب سے زیادہ واقف تھے اور باقی تینوں ان کے محاسن ومفاخر کے عالم تھے، ان کے ساتھ حضرت عقیل ایام وانساب کے عالم تھے، اور ان امور میں فیصلہ کن جواب دیتے تھے۔ ان کی مجلس مسجد نبوی میں منعقد ہوتی تھی، جہاں لوگ آکر ان سے علم حاصل کرتے تھے۔ اصابہ میں ہے

وکان الناس یاخذون ذلک عنہ بمسجد المدینۃ۔[1]	ان سے لوگ یہ باتیں مسجد مدینہ (مسجد نبوی) میں حاصل کرتے تھے۔

ان کی مجلس بڑی شان سے سجائی جاتی تھی، اور اہل علم حدیث اور مختلف علوم حاصل کرتے تھے، ان کے تذکرہ میں لکھا ہے

وکان اعلم قریش بالنسب	وہ قریش کے سب سے بڑے عالم انساب

[1] اصابہ ج ۴ ص ۲۵۵۔

واعلمهم بايامها وكانت له طنفسة تطرح له في مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم ويجتمع الناس اليه في علم النسب وايام العرب. [له]

اور ایام قریش کے سب سے بڑے عالم تھے، مسجد نبوی میں ان کے لئے تکیہ رکھا جاتا تھا اور لوگ ان کے پاس جمع ہو کر عربوں کے انساب و حروب کا علم حاصل کرتے تھے۔

حضرت عقیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث کی روایت کی ہے اور ان سے صاحبزادے محمد بن عقیل پوتے عبداللہ بن محمد بن عقیل، عطاء بن ابورباح، ابوصالح سمان، موسیٰ بن طلحہ، حسن بصری، مالک بن ابوعامر اصبحی نے روایت کی ہے [۲]

حضرت عقیل نے بڑی عمر پائی تھی، آل اولاد کی کثرت تھی، جنت البقیع کے علاقہ میں ان کا وسیع و عریض مکان تھا، آخر میں آنکھوں سے معذور ہو گئے تھے، آخر عمر تک عرب کی سیادت و ریاست ان کو حاصل تھی، عطاء بن ابورباح کہتے ہیں کہ میں نے عقیل کو اس حال میں دیکھا ہے کہ وہ "شیخ کبیر سید العرب" تھے، ان کی وفات حضرت معاویہ رض کے دور خلافت میں ہوئی، ایک قول یہ ہے کہ یزید بن معاویہ کے دور میں واقعہ حرہ سے پہلے ان کا انتقال ہوا۔

درسگاہ حضرت عمران بن حصین رض

حضرت عمران بن حصین خزاعی رضی اللہ عنہ حضرت ابوہریرہ کے ساتھ اسلام لائے، ان کے ساتھ ان کے والد اور بہن نے بھی اسلام قبول کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ متعدد غزوات میں شریک رہے، فتح مکہ کے وقت بنوخزاعہ کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا۔ ملائکۃ الرحمن

---

[۱] اسد الغابہ ج ۳ ص ۴۲۳ و اصابہ ج ۴ ص ۲۵۵، وتہذیب الاسماء واللغات ج ۱ ص ۳۳۷ [۲] تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۵۴۔

ان کو سلام و مصافحہ کرتے تھے، ان کا شمار طبقۂ صحابہ کے فضلاء و عقلاء میں ہوتا تھا، ان کا قیام اپنے قبیلہ میں تھا اور مدینہ آتے جاتے رہتے تھے۔

فقہاء صحابہ میں ان کو خاص مقام حاصل تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بصرہ بھیجا تھا کہ اہل بصرہ کو دینی تعلیم دیں تو وہاں مستقل طور سے آباد ہو گئے اور وہیں فوت ہوئے۔

تذکرۃ الحفاظ میں ہے

وکان ممن بعثهم عمر بن الخطاب الی اھل البصرۃ لیفقھھم۔[1]	یہ ان معلّمین میں سے تھے جن کو حضرت عمر نے اہل بصرہ کے پاس تفقہ فی الدین کی تعلیم کیلئے بھیجا تھا۔

ابو الاسود دئلی کا بیان ہے۔

قدمت البصرۃ وبھا عمران بن حصین وکان عمر بن الخطاب بعثہ یفقہ اھل البصرۃ[2]	میں بصرہ گیا دیکھا کہ عمران بن حصین وہاں موجود ہیں، حضرت عمر نے ان کو اہل بصرہ کو فقہ کی تعلیم کے لئے بھیجا تھا۔

ابن سیرین کہتے ہیں کہ ہم بصرہ میں عمران بن حصین پر کسی صحابی کو مقدم نہیں کرتے تھے بصرہ میں جو صحابہ آئے ہیں عمران بن حصین ان میں سب سے افضل ہیں، حسن بصری کہتے ہیں کہ خدا کی قسم بصرہ والوں کے حق میں عمران بن حصین سے بہتر کوئی شخص نہیں آیا، اس زمانہ کے فتن و تشاجرات سے دور رہے، مستجاب الدعا بزرگ تھے۔[3]

حضرت عمران بن حصین کی مجلس درس جامع بصرہ میں منعقد ہوتی تھی، بلال بن یساف کا قول ہے

قدمت البصرۃ فدخلت المسجد فاذا انا بشیخ ابیض الرأس واللحیۃ	میں بصرہ کی مسجد میں گیا دیکھا کہ ایک بزرگ جن کے سر اور ڈاڑھی کے بال سفید ہیں ایک

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۸۔ [2] طبقات ابن سعد ج ، ص ۔ [3] اصابہ ج ۵ ص ۲۶۔

مستندٌ الی اسطوانۃ فی حلقۃ یحدثھم قال فسألتُ من ھذا. قالو عمران بن الحصین [1]

ستون سے ٹیک لگائے حلقہ میں بیٹھے ہیں اور حلقہ نشینوں سے حدیث بیان کر رہے ہیں، میں نے پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ عمران بن حصین ہیں۔

ابونضرہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ عمران بن حصین کی مجلس میں حدیث کا مذاکرہ کر رہے تھے۔ ایک شخص نے کہا کہ جو کچھ قرآن میں ہے اسی پر عمل کرو۔ یہ سنکر عمران بن حصین نے کہا کہ تم احمق ہو، کیا تم نے قرآن میں دیکھا ہے کہ ظہر اور عصر کی نماز چار چار رکعت ہے اور تم ان میں جہری قرأت نہ کرو، اور مغرب کی نماز تین رکعت ہے دو رکعت میں جہری قرأت کرو اور ایک رکعت میں نہ کرو، اور عشاء کی نماز چار رکعت ہے دو رکعت میں جہری قرأت کرو اور دو رکعت میں نہ کرو، اور فجر کی نماز دو رکعت ہے ان دونوں میں جہری قرأت کرو؟ اس کے بعد عمران بن حصین نے کہا۔

لما نحن فیہ یعدل القرآن اونحوہٗ [2]

جس چیز (حدیث) کے مذاکرہ میں ہم مصروف ہیں قرآن کے برابر ہے۔

حضرت عمران بن حصین نے ایک مرتبہ مجلس میں یہ حدیث بیان کی کہ الحیاء لایأتی الا بخیر یعنی شرم و حیا کے نتیجہ میں خیر و خوبی ہی ملتی ہے، اہل مجلس میں بشیر بن کعب حمیری بھی موجود تھے انھوں نے کہا کہ بعض کتابوں میں ہے کہ حیاء سکون و وقار کے ساتھ کبھی کمزوری کا باعث بھی ہوتی ہے۔ یہ سنکر حضرت عمران نے نہایت غضب ناک لہجہ میں ان سے کہا کہ،

احدثك عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتعارض فیہ وتحدث عن صحفك۔ [3]

میں تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کر رہا ہوں اور تم اپنے صحیفوں کی باتیں بیان کرتے ہو۔

محمد بن سیرین کہتے ہیں۔

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۷ ق ۱ ص۹۔ [2] مصنف عبدالرزاق ج ۱۱ ص ۲۵۵۔ [3] صحیح مسلم

کان عمران الحصین یُعدُّ من ثقات اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم [1]

عمران بن حصین کا شمار حدیث کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ثقہ صحابہ میں کیا جاتا تھا

آخری مرض میں اپنے شاگرد مطرف بن عبداللہ بن شخیر کو بلا کر کہا کہ میں نے تم سے ایسی حدیثیں بیان کی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ تم کو نفع دیگا اگر میں زندہ رہا تو تم ان کو بیان نہ کرنا، اور اگر انتقال ہوجائے تو بیان کرسکتے ہو۔

امیر بصرہ عبداللہ بن عامر بن کریز نے ان کو بصرہ کا عہدۂ قضا پیش کیا تو قبول کرنے کے بعد جلدی مستعفی ہوگئے، صورت یہ ہوئی کہ انھوں نے ایک شخص کے خلاف فیصلہ کیا، اس نے کہا کہ آپ نے میرے بارے میں ظالمانہ فیصلہ کیا ہے میرے خلاف جھوٹی گواہی گذری اور آپ نے اس پر فیصلہ سنادیا، یہ سنکر عمران بن حصین نے کہا کہ تمھارے خلاف فیصلہ کا اجراء میرے مال سے ہوگا، خدا کی قسم میں اس مجلس میں کبھی نہیں بیٹھوں گا۔

ان کی وفات بصرہ میں ۵۲ھ میں ہوئی، انھوں نے وصیت کی تھی کہ میرے جنازہ کو جلدی لے چلنا، یہود ونصاریٰ کی طرح آہستہ آہستہ نہ لے چلنا، نہ آواز، نہ آگ رہے، اور میری بیویوں میں سے جو چیخے چلائے مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں ہے۔

درس گاہ حضرت عبداللہ بن مغفلؓ

حضرت عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ عنہ غزوۂ حدیبیہ کی بیعت رضوان میں شریک تھے اپنے قبیلہ کے نقیب اور مشاہیر صحابہ میں ان کا شمار ہے ان کی اولاد میں سعید اور زیاد مشہور صحابی ہیں، وہ ان دس معلّمین صحابہ میں سے ہیں جن کو حضرت عمرؓ نے دینی تعلیم وتفقہ کے لئے مدینہ سے باہر بھیجا تھا، جہاں وہ مستقل طور سے مکان بناکر مقیم ہوگئے اور دہیں ۵۹ھ میں

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۳

انتقال کیا، ابن سعد نے لکھا ہے۔

وکان احد النفر الذین بعثهم عمر بن الخطاب الی اهل البصرة یفقهونهم [1]

وہ اس جماعت صحابہ میں سے ایک تھے جس کو حضرت عمر نے اہل بصرہ کے یہاں ان کو تفقہ فی الدین کی تعلیم کے لئے بھیجا تھا۔

حافظ ابن حجر اور امام ذہبی نے بھی یہی لکھا ہے۔

وھو احد العشرة الذین بعثهم عمر لیفقه الناس بالبصرة [2]

وہ ان دس صحابہ میں سے ہیں جن کو حضرت عمر نے تعلیم وتفقہ کے لئے روانہ کیا تھا تاکہ وہ اہل بصرہ کو تعلیم دیں۔

ان کی مجلس درس اس زمانہ کے رواج کے مطابق بصرہ کی جامع مسجد میں منعقد ہوتی تھی۔ تعلیم کے ساتھ جہاد میں بھی حضرت عبداللہ بن مغفل شریک ہوتے تھے، فارس کے جہاد میں سب سے پہلے وہی تستر کے دروازہ سے شہر میں داخل ہوئے تھے۔

انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عثمان اور سالم بن عبداللہ وغیرہ سے حدیث کی روایت کی ہے، ان کی مجلس درس سے اٹھنے والوں میں یہ حضرات زیادہ مشہور ہیں حمید بن ہلال، ثابت بنانی، مطرف بن عبداللہ بن شخیر، معاویہ بن قرہ، عقبہ بن صہبان، حسن بصری، سعید بن جبیر، عبداللہ بن بریدہ۔

حسن بصری کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مغفل ان دس فقہائے صحابہ میں سے ہیں جن کو حضرت عمر نے ہمارے یہاں بصرہ میں لوگوں کو تفقہ کی تعلیم کے لئے بھیجا تھا۔ ان کا انتقال بصرہ میں ۵۹ھ میں ہوا، انھوں نے وصیت کی تھی تجہیز وتکفین میں میرے دوست احباب میرے قریب رہیں، اور میری نماز جنازہ امیر بصرہ عبیداللہ بن زیاد نہ پڑھائے، میرے جنازہ کے ساتھ آگ نہ ہو، ان کا جنازہ گھر سے نکلا تو ابن زیاد وہ دروازہ پر کھڑا تھا، لوگوں نے اس کو بتایا کہ عبداللہ

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۷ [2] اصابہ ج ۲ ص ۳۳۲ وتہذیب التہذیب ج ۶ ص ۴۲

ابن مغفل نے وصیت کی ہے کہ ان کی نماز جنازہ ابن زیاد نہ پڑھائے، ابن زیاد یہ سنکر مقام بیضاء تک گیا، پھر واپس چلا آیا۔

درسگاہ حضرت عبدالرحمٰن بن غنمؓ

حضرت عبدالرحمٰن بن غنم اشعری رضی اللہ عنہ اشاعرہ کے ساتھ یمن سے کشتی میں سوار ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، نہایت جلیل القدر محدث اور فقیہ و عالم ہیں حضرت عمرؓ نے ان کو دینی تعلیم کے لئے ملک شام روانہ کیا تھا، ابن سعد نے لکھا ہے۔

بعثہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ الی الشام یفقہ الناس[1]	حضرت عمر نے ان کو شام بھیجا تا کہ وہاں کے لوگوں کو فقہ اور دین کی تعلیم دیں۔

عبدالرحمٰن بن غنم حضرت معاذ بن جبل کے علم کے امین ہیں، ان کی وفات تک ان کے ساتھ رہے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت معاذ، حضرت ابوالدرداء، حضرت ابو عبیدہ، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت ابوہریرہ، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم سے حدیث کی روایت کی، ملک شام کے عام فقہاء نے ان کی مجلس درس سے فیض اٹھایا ہے، ابن حجرؒ نے تصریح کی ہے۔

وکان افقہ اھل الشام وھو الذی تفقہ علیہ عامۃ التابعین بالشام وکانت لہ جلالۃ وقدر[2]	وہ علمائے شام میں سب سے بڑے فقیہ و عالم تھے ان ہی سے شام کے تابعین نے فقہ کی تعلیم حاصل کی ہے، بڑی قدر و منزلت رکھتے تھے

ذہبیؒ نے بھی لکھا ہے کہ شام کے تابعین نے ان ہی سے تفقہ کی تعلیم پائی ہے، نہایت جلیل القدر اور صادق عالم تھے[3] ان کا حلقۂ درس جامع دمشق میں قائم ہوتا تھا۔

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۱۴۴۔ [2] تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۲۵۱۔ [3] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۴۷ والعبر ج ۱ ص ۹۹۔

ایک مرتبہ جامع دمشق میں چند صحابہ کے ساتھ معاذ بن جبل اور عبدالرحمن بن غنم بیٹھے تھے، باتوں بات میں عبدالرحمن نے کہا کہ اے لوگو! میں تمھارے بارے میں شرک خفی سے بہت خائف ہوں، یہ جملہ سنکر معاذ بن جبل نے کہا کہ اللہ مغفرت کرے کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب آپ ہم کو رخصت کر رہے تھے یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا ہے کہ شیطان ناامید ہو گیا ہے کہ تمھارے اس جزیرے میں اس کی پرستش کی جائے مگر جن اعمال کو لوگ معمولی اور حقیر سمجھتے ہیں ان میں اس کی پیروی کی جائے گی۔[1]

ایک قول کے مطابق عبدالرحمن بن غنم تابعی نے ۸۰ھ میں انتقال کیا، ان کی مجلس درس وتفقہ وتحدیث سے فیض یافتہ طبقہ میں یہ حضرات قابل ذکر ہیں، صاحبزادے محمد بن عبدالرحمن عطیہ بن قیس، ابو سلام الاسود، مکحول شامی، شہر بن حوشب، رجاء بن حیوۃ، عبادہ بن نسئی، مالک بن ابو مریم، صفوان بن سلیم۔[2]

درس گاہ حضرت ابو امامہ باہلیؓ

حضرت ابو امامہ صُدَیّ بن عجلان باہلی رضی اللہ عنہ اپنی کنیت ابو امامہ سے زیادہ مشہور ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قبیلہ باہلہ کے پاس تبلیغ دین کیلئے بھیجا تھا، اور انھوں نے اپنے قبیلہ بنو باہلہ کو اسلام کی دعوت دی اور ان کو اسلامی شرائع واحکام بتائے، سکھائے خود بیان کرتے ہیں۔

بعثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی قومی ادعوھم الی اللہ تبارک وتعالی واعرض علیھم شرائع الاسلام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی قوم بنو باہلہ کے پاس بھیجا تاکہ میں ان کو اللہ تعالی کی طرف دعوت دوں اور ان کو اسلامی احکام بتاؤں

---

[1] اصابہ ج ۴ ص ۱۷۱۔ [2] تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۲۵۱۔

ان کا شمار عہد نبوی کے معلمین میں ہے۔ وفات نبوی کے وقت ان کی عمر تیس سال کی تھی، ان کا بیان ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونك تحت الشجرۃ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں نے بھی تحت الشجرہ آپ سے بیعت کی ہے تو آپ نے فرمایا کہ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔

انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابو عبیدہ حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابو الدرداء، حضرت عبادہ بن صامت اور حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے[1] حضرت ابوامامہ نے ملک شام میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی اور وہیں مسجد میں ان کی مجلس درس قائم ہوتی تھی، سلیم بن عامر کا بیان ہے۔

کنا نجلس الی ابی امامۃ الباھلی فیحدثنا حدیثا کثیرا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا سکت قال اعقلوا، بلغوا عنا کما بلغنا کم۔[2]	ہم لوگ ابوامامہ باہلی کی مجلس میں بیٹھتے تھے اور وہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت زیادہ احادیث بیان کرتے تھے اور جب خاموش ہو جاتے تو کہتے کہ ان کو یاد کرو، سمجھو اور جس طرح ہم نے تم لوگوں تک پہونچایا ہے تم لوگ دوسروں تک ان کو پہونچاؤ۔

ان کے تلمیذ حبیب بن عبید نے ان کے حدیث بیان کرنے کا انداز یوں بتایا ہے۔

انہ کان یحدث الحدیث کالرجل الذی علیہ یؤدی ما سمع[3]	وہ حدیث اس آدمی کی طرح بیان کرتے تھے جس نے جو کچھ سنا اس کو بیان کر دیا (یعنی حدیث بالفاظ)

حسن بن جابر نے ابوامامہ سے حدیث لکھنے کا سوال کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے، یا یہ کہا کہ میں اس میں حرج نہیں سمجھتا ہوں۔ ایک مرتبہ اپنے شاگردوں سے کہا کہ

ان ھذا المجلس من بلاغ اللہ	یہ مجلس اللہ کی طرف سے تم لوگوں کے لئے تبلیغ

---

[1] اصابہ ج ۳ ص ۱۸۲۔ [2] شرف اصحاب الحدیث ص ۹۶ و جامع بیان العلم ج ۱ ص ۱۲۲۔ [3] طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۱۳۲

ایاکم وان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد بلغ ما ارسل بہ وانتم فبلغوا عنا احسن ماتسمعون [1]	ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو بات دیکر بھیجا گیا، آپ نے اس کو ہم تک پہونچایا، اور تم لوگ ہم سے جو اچھی بات سنو اس کو دوسروں تک پہونچاؤ

حضرت ابوامامہ کے یہ الفاظ یاد رکھنے اور عبرت حاصل کرنے کے قابل ہیں

واللہ لقد فتحت ھذہ الفتوح سیوف ما حلیتھا ذھب ولا فضۃ ولکن حلیتھا الآنک والعلابی والحدید [2]	واللہ ان فتوحات کو ان تلواروں نے فتح کیا ہے جن پر سونے چاندی کا پانی نہیں چڑھا تھا بلکہ ان پر رانگے اور لوہے کا پانی چڑھا تھا۔

ان کے اصحاب وتلامذہ میں یہ حضرات قابل ذکر ہیں، ابوسلام الاسود، محمد بن زیاد الہانی شرحبیل بن مسلم شداد بن اوس، ابوعمار، قاسم بن عبدالرحمٰن شہر بن حوشب، مکحول شامی، خالد بن معدان، حضرت ابوامامہ باہلی کا انتقال مشہور قول کی بناء پر ۸۶ھ میں ہوا۔

درسگاہ حضرت واثلہ بن اسقع

حضرت واثلہ بن اسقع بن کعب رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے اطراف میں رہتے تھے جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کی تیاری فرما رہے تھے خدمت نبوی میں آکر مسلمان ہوئے اور اس میں شرکت کی، وہ اصحاب صفہ میں سے ہیں، ان کا بیان ہے کہ میرے وقت میں بیس صحابہ صُفّہ میں رہتے تھے، میں ان میں سب سے چھوٹا تھا، حضرت واثلہ بن اسقع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ملک شام چلے گئے، اور بیت المقدس میں مستقل سکونت اختیار کر لی اور وہیں ۹۸ سال کی عمر میں ۸۵ھ میں فوت ہوئے۔

---

[1] شرف اصحاب الحدیث، ص ۹۶، [2] تاریخ کبیر ج ۴ قسم ۲ ص ۳۲۵۔

دمشق اور حمص وغیرہ کی فتوحات میں حصہ لیا تھا، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوہریرہ، ابو مرثد، ام المومنین ام سلمہ وغیرہ سے حدیث کی روایت کی ہے، ایک قول ہے کہ ان کا انتقال خلیفہ عبدالملک بن مروان کے دور میں ۸۳ھ میں ہوا، اس وقت ان کی عمر ایک سو بیسٹھ سال کی تھی اور وہ آخری صحابی ہیں جن کا انتقال دمشق میں ہوا ہے

حضرت واثلہ کا حلقۂ درس مسجد بیت المقدس یا مسجد دمشق یا پھر دونوں مسجدوں میں قائم ہوتا تھا، ابوالخطاب معروف الخیّاط کا بیان ہے۔

رأیتُ واثلة بن الاسقع رضی اللہ عنہ یملی علی الناس الاحادیث وھم یکتبونھا بین یدیہ۔ [۲]	میں نے واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ لوگوں کو احادیث کا املار کرار ہے ہیں اور لوگ ان کے سامنے لکھ رہے ہیں۔

مکحول شامی کہتے ہیں کہ میں اور ابوالازہر دونوں واثلہ بن اسقع کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ آپ ہم سے وہ حدیث بیان کریں جس کو آپ نے براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اور انھوں نے ہماری خواہش پر حدیث بیان کی۔

دوسری روایت میں اس واقعہ کی تفصیل یوں ہے کہ ہم نے کہا کہ ابوالاسقع! آپ ہم سے حدیث بیان کریں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے جس میں وہم یا زیادتی یا کمی نہ ہو، یہ سنکر واثلہ بن اسقع نے کہا کیا تم لوگوں میں سے کسی نے رات کچھ قرآن پڑھا ہے؟ ہم نے کہا کہ ہاں مگر ہم قرآن کے حافظ نہیں ہیں، اور اس میں ہم سے واؤ اور الف کی زیادتی ہو جاتی ہے، واثلہ بن اسقع نے کہا کہ یہ قرآن اتنی مدت سے تم میں پڑھا پڑھایا جاتا ہے اور اس کو پوری طرح یاد نہیں کر سکتے ہو اور اس میں کمی زیادتی کا اقرار کرتے ہو تو ان حدیثوں کا کیا حال ہوگا جن کو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، جن کو ہو سکتا ہے کہ ہم نے ایک ہی مرتبہ آپ سے سنا ہو، اس لئے میرا حدیث

---

[۱] اصابہ ج ۲ ص ۶۳۱، وطبقات ابن سعد ج ۷ ص ۴۰۷ ۔ [۲] تدریب الراوی ص ۲۸۷

بالمعنی بیان کرنا تمہارے لئے کافی ہے۔[1]

ان کا معمول تھا کہ صبح و شام کا کھانا مکان کے باہر صحن میں کھاتے تھے اور لوگوں کو بلا بلا کر کھلاتے تھے، ان کی مجلس درس کے فیض یافتگان میں ان کی صاحبزادی فسیلہ بنت واثلہ، ابوادریس خولانی، بشر بن عبید اللہ حضرمی، ابوعمارہ، شداد بن اوس، مکحول شامی عمرو عبداللہ حضرمی، عبدالواحد بن عبداللہ بصری، عریف بن عیاش دیلمی، ابوالملیح بن اسامہ، یونس بن میسرہ، معروف بن خطاب، وغیرہ فقہ و فتویٰ اور روایت میں زیادہ مشہور ہیں۔[2]

درس گاہ حضرت عقبہ بن عامر جہنی رض

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہیں، ان کا بیان ہے کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے، میں اپنی بکریاں چرا تا تھا، آپ کی آمد کی خبر سنتے ہی بکریوں کو چھوڑ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیعت کی خواہش ظاہر کی، تو آپ نے مجھے ہجرت پر بیعت فرمایا، بڑے جلیل القدر صحابی تھے، ان کا شمار قدیم الہجرۃ والسابقۃ والصحبۃ صحابہ میں تھا، ان کا دینی و علمی مقام بہت بلند تھا، ابوسعید بن یونس نے ان کے بارے میں بیان کیا ہے۔

کان قارئاً، عالماً بالفرائض والفقہ	وہ قرآن کے قاری، فرائض و فقہ کے عالم، فصیح
فصیح اللسان، شاعراً وکاتباً	و بلیغ شاعر، کاتب تھے اور اسلام لانے والے اور
وکانت لہ السابقۃ والھجرۃ۔	ہجرت کرنے والے سابقون اولون میں سے تھے۔

آگے ابوسعید بیان کرتے ہیں کہ وہ قرآن کے جامعین میں ہیں، ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا مصحف مصر میں اب تک موجود ہے اس کی ترتیب کچھ مختلف ہے اور آخر میں ان کے خط سے تحریر ہے کہ

---

[1] جامع بیان العلم ج ۱ ص ۹۰، [2] تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۱۰۱ واصابہ ج ۶ ص ۳۱۰۔

وکتب عقبۃ بن عامر بیدہ[1] امام ذہبی نے بھی ان کے اوصاف وکمالات کے بارے میں لکھا ہے۔

کان فقیھًا، علامۃ، قارئًا لکتاب اللہ بصیرًا بالفرائض، فصیحًا مفوھًا، شاعرًا کبیر القدر وفی حدیثہ کثرۃ[2]

وہ فقیہ، علامہ، قرآن کے قاری، فرائض میں صاحب بصیرت زبان اور فصیح شاعر اور جلیل القدر صحابی تھے، ان کی احادیث بہت زیادہ ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ کے دور خلافت میں ملک شام چلے گئے اور مصر وشام کی فتوحات میں شریک رہے اسکے بعد مصر میں مستقل سکونت اختیار کرلی اور مکان بنوایا اور وہیں فوت ہوئے[3] حضرت معاویہؓ نے ان کو مصر میں خراج کی وصولی اور نماز کی امامت پر مقرر کیا تھا اور وہیں ان کا حلقہ درس قائم ہوتا تھا جس میں اہل علم شریک ہوتے تھے، عبادہ بن نسی اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں

رأیت جماعۃ علی رجل فی خلافۃ عبدالملک بن مروان، وھو یحدثھم فقلت من ھذا فقالوا، عقبۃ بن عامر الجھنی[4]

میں نے عبدالملک بن مروان کے دور خلافت میں دیکھا کہ ایک جماعت ایک شخص کے پاس ہے اور وہ شخص ان سے حدیث بیان کر رہا ہے میں نے پوچھا یہ کون صاحب ہیں لوگوں نے بتایا کہ عقبہ بن عامر جہنی ہیں۔

اس بیان پر بعض اہل علم کو اشکال ہے کہ عقبہ بن عامر کی وفات عہد معاویہ میں ہوئی ہے اس لئے وہ عبدالملک بن مروان کے دور میں کیسے حدیث بیان کرتے تھے اس سے ان کی مجلس میں تحدیث وروایت کی نفی نہیں ہوتی ہے، عقبہ بن عامر کی مجلس درس کے فیض یافتگان میں حضرت ابوامامہ باہلی حضرت عبداللہ بن عباس قیس بن ابوحازم، جبیر بن نفیر، ربعی بن حراش ابوادریس خولانی، کثیر بن مرہ حضرمی کے علاوہ ایک بہت بڑی جماعت ہے حضرت عقبہ بن عامر کی وفات عہد معاویہ میں مصر میں ہوئی اور جبل مقطم میں دفن کئے گئے، حضرت عقبہ بن عامر جہنی کے ہم نام حضرت عقبہ بن نافع قرشی صحابی ہیں جو افریقہ میں شہید ہوئے انھوں نے اپنے لڑکوں کو آخری وقت میں تین باتوں کی وصیت کی تھی (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث صرف ثقہ آدمی سے قبول کرو (۲) قرضہ نہ لینا اگرچہ کمبل پوشی کرنی پڑے (۳) تم میں سے کوئی شخص اشعار نہ لکھے جو قرآن سے غافل کردے[5]

---

[1] اصابہ ج۲ ص۴۸۹ [2] تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص۴۲ [3] طبقات ابن سعد ج۴ ص۴۹۶ [4] تہذیب التہذیب ج۷ ص۲۴۴ واصابہ ج۲ ص۴۹۰ [5] الکفایہ ص۳۱ ، المحدث الفاصل ص۲۱۶ -

عہدِ تابعین کی درسگاہیں

علمِ دین کے حصول میں احتیاط

عہد تابعین و تبع تابعین میں تعلیم و تربیت کا نظام عہدِ رسالت اور عہدِ صحابہ کے عین مطابق تھا، البتہ حالات اور زمانہ کے تقاضوں کے مطابق اس میں شدتِ احتیاط سے کام لیا گیا، پہلی صدی کے آخر اور دوسری صدی کی ابتدا میں جبریہ، قدریہ، مرجیہ، خوارج اور روافض نے بال و پر نکالنے شروع کئے، اسی کے ساتھ عجمی افکار و خیالات کا فتنہ سر اٹھانے لگا اور ہر منحرف طبقہ کی طرف سے حدیث میں وضع و افترا کی ابتدا ہو گئی۔ اس لئے تحدیث و روایت میں احتیاط کی جانے لگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فتنہ سے صحابہ کو پہلے ہی سے آگاہ فرما کر منحرف و مبتدع عالم سے دین حاصل کرنے سے منع کر دیا تھا، آپ نے عبداللہ بن عمرؓ سے فرمایا تھا،

یَا ابنَ عُمَرَ دِینَكَ إِنَّمَا هُوَ لَحْمُكَ وَدَمُكَ فَانظُر عَمَّنْ تَأْخُذُ، خُذْ عَنِ الَّذِینَ اسْتَقَامُوا، وَلَا تَأْخُذْ عَنِ الَّذِینَ مَالُوا،	اے ابن عمر! اپنے دین کی حفاظت کرو، اپنے دین کی حفاظت کرو۔ دین تمہارا گوشت اور خون ہے دیکھو کس سے علمِ دین حاصل کرو گے، ان لوگوں سے حاصل کرو جن میں دینی استقامت ہے، اور ان لوگوں سے نہ حاصل کرو جن میں زیغ ہے۔

٭ ٭ ٭ ٭ ٭ ٭

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی جامع مسجد میں اعلان کیا تھا کہ

انظروا عمّن تاخذون هذا العلم — تم لوگ دیکھو کہ کس سے اس علم کو سیکھتے ہو،
فانما هو الدين، — یہ تمہارا دین ہے۔

حضرت ابن عباس، حضرت ابو ہریرہ، حسن بصری، محمد بن سیرین، زید بن اسلم، ابراہیم نخعی اور دوسرے اجلّہ تابعین نے کہا ہے۔

إنّ هذا العلم دين، فانظروا عمّن تاخذونه۔ — یہ علم دین ہے، پس دیکھو کہ اس کو کس سے حاصل کرتے ہو۔

حضرت ابن عباسؓ آخری زمانہ میں کہا کرتے تھے کہ ایک زمانہ تھا کہ جب ہم کسی کو قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہوئے سنتے تھے، تو فوراً ہماری نظر اس پر اٹھتی تھی اور ہم کان دھر کر سننے لگتے تھے اور اب جبکہ لوگ ہر صحیح غلط کو بیان کرنے لگے تو ہم اسی عالم سے علم حاصل کرتے ہیں جس کو پہچانتے ہیں، [۱]

ابن لہیعہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک خارجی عالم کو دیکھا جو توبہ کر چکا تھا، وہ کہتا تھا کہ یہ حدیث دین ہے تم دیکھو کہ کس سے حاصل کرتے ہو، ہم خوارج جب کوئی نظریہ قائم کرتے تھے تو اس کو حدیث بنا دیتے تھے۔

حضرت علیؓ کے پوتے حسن بن محمد بن حنفیہ نے سب سے پہلے اِرجاء میں کلام کیا اور اس موضوع پر ایک کتاب لکھی، بعد میں اس پر افسوس کیا اور کہا کہ اے کاش! اس کتاب کے لکھنے سے پہلے میری موت آگئی ہوتی، [۲] ان مثالوں سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ذہنی و فکری فتنے کہاں کہاں اور کیسے کیسے جڑ پکڑ رہے تھے اور علم دین کے بارے میں کس قدر احتیاط کی ضرورت تھی،

اس دور میں عبّاد و زہّاد اور اللہ والوں کا ایک طبقہ تھا جو زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت، ایثار و خلوص اور للّٰہیت کے سدرۃ المنتہیٰ پر تھا، لیکن حدیث میں جس نقد و نظر

[۱] جواہر الاصول ص۱، والمجروحون من المحدثین ص۳۸ ج۱، [۲] طبقات ابن سعد ج ۵ ص۳۲۸ والعبر ج۱ ص۱۲۲

اور حزم و احتیاط کی ضرورت ہے اس میں وہ معتبر و مستند نہیں تھے، اس لئے ان سے بھی تحدیث و روایت میں احتیاط برتی جاتی تھی، امام مالک بیان کرتے ہیں کہ یہ علم دین بھی دین ہے، تم دیکھو کہ کس سے حاصل کرتے ہو، اور مسجدِ نبوی کے ستونوں کی طرف اشارہ کرکے کہتے کہ میں نے ان کے پاس ستر اہل علم کو دیکھا ہے، جن میں سے ہر ایک قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتا تھا، مگر میں نے ان سے کچھ علم حاصل نہیں کیا، حالانکہ ان میں سے ہر ایک اگر بیت المال کا نگراں بنایا جاتا تو امین ہوتا، اس کے باوجود وہ حضرات علم حدیث کے آدمی نہیں تھے، ہر عالم جو حدیث اور فتویٰ کے لئے مجلس قائم کرنا چاہتا تھا قائم نہیں کرسکتا تھا، یہاں تک کہ اہل فضل و صلاح اور مسجدِ نبوی کے اہل علم سے اس کے بارے میں مشورہ ہوتا تھا، اگر یہ حضرات اس کو اہل سمجھتے تو مجلس میں بیٹھتا تھا، جب تک ستر اہل علم نے میری اہلیت کی شہادت نہیں دی، میں بھی مجلس میں نہیں بیٹھا۔[۱]

فقیہ مدینہ عبدالرحمن بن عبداللہ بن ذکوان کہتے ہیں،

ادرکت بالمدینۃ مائۃ کلھم مامون، مایوخذ عنہ الحدیث، یقال لیس من اھلہ۔[۲]	میں نے مدینہ میں سو اہل علم کو پایا ہے جو سب کے سب ثقہ، مامون تھے مگر ان میں سے کسی سے علم حاصل نہیں کیا جاتا تھا، کہا جاتا تھا کہ وہ اس کا اہل نہیں ہے

ابو اسامہ کہتے ہیں کہ کوئی عالم کثیر الصلوٰۃ، کثیر الصوم، متقی، اور جائز الشہادۃ ہوتا ہے مگر حدیث کے معاملہ میں اسکے برابر بھی نہیں ہوتا ہے، یہ کہہ کر ایک چیز زمین سے اٹھا کر پھینک دی۔[۳]

مسلم بن میمون خواص کہتے ہیں کہ جب میں کسی عالم کے پاس حدیث سننے کے ارادے سے جاتا ہوں تو معلوم کرتا ہوں کہ کس طریقہ سے حدیث اس کے پاس پہونچی ہے،

---

[۱] ترتیب المدارک ج ۱ ص ۱۲۳، [۲] صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲ مصر، [۳] المجروحون من المحدثین ج ۱ ص ۱۷،

اگر صحیح طریقہ سے آئی ہے تو سنتا ہوں ورنہ نہیں سنتا،

ابن سیرین کا بیان ہے کہ کوئی شخص مجھ سے حدیث بیان کرتا ہے تو میں اس کو متہم قرار نہیں دیتا، بلکہ اس سے بیان کرنے والے کو متہم قرار دیتا ہوں، اور کوئی شخص مجھ سے حدیث بیان کرتا ہے تو اسی کو متہم قرار دیتا ہوں۔

اس دور کے بعض اہل علم کی دینی و علمی زندگی کا رنگ پھیکا ہو گیا تھا، عمل میں تہاون اور سستی آگئی تھی، جس کی وجہ سے اہل علم وفضل کے نزدیک وہ ساقط الاعتبار ہو گئے تھے، اور ان سے علم حاصل کرنے میں احتیاط کی جاتی تھی، ابو العالیہ ریاحی .... کہتے ہیں کہ جب ہم لوگ کسی عالم کے پاس علم حاصل کرنے جاتے تھے تو پہلے اس کی نماز کو دیکھتے تھے، اگر اچھی طرح پڑھتا تو اس سے علم حاصل کرتے، ورنہ واپس ہو جاتے تھے۔[1] ان ہی سے ایک روایت میں ہے کہ میں کئی دن کی مسافت طے کر کے عالم کے پاس جاتا تھا تاکہ اس سے حدیث کا سماع کروں، اور اس کی نماز کو مدِ نظر رکھتا تھا، اگر دیکھتا کہ وہ صحیح طریقہ سے نماز پڑھ رہا ہے تو اس کے یہاں قیام کرتا، اور اگر دیکھتا کہ نماز میں بے کیفی اور بے پروائی ہے تو یہ کہکر واپس ہو جاتا تھا کہ جب یہ شخص نماز میں غفلت کر رہا ہے تو دوسرے امور میں اور بھی غیر ذمہ دار ہوگا۔[2]

مغیرہ کا بیان ہے کہ

كنا اذا اتينا الرجل لناخذ عنه نظرنا الى سمته والى صلاته، ثم اخذ ناعنه، [3]	جب ہم کسی عالم کے پاس علم حاصل کرنے جاتے تھے تو اس کے طور طریقہ اور نماز کو دیکھتے تھے، پھر اس سے علم حاصل کرتے تھے،

الغرض جو لوگ دینی، علمی اور اسلامی زندگی کے معیار پر پورے نہیں اترتے تھے، ان سے علم حاصل نہیں کیا جاتا تھا،

---

[1] المحدث الفاصل ص۴۱۰، [2] سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص۲۰۹، [3] المجروحون من المحدثین ج ۱ ص۱۶،

اس دور میں سیاسی قسم کے فتنے بھی پیدا ہو گئے، اور اپنے اپنے مقصد و منشار کے مطابق وضع و افترار کی ہوا چل پڑی تھی، افراد، قبائل اور مقامات کے مناقب و مثالب کی حدیثیں بیان کی جانے لگی تھیں اس لئے ایسی احادیث کے بارے میں بڑی احتیاط سے کام لیا جاتا تھا، اس طبقہ کا ایک واقعہ ملاحظہ ہو۔ ابن الربعہ خزاعی جاہلی دور کے آدمی تھے، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا تھا۔ ان کا بیان ہے کہ مختار (مختار بن ابی عبید ثقفی کذاب) کو میرے آنے کو خبر دی گئی، تو اس نے مجھے بلانے کیلئے لکھا، جب میں کوفہ پہونچا تو اس کے آدمیوں نے مجھے دیکھکر کہا کہ یہ تیز رو ناقہ سوار ہے۔ مختار نے مجھے تنہائی میں لے جاکر کہا کہ آپ بزرگ آدمی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے، جھوٹی حدیث نہ بیان کریں، یہ سات ہزار دینار ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث میرے موافق بیان کر کے یہ رقم لے لیں، میں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جھوٹ بولنے کا انجام جہنم ہے، خدا کی قسم میں یہ کام ہرگز نہیں کر سکتا۔[1]

نقد و جرح کی ضرورت

دین اور علم دین کے بارے میں ان فتنوں کا سدِ باب ضروری تھا، اس لئے حضرات صحابہؓ نے اپنے آخری زمانہ میں شدتِ احتیاط سے کام لیا حتیٰ کہ اپنے معاصرین کی حدیثوں میں تحقیق کرنے لگے۔ حالانکہ ان کی ثقاہت مسلّم تھی،

حضراتِ صحابہؓ کے دور میں کذب و افترار کا سوال ہی نہیں تھا، البتہ ذہول، نسیان اور وہم کا خیال رکھا جاتا تھا، مگر تابعین اور تبع تابعین کے دور میں کذب و افترار اور وضع کے فتنے اٹھ رہے تھے، اس لئے احادیث کے حفظ و تفتیش میں علمار نے خاص طور سے کوشش کی، اور راویوں کے حالات پر کڑی نظر رکھی، اس طرح عہد تابعین میں فنِ جرح و تعدیل کی ابتدار ہو چکی تھی، اور اس میں یہ حضرات مشہور تھے۔ سعید بن مسیب،

---

[1] تاریخ کبیر ج ۴ قسم ۲ ص۴۳۵، [2] تاریخ کبیر ج ۳ قسم ۱ ص۳۴۸ و ص۳۴۹،

قاسم بن محمد بن ابوبکر، سالم بن عبداللہ بن عمر، علی بن حسین بن علی، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ، خارجہ بن زید بن ثابت، عروہ بن زبیر بن عوام، ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام، سلیمان بن یسار، لہ

سند کی ضرورت و اہمیت

ان فتنوں کے سدِ باب کے سلسلہ میں احادیث کی روایت میں سند کا اہتمام کیا گیا تاکہ راویوں کے بارے میں پوری تحقیق ہو سکے، ابن سیرین کہتے ہیں کہ

کان فی زمن الاوّل الناس لا یسألون عن الاسناد حتی وقعت الفتنة، فلمّا وقعت الفتنة سألوا عن الاسناد، لیُحدّث حدیث اهل السنة ویترك حدیثُ اهل البدعة۔

پہلے زمانہ میں لوگ سند کے بارے میں سوال نہیں کرتے تھے، یہاں تک کہ فتنہ پیدا ہوگیا، اسکے بعد سند کے متعلق سوال کرنے لگے، تاکہ اہل سنّت کی حدیث بیان کی جائے اور اہل بدعت کی حدیث چھوڑ دی جائے۔

سفیان ثوری کا قول ہے۔

الاسناد سلاح المؤمن، فاذا لم یکن معه السلاح فبای شیٔ یقاتل

سند مومن کیلئے اسلحہ ہے، جب اسکے پاس اسلحہ نہیں ہوگا تو اہل بدعت سے کس چیز سے جنگ کرے گا۔

عبداللہ بن مبارک کا قول ہے۔

الاسناد من الدین، ولولا الاسناد لقال من شاء ما شاء۔

سند دین سے ہے، اور اگر سند نہ ہو تو ہر شخص جو چاہے گا کہے گا،

شعبہ کا قول ہے۔

کل عالِم لیس فیه "حدّثنا" او "اخبرنا" فهو خل و بقل، ؎٢

وہ تمام عالم جن کے یہاں "حدثنا" یا "اخبرنا" نہیں ہے۔ گاجر، مولی ہیں۔

لہ المجروحون من المحدثین ج ا ص۳۸، ؎٢ الکفایہ ص۱۳۲ والمحدث الفاصل ص۲۰۹ وجواہر الاصول ص۲۰۶،

سند کے ذریعہ راویوں کے حالات معلوم ہوتے ہیں، اور اسی کے مطابق ان سے حدیث لی جاتی ہے یا رد کر دی جاتی ہے، اس کے لئے علمار اسلام نے اسمار الرجال کا عظیم فن ایجاد کیا جو امتِ محمدیہ کے مفاخر میں شمار ہوتا ہے،

علمی اسفار عہدِ صحابہؓ میں علمی و تعلیمی اسفار و رحلات کا عام رواج نہیں تھا، نہ ہی اس کی ضرورت تھی، عہد تابعین میں احادیث کی تحقیق کی ضرورت پڑی، تو علمی اسفار ہونے لگے، خاص طور سے مدینہ منورہ کے فقہار و محدثین اس سلسلہ میں مرکزی حیثیت رکھتے تھے اور تابعین ان کے یہاں آکر مطمئن ہوتے تھے، حضرت عبد اللہ بن عمر کا قول ہے۔

لو ان الناس اذا وقعت فتنۃ ردوا الامر فیہ الی اھل المدینۃ، فاذا اجتمعوا علی شیئ یعنی فعلوہ۔ صلح الامر، ولکنہ اذا نعق ناعق تبعہ الناس، [1]

اگر کوئی فتنہ برپا ہو اور لوگ اس کے بارے میں اہلِ مدینہ کی طرف رجوع کریں اور وہ کسی فیصلہ پر متفق ہو جائیں تو معاملہ درست رہیگا، مگر لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب کوئی شخص کوے کی آواز نکالتا ہے تو اس کے پیچھے دوڑتے ہیں،

ابو العالیہ ریاحی بصری کہتے ہیں کہ ہم لوگ بصرہ میں صحابہ سے حدیث سنتے تھے، اس کے بعد مدینہ کا سفر کر کے وہاں کے صحابہ سے سن کر مطمئن ہوتے تھے، ابو بکر ابن عمر بن حزم کا قول ہے کہ جب تم اہل مدینہ کو کسی بات پر متفق دیکھو تو اس کے بارے میں تمہارے دل میں خلجان نہیں رہنا چاہیئے اس سلسلہ میں دوسرے شہروں کے اسفار بھی ہوتے تھے، ان اسفار کا ایک اور مقصد سندِ عالی کی طلب ہوتا تھا، طبقۂ تابعین میں اُن حضرات نے حدیث کی تحقیق و طلب اور سندِ عالی کے لئے سفر کیا ہے، سعید بن مسیب، شعبی، مسروق، حسن بصری، ابن سیرین، ابو العالیہ ریاحی، ابن شہاب زہری

[1] ترتیب المدارک ج ا ص۳۱ ،

یحییٰ بن ابو کثیر، اوزاعی، سفیان ثوری [1]

طلب علم میں حسنِ نیت

علم دین رضائے الٰہی کا ذریعہ ہے، اس کی طلب میں اخلاص اور حسن نیت مطلوب ہے، اس کے لئے خاص اہتمام کیا جاتا تھا۔ اور مجلس میں ہوا پرستوں اور فتنہ پروروں پر خاص نظر رکھی جاتی تھی، تاکہ ان کے اثراتِ بد سے حلقہ نشین محفوظ رہیں، اور وہ شیوخ واساتذہ کی طرف غلط باتیں منسوب نہ کرسکیں، حسن بصری ایسے ہوا پرست اور دنیادار لوگوں کے بارے میں بہت حساس تھے، وہ کہتے تھے۔

انہ لیجالسنا فی حلقتنا ھذہ قوم	ہمارے اس حلقہ میں کچھ ایسے لوگ بھی
مایریدون بہ الا الدنیا	ہمارے ساتھ بیٹھتے ہیں جن کا مقصد علم
رحم اللہ عبداً لم یتقول	سے صرف طلب دنیا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس
علینا مالم نقل ، [2]	بندے پر رحم کرے جو ہماری طرف غلط بات کی نسبت نہ کرے

راس الاعتزال واصل بن عطاء، اور راہب المعتزلہ عمرو بن عبید بصری قدری دونوں حسن بصری کی مجلس سے اٹھ کر اسلامی عقائد وتصورات میں رخنہ انداز ہوئے شاید حسن بصری نے یہ جملہ ان ہی کے متعلق فرمایا ہو،

بعض مرتبہ مجالس درس میں ان فتنوں سے علمی و دینی وقار مجروح ہوتا تھا، اشعث بن عبدالملک کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مجلس میں ہمارے ساتھ بتی، سوار، داؤد اور عوف وغیرہ شریکِ درس تھے، اسی درمیان میں داؤد اور عوف میں قدر کی بحث چھڑ گئی، عوف قدر کے قائل تھے، بات بڑھ گئی، اور دونوں نے ایک دوسرے پر حملہ کردیا، میں نے اٹھ کر داؤد کو پکڑا اور سوار نے عوف کو قابو میں کیا، اور ہم نے دونوں کو چھڑایا، [3] اس دور میں بعض لوگ علم دین کو ذریعۂ عزّ و شرف سمجھ کر پڑھا اور

---

[1] المحدث الفاصل ص ۲۲۹ ، [2] طبقات ابن سعد ج ۷، ص ۱۶۹ ، [3] طبقات ابن سعد ج ۷، ص ۲۷۶

تفریح کے طور پر حاصل کرتے تھے، ان میں کسی قسم کا انحراف اور زیغ نہیں تھا، بلکہ حسنِ نیت میں فتور تھا، بعض لوگ ان پر نکیر کرتے تھے، مگر اساتذہ وشیوخ ان کو بڑی محبت وشفقت سے تعلیم دیتے تھے اور کہتے تھے کہ نیت کچھ بھی ہو علمِ دین میں آخر میں للّٰہیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس کی مثال میں اپنے کو پیش کرتے تھے،

ایک مرتبہ سفیان ثوری نے کہا کہ میرے نزدیک رضائے الٰہی کا سب سے بہتر ذریعہ علمِ دین کا حصول ہے۔ اس پر ایک شخص نے کہا کہ یہ لوگ جو حدیث لکھ رہے ہیں، ان کی نیت رضائے الٰہی نہیں ہے، سفیان ثوری نے کہا طلبھم له نیة یعنی ان کا علم طلب کرنا ہی نیت ہے، [۱]

سماک بن حرب کی مجلس جاری تھی، درمیان میں کچھ طلبہ آئے تو اہلِ مجلس نے کہا کہ آپ ان لوگوں کو حدیث نہ پڑھائیں، دین میں ان کو رغبت نہیں ہے، یہ سن کر سماک بن حرب نے ان سے کہا کہ اچھی بات کہو، میں نے زمانۂ طالب علمی میں رضائے خداوندی کی نیت نہیں کی تھی، مگر جب علم حاصل کر لیا تو اس نے مجھے مفید باتوں کی ہدایت کی اور مضر باتوں سے روکا،

مجاہد بن جبر کہتے ہیں کہ ہم نے علم حاصل کیا تو اس میں کچھ زیادہ حسن نیت نہیں تھا، بعد میں اللہ تعالیٰ نے اس میں حسن نیت پیدا کر دیا۔

سفیان بن عیینہ کی مجلس میں ایک شخص نے اٹھ کر کہا کہ میں اللہ کا واسطہ دے کر آپ سے پوچھتا ہوں کہ جس زمانہ میں آپ نے علم حاصل کیا، اللہ کے لئے حاصل کیا تھا؟ اس نے تین مرتبہ یہی سوال کیا، آخر میں سفیان بن عیینہ نے کہا کہ اللہ جانتا ہے کہ ہم نے ادب وظرافت کے طور پر علم حاصل کیا تھا، مگر اللہ نے اس کو اپنے لئے بنا دیا،

سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ کہا کرتے تھے کہ اگر ہم کو معلوم ہو جائے کہ کوئی

---

[۱] المحدث الفاصل ص۱۸۳، شرف اصحاب الحدیث ص۱۲۵،

طالبِ علم صحیح نیت سے علم حاصل کرتا ہے تو ہم اس کے گھر جاکر تعلیم دیں گے، ہشام دستوائیؒ اپنے شاگردوں کے صدقِ طلب اور حسن نیت کو دیکھکر کہتے تھے۔

وددتُ ان الحدیث ماءٌ فاسقیکموہ، [1] — میں چاہتا ہوں کہ حدیث پانی بن جائے اور میں تم لوگوں کو پلادوں،

عکرمہ اپنے شاگردوں سے کہتے تھے کہ تم لوگ مفلس ہوگئے ہو، مجھ سے علمی سوالات کیوں نہیں کرتے ہو؟

نوجوانوں میں علم دین کا ذوق

نوخیز و نوجوان طلبہ نہایت ذوق و شوق اور حسن نیت سے حضرات تابعین کی مجالس میں شریک ہوتے تھے اور وہ ان کو بڑی محبت و شفقت سے تعلیم دیتے، ان کی ہمت افزائی کرتے اور ان کی ضروریات پوری کرتے تھے، عقبہ بن ابو حکیم ہمدانی کا بیان ہے کہ ہم چند لڑکے عطار بن ابی رباح کی مجلس میں تھے، انھوں نے ہم سے کہا کہ آؤ مجھ سے حدیث لکھو، تم میں سے جو اچھی طرح نہیں لکھ سکتا ہم اس کے لئے لکھ دیں گے، اور جس کے پاس کاغذ نہیں ہوگا ہم اس کو کاغذ دیں گے، [2]

سعید بن مسیب مکتب کے بچوں کو دیکھ کر کہتے تھے ھٰولاء الناس بعدنا ہمارے بعد یہی بچے بڑے ہو کر عالم ہوں گے۔ [3]

حسن بصری کہا کرتے تھے کہ نوجوانوں کو ہمارے سامنے رکھو، ان کے دل فارغ ہیں، جو سنتے ہیں یاد کر لیتے ہیں، ان میں سے اللہ جس کو چاہے گا علم دین دے گا، ابو بکر بن عیاش کی مجلس سے گذرتے ہوئے ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ یہ بچے یہاں کیوں ہیں؟ انھوں نے جواب دیا۔

ھٰولاء الذین یحفظون علیك دینك — یہ لوگ تمہارے دین کی حفاظت کریں گے۔

---

[1] المحدث الفاصل ص۱۸۳، [2] طبقات ابن سعد ج ۵ ص۱۴۱، [3] طبقات ابن سعد ج ۵، ص۳۷۲

یہی جواب حماد بن سلمہ نے ایک شخص کو دیا تھا، [1]

امام ربیعہ رائی مدینہ کے اجواد و اسخیار میں تھے، انھوں نے اپنے اصحاب و اخوان پر چالیس ہزار درہم خرچ کئے، [2] مشہور محدث و فقیہ عبدالوہاب بن عبدالمجید ثقفی کی سالانہ آمدنی چالیس ہزار تھی، اور وہ یہ تمام رقم اصحاب حدیث پر خرچ کرتے تھے، [3] اسمٰعیل بن عیاش حمصی کے متعلق ابو حاظی یحییٰ کا بیان ہے کہ میں نے ان سے بڑا آدمی کسی کو نہیں دیکھا، جب ہم لوگ ان کے یہاں جاتے تھے تو ہم کو بزغالہ اور حلوہ پیش کرتے تھے، [4] عبدالرحمٰن بن ابو لیلیٰ کے مکان میں قرّاء جمع ہوتے تھے، اور بغیر کھانا کھائے نہیں لوٹتے تھے، [5] خلیفہ ولید بن عبدالملک نے اہلِ علم و فضل اور طلبہ و معلّمین کے لئے وظیفے جاری کئے، ابن ابو عیلہ کا بیان ہے کہ خلیفہ ولید مجھ کو چاندی کے ٹکڑے دیا کرتا تھا جن کو میں بیت المقدس کی مسجد کے قرّاء اور طلبہ کو تقسیم کرتا تھا۔ [6]

طلبۂ علم کے اوصاف و آداب

علم دین کی تحصیل کے لئے عمر کی قید نہیں ہے، بلکہ طالب علم میں عقل و شعور اور حفظ و ضبط ضروری ہے، البتہ عہدِ تابعین میں عام طور سے سنِ بلوغ کے بعد حدیث کی تعلیم دلائی جاتی تھی،

امام مالکؒ اپنی طالب علمی کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ میں علم (حدیث) لکھنے جاؤں گا، انھوں نے کہا کہ آؤ میں تم کو ثیاب العلماء (علماء کے کپڑے) پہنادوں، پھر جاؤ حدیث لکھو، اس کے بعد مجھے اُنگے کپڑے پہنائے، سر پر طویلہ (سیاہ لمبی ٹوپی) رکھی اور اس کے اوپر عمامہ باندھ کر کہا کہ اذھب الآن فاکتب (اب جاؤ، حدیث لکھو) اور ایک روایت میں ہے کہ والدہ نے کہا کہ

اذھبْ الی ربیعۃ فتعلّم من ادبہ قبل علمہ۔ ربیعہ رائی کے پاس جاؤ اور ان کے علم سے پہلے ان کا ادب سیکھو

[1] المحدث الفاصل ص۱۹۲ تا ص۱۹۵، [2] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص۱۴۹، [3] العبر ج ۱ ص۳۱۵، [4] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص۲۳۴ [5] تاریخ جرجان ص۱۵۹، [6] تاریخ الخلفاء ص۱۵۸، [7] المحدث الفاصل ص۲۰۱، [8] ترتیب المدارک ج ۱ ص۱۱۹

سفیان بن عیینہ اپنی مجلس درس میں اپنے بچپن میں طالب علمی کے واقعات بڑے دلچسپ انداز میں سناتے تھے، ان کا بیان ہے کہ جس وقت میں ابن شہاب زہری کی مجلس میں گیا، میرے کان میں بالیاں، اور سر پر چوٹیاں تھیں، زہری نے مجھے آتا ہوا دیکھکر کہا واسنیہ واسنیہ، یہاں بیٹھو، یہاں بیٹھو، میں نے اس سے چھوٹا طالب علم نہیں دیکھا،

نضر ہلالی بیان کرتے ہیں کہ میں سفیان بن عیینہ کی مجلس میں تھا، ایک بچہ مجلس میں آیا، جس کو اہل مجلس حقارت سے دیکھنے لگے، سفیان بن عیینہ نے ان سے کہا کہ پہلے تم لوگ بھی ایسے ہی تھے، اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا، اس کے بعد میری طرف مخاطب ہو کر کہا۔

یا نضر، لو رأیتنی ولی عشر سنین، طولی خمسة اشبار، ووجھی کالدینار، وانا کشعلة النار، ثیابی صغار، واکمامی قصار، وذیلی بمقدار، ونعلی کآذان الفار، اختلف الی علماء الامصار، مثل الزھری، وعمرو بن دینار، اجلس بینھم کالمسمار، محبرتی کالجوزة، ومقلمتی کالموزة، وقلمی کاللوزة، فاذا دخلت المجلس قالوا اوسعوا للشیخ الصغیر	اے نضر! تم اس وقت مجھے دیکھتے تو تعجب کرتے جب میری عمر دس سال کی تھی، میرا طول پانچ بالشت تھا میرا چہرہ دینار کی طرح اور میں خود شعلۂ نار کی طرح تھا میرے کپڑے چھوٹے، میری آستین چھوٹی، میرا دامن مناسب مقدار میں، میرا جوتا چوہے کے کان کی طرح، اور میں مختلف شہروں کے علماء جیسے زہری اور عمرو بن دینار کے یہاں آتا جاتا تھا، اور ان کے حلقہ نشینوں میں کیل کی طرح بیٹھتا تھا، میری دوات اخروٹ کی طرح، میرا قلمدان موزہ کی طرح، میرا قلم پستہ کی طرح ہوتا تھا، جب میں مجلس میں داخل ہوتا تو اہل مجلس کہتے کہ چھوٹے شیخ کیلئے جگہ خالی کرو،

ابن عیینہ یہ واقعہ بیان کرکے مسکرائے اور ہنسے،

اسی زمانہ کا یہ واقعہ ابن عیینہ بیان کرتے ہیں کہ زہری نے ایک حدیث ابوسلمہ اور سعید کی سند سے بیان کی، مجلسِ درس کے بعد ہم نے اس کا مذاکرہ کیا تو بعض طلبہ نے راوی کا نام ابوسلمہ اور بعض نے سعید بتایا، زہری موجود تھے انھوں نے کہا کہ بچے! تم کیا کہتے ہو؟ میں نے بتایا کہ عَن کُلاھما، (بضم الکاف) تو زہری میرے حفظ وضبط پر تعجب کرکے میری لفظی غلطی پر ہنسنے لگے۔ [1]

تابعین کے دور میں عام طور سے بلوغ کے بعد حدیث کے سماع وتحمل کا رواج تھا، اس سے پہلے حفظِ قرآن اور عبادات کا اہتمام ہوتا تھا، ابوالاحوص کہتے ہیں کہ آدمی بیس سال کی عمر تک عبادت کرتا تھا، اس کے بعد حدیث کی تعلیم حاصل کرتا تھا، سفیان ثوری کا بھی یہی قول ہے، ابوطالب بن نصر کا قول ہے کہ بیس سال کی عمر میں حدیث کی تعلیم بہتر ہے کیونکہ اس عمر میں عقل پختہ ہوجاتی ہے، اس سے پہلے قرآن اور فرائض یاد کرنا بہتر ہے۔ موسیٰ بن ہارون کہتے ہیں کہ اہلِ بصرہ دس سال کی عمر میں، اہل کوفہ بیس سال کی عمر میں اور اہل شام تیس سال کی عمر میں حدیث کی تعلیم حاصل کرتے تھے، کچھ اہل علم اس کے لئے پندرہ اور تیرہ سال بتاتے ہیں، خطیب نے ان اقوال کو نقل کرکے لکھا ہے۔

وقال جمهور العلماء يصح السماع	جمہور علماء نے کہا ہے کہ اس سے کم عمر والے
لمن سنه دون ذلك، وهذا هو	کا سماعِ حدیث صحیح ہے اور ہمارے نزدیک
عندنا الصواب۔ [2]	یہی بہتر ہے۔

اس زمانہ میں طلبہ سے کہا جاتا تھا کہ علم حاصل کرو، اور علم کے لئے سکینہ ووقار اور علم وبُردباری سیکھو، جس سے علم حاصل کرو، اس کے لئے متواضع بنو، اور چاہئے کہ پڑھانے والا تم لوگوں کے لئے متواضع ہو۔

---

[1] الکفایہ فی علم الروایہ ص۶۲ و ص۶۱، [2] الکفایہ ص۵۵،

مسعر بن کدام نے ایک باحیثیت شخص کو دیکھا جس کے بدن پر بہترین کپڑے تھے، اس سے پوچھا کہ تم حدیث کے طالب علم ہو؟ اس نے کہا کہ ہاں تو مسعر بن کدام نے کہا۔

لو کنت من أصحاب الحدیث کنت مقنّعًا و کانت نعلك مخصوفةً — اگر تم حدیث کے طلبہ میں سے ہوتے تو چہرہ چھپائے ہوتے اور تمہارے جوتے سلے ٹکے ہوتے،

یعنی تم طلب حدیث میں محنت کرتے اس کے لئے سفر کرتے، اور اس طرح پہننے اوڑھنے کا اہتمام نہ کرتے، حفص بن غیاث کہتے ہیں کہ میں نے اعمش کے پاس جا کر کہا کہ آپ مجھ سے حدیث بیان کریں، انھوں نے کہا کہ کیا تم نے قرآن یاد کر لیا ہے؟ میں نے کہا نہیں، تو کہا جاؤ پہلے قرآن یاد کرو، پھر میرے پاس آؤ، میں تم کو حدیث کی تعلیم دوں گا، ان کی بات سن کر میں چلا گیا، اور قرآن یاد کر کے آیا تو انھوں نے مجھ سے قرآن پڑھوایا، میں نے پڑھا، پھر حدیث کا درس دیا، [1]

امام شعبیؒ کہتے کہ جو شخص عبادت اور عقل کا جامع ہوتا تھا وہی یہ علم حاصل کرتا تھا، اگر عاقل بلا عبادت ہوتا تو کہا جاتا تھا، کہ یہ شخص علم نہیں پا سکتا ہے، اور اگر عابد بلا عقل ہوتا تو کہا جاتا تھا کہ عقلاء کے علاوہ یہ علم کوئی حاصل نہیں کر سکتا پھر کہتے تھے کہ

فلقد رأیت الیوم یطلب مَن لا عقل لهٗ ولا نسك، [2] — میں آج دیکھ رہا ہوں کہ ایسا آدمی علم حاصل کر رہا ہے جس میں نہ عقل ہے اور نہ عبادت ہے،

ان تصریحات سے معلوم ہو سکتا ہے کہ پہلی اور دوسری صدی میں طالب علمی کے آداب و شرائط کیا تھے؟ اور طلب علم سے پہلے حقوق علم کی ادائیگی کا کس قدر اہتمام ہوتا تھا، اسی معیار کے مطابق علمِ دین کے طلبہ علومِ نبوت کے وارث بنے، اور تبع تابعین کے طبقہ میں علمی اور دینی سیادت و امامت کے مستحق ہوئے۔

---

[1] المحدث الفاصل ص۲۰۱ و ص۲۰۳ و ص۲۰۵، [2] تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص۷۷،

دینی ودنیاوی امور میں مرجعیت

مدینہ منورہ کے اہل علم ہر دینی و دنیاوی امر میں مرجع تھے اور خلفاء وامراء تک ان کے مشورہ اور فتویٰ پر عمل کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خاص طور پر اصحاب شوریٰ کے علاوہ ہر طبقہ کے علماء و قرّاء کو اپنی مجلس میں بلا کر اہم امور میں مشورہ لیتے تھے، امام زہری نے بیان کیا ہے۔

کان مجلس عمر مغتصًا من القرّاء شبابا وکھولًا فربما استشارھم،

حضرت عمر کی مجلس میں جوان اور عمر رسیدہ قرّاء کی بھیڑ رہا کرتی تھی اور آپ اُن سے بسا اوقات مشورہ لیا کرتے تھے

ان سے دوسری روایت میں ہے۔

فإن عمر بن الخطاب کان إذا نزل بہ الأمرُ المعضل دعا الفتیان فاستشارھم یتبغ حدّۃ عقولھم، [۱]

حضرت عمرؓ کے سامنے جب کوئی مشکل معاملہ آجاتا تھا تو نوجوانوں کو بلا کر ان سے مشورہ طلب کرتے اور ان کی تیزیٔ عقل سے کام لیتے تھے۔

اسی طرح اموی خلفاء و امراء اہل مدینہ سے رائے مشورہ لیتے تھے اور ان کی دینی رہنمائی میں خلافت و امارت کے امور انجام دیتے تھے، مروان بن حکم پہلی بار ۴۲ھ میں امیر مدینہ ہوا، اس کے بعد دوبارہ امیر ہوا، وہ اپنے دونوں دورِ امارت میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو اپنی مجلس میں جمع کر کے ان کے مشورہ پر عمل کرتا تھا، ابن سعد نے لکھا ہے۔

وکان مروان فی ولایتہ علی المدینۃ یجمع أصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یستشیرھم ویعمل بما یجمعون علیہ، [۲]

مروان اپنی امارتِ مدینہ کے زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو جمع کر کے ان سے مشورہ لیتا تھا اور جس بات پر وہ لوگ متفق ہو جاتے تھے اس پر عمل کرتا تھا۔

• صحابہ کے بعد مدینہ کے فقہائے سبعہ اور دوسرے اہلِ علم خلافت و امارت کے امور

---

[۱] جامع بیان العلم ج ۱ ص ۱۶۰، [۲] طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۴۳،

معاملات میں حکم اور فیصل تھے، اور امراء و عمّال ان سے ہر بات میں مشورہ لیتے تھے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ۸۶ھ سے ۹۳ھ تک مدینہ کے امیر رہے، اس پوری مدت میں وہ فقہائے سبعہ اور دوسرے قرار و فقہاء کے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے تھے، انھوں نے مدینہ آتے ہی نمازِ ظہر کے بعد ان دس[1] فقہاء و علماء کو جمع کیا، عروہ بن زبیر، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ، ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث، ابوبکر بن سلیمان بن ابوحثمہ، سلیمان بن یسار، قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق، سالم بن عبداللہ بن عمر بن خطاب، عبداللہ بن عامر بن ربیعہ، خارجہ بن زید بن ثابت رحمہم اللہ علیہم اور حمد و صلوٰۃ کے بعد مختصر سا خطبہ دیکر ان حضرات سے کہا۔

إنّي دعوتكم لأمرٍ توجرون عليه وتكونون فيه أعواناً على الحق، ما أريد أن أقطع أمراً إلّا برأيكم، أو برأي من حضر منكم، فإن رأيتم أحداً يتعدّى، أو بلغكم عن عاملٍ لي ظلامة فاحرّج بالله على أحدٍ بلغه ذٰلك إلّا بلّغني فجزوه خيراً وتفرقوا، [1]

میں نے آپ لوگوں کو ایک کام کیلئے بلایا ہے جس میں آپ لوگوں کیلئے اجر و ثواب ہوگا اور آپ لوگ حق کے حامی و ناصر ہوں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ سب کی رائے یا آپ میں سے جو حاضر ہو اس کی رائے کے بغیر کسی بات کا قطعی فیصلہ نہ کروں، اگر کسی کو دیکھیں کہ سرکشی کر رہا ہے، یا میرے ماتحت حاکم کی طرف سے آپ لوگوں کو ظلم و زیادتی کی خبر پہونچے تو میں ہر ایسے واقف کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ اس کی خبر مجھے دے۔ یہ سن کر لوگوں نے ان کو دعا دی اور اور مجلس برخاست ہوگئی۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

ایک روایت میں اختصار کے ساتھ ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے مدینہ آکر وہاں کے دس[1] فضلاء کو بلایا اور ان سے کہا کہ آپ حضرات کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں آپ لوگوں کے رائے مشورہ کے بغیر کوئی کام نہیں کروں گا، اس لئے مجھے مشورہ دیتے رہیں، اس پر

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۳۳۴

ان لوگوں نے ان کو دعا دی [۱]

اس کے بعد حضرت عمرؒ بن عبد العزیز ان حضرات سے ہر معاملہ میں مشورہ لیتے تھے، اور بوقتِ ضرورت مجلسِ شوریٰ منعقد کرتے تھے،

۹۱ھ میں خلیفہ ولید کے حکم سے عمر بن عبد العزیز نے مسجدِ نبوی کی جدید تعمیر کی، اس سے پہلے حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے اس کی تعمیر و توسیع کی تھی اور عہدِ نبوی کی مسجد کی اصلی جگہ مشتبہ ہو گئی تھی، اس لئے عمر بن عبد العزیز نے قاسم بن محمد، سالم بن عبد اللہ، نافع بن جبیر، عبید اللہ بن عبد اللہ، عبد اللہ بن عامر، اور خارجہ بن زید کو بلایا، ان حضرات نے عہدِ نبوی کی اصل مسجد کی حد بتائی تو اسی کے مطابق تعمیر کا نقشہ تیار کیا گیا، [۲]

مجمع الفقہ الاسلامی

اس کے علاوہ حوادث و نوازل اور نئے مسائل کے متعلق فقہائے سبعہ جمع ہو کر کتاب و سنت اور تعاملِ صحابہ کی روشنی میں غور و فکر اور بحث و مباحثہ کرتے تھے، اور اس "مجمع الفقہ الاسلامی" کے فیصلہ اور فتویٰ کے مطابق عمل ہوتا تھا، حتیٰ کہ قاضی بھی ایسے معاملات میں اسی فیصلہ کو عدالت سے نافذ کرتے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ بیان کرتے ہیں،

کان فقہاء المدینۃ سبعۃ، وکانوا اذا جاءتھم المسألۃ دخلوا فیھا جمیعاً فنظروا فیھا، ولا یقضی القاضی حتیٰ یرجع إلیھم فینظرون فیھا فیصدرون [۳]	مدینہ کے فقہاء سات تھے، جب کوئی مسئلہ ان کے سامنے آتا تو یہ سب حضرات جمع ہو کر اس میں غور کرتے، قاضی بھی ایسے مسئلہ میں ان ہی کی طرف رجوع کرتا تھا اور جب تک وہ غور و خوض کر کے فتویٰ صادر نہیں کرتے تھے فیصلہ نہیں کرتا تھا

یہ فقہی اور تحقیقی مجلس عام طور سے مسجدِ نبوی میں منعقد ہوتی تھی، اور حسبِ ضرورت دوسرے مقامات پر بھی اس کا انعقاد ہوتا تھا،

[۱] الاخبار الطوال ص۳۱۳، [۲] کتاب المناسک امام حربی ص۳۶۶، [۳] تہذیب التہذیب ج ۳ ص۴۳۷ وسیر اعلام النبلاء ج ۴ ص۔۔ ذکر سالم بن عبد اللہ بن عمر،

مدینہ کے یہ فقہائے سبعہ حضرت زید بن ثابت کے تلامذہ اور ان کے فقہی مسلک کے حامل و ناشر تھے، ان کے نام یہ ہیں (۱) سعید بن مسیب متوفی ۹۴ھ (۲) عروہ بن زبیر متوفی ۹۴ھ، (۳) قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق متوفی ۱۰۶ھ (۴) خارجہ بن زید بن ثابت متوفی ۱۰۰ھ (۵) ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث متوفی ۹۴ھ (۶) سلیمان بن یسار ہلالی متوفی ۱۰۷ھ (۷) عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ متوفی ۹۸ھ رحمہم اللہ یہی حضرات اس مجمع الفقہ الاسلامی کے ذمہ دار ارکان تھے، اور ان ہی کے فتوے اور فیصلے بلاچون و چرا تسلیم کئے جاتے تھے۔

علمی و دینی مجالس

اس دور میں مدینہ منورہ میں اہلِ علم اپنے اپنے ذوق کے مطابق دینی، علمی، ادبی مجلسیں قائم کرتے تھے، حدیث و تفسیر، فقہ و فتویٰ سیر و مغازی، شعر و ادب، ایام و حروب اس دور کے دلچسپ موضوع تھے، اور ہر ایک کیلئے علیحدہ علیحدہ حلقے قائم ہوتے تھے، ان میں ہر طبقہ کے علماء و فضلاء شریک ہو کر دینی و علمی مذاکرہ کرتے تھے۔ ان ہی میں مجلسِ قلادہ تھی جو مسجدِ نبوی میں اسطوانۂ وفود کے پاس ہر رات منعقد ہوتی تھی، جس میں اجلۂ صحابہ اور اعیان و اشراف اہل علم شریک ہوتے تھے، اور ان یواقیت و جواہر کی وجہ سے اس میں بڑا حسن و جمال تھا، اسی لئے اس کو مجلس القلادہ کہتے تھے، حضرت معاویہ ملک شام جانے کے بعد اس کو یاد کرکے کہا کرتے تھے کہ جب تک مجلس قلادہ جاری رہے گی مدینہ آباد رہے گا۔[1]

تعلیمی و تربیتی درسگاہیں

ان مجلسوں میں علماء، فقہاء، مشائخ اور ان کے معاصرین شریک ہو کر ہر قسم کے موضوعات پر بحث و تحقیق کرتے تھے، ان کے علاوہ تعلیم و تربیت کی مجلسیں اور حلقے مستقل طور سے جاری تھے، جن میں صحابہ کے تلامذہ تبع تابعین کو علومِ نبوت کی تعلیم دیتے تھے، امام ابن ابو حاتم رازیؒ لکھتے ہیں۔

---

[1] کتاب المنمق ص۴۴۵ تا ص۴۴۹۔

فخلف بعدھم التابعون الذین اختارھم اللہ عزوجل لإقامۃ دینہ وخصّھم بحفظ فرائضہ وحدودہ وأمرہ ونھیہ وأحکامہ و سنن رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم وآثارہ فحفظوا عن صحابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانشروہ وبثوہ من الاحکام والسنن والآثار وسائر ما وصفنا الصحابۃ بہ رضی اللہ عنھم فاتقنوہ وعلموہ و فقھوا فیہ فکانوا من الاسلام والدین ومراعاۃ امر اللہ عزوجل ونھیہ بحیث وضعھم اللہ عزوجل ونصبھم لہ اذ یقول اللہ «والذین اتبعوہ باحسان، رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ»۔ [۱]

صحابہ کے بعد تابعین ان کے جانشین ہوئے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی اقامت اور اپنے فرائض، حدود، امر، نہی، احکام، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سنن وآثار کی حفاظت کیلئے پسند اور مخصوص کیا تھا، چنانچہ تابعین نے ان تمام احکام وسنن، آثار وغیرہ کو یاد رکھا جن کو صحابہ رضی اللہ عنہم نے سکھایا پڑھایا اور عام کیا تھا، اس کو اچھی طرح حاصل کر کے تفقہ سے کام لیا، اور اسلام، دین اور اللہ کے امر و نہی کی حفاظت کے معاملہ میں اسی مقام و منصب پر رہے جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو رکھا تھا ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے — والذین اتبعوہ بإحسان رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ،

چنانچہ حضرات تابعین اپنے دینی و علمی اعمال وخدمات میں اس منصب ومقام پر پورے اُترے اور ہر قسم کے شکوک وشبہات سے پاک رہے، البتہ اس دور میں بعض اہل علم تفقہ، علم، حفظ و اتقان میں تابعین کے مرتبہ کے نہیں تھے، اور ان کے بارے میں مزید محتاط رویہ اختیار کیا گیا،

تابعین کے بعد اتباع تابعین ان کے جانشین ہوئے اور انھوں نے بھی اپنے اساتذہ ومشائخ کے مطابق حلقات ومجالس قائم کئے، ان کی درسگاہوں کا وہی انداز تھا جو صحابہ وتابعین کے دور میں پایا جاتا تھا، اسی کے ساتھ عقلی وذہنی فتن وافکار کے سدباب

---

[۱] تقدمۃ الجرح والتعدیل ص ۸ وص ۹،

میں مزید احتیاط برتی جاتی تھی،

مدینہ منورہ مدینۃ الدین والعلم تھا، یہیں سے پورے عالم اسلام میں دین اور علم دین کی اشاعت ہوئی اور یہیں کے قُرّاء، فقہاء اور علماء کے تلامذہ واصحاب نے اپنے اپنے حلقوں اور علاقوں میں علم دین پھیلایا، اس کے بعد مکہ مکرمہ دینی وعلمی مرکز تھا، حجاز میں ان کے علاوہ کسی مقام کو مرکزی حیثیت حاصل نہیں تھی، عراق میں کوفہ اور بصرہ اور شام میں مختلف شہروں میں صحابہ اور تابعین کے تعلیمی حلقے قائم تھے، اس کے بعد مصر میں تعلیمی سرگرمی جاری تھی، عجم میں خراسان کا علاقہ دینی علوم کا مرکز تھا، پہلی اور دوسری صدی تک یہی صورت رہی،

درسگاہ حضرت سعید بن مسیبؒ

سید التابعین حضرت سعید بن مسیب متوفی ۹۴ھ رحمۃ اللہ علیہ کی علمی جلالت کا یہ عالم تھا کہ حضرت عبداللہؓ بن عمر ان سے اپنے والد حضرت عمرؓ کے اقوال وآراء معلوم کرتے تھے، اجلہ صحابہ سے روایت کی تھی، ان کی مجلس درس مسجد نبویؐ میں منعقد ہوتی تھی، جس کی کیفیت یہ تھی،

كان سعيد بن المسيب يركع ركعتين، ثم يجلس فيجتمع اليه ابناء اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم من المهاجرين والانصار، فلا يجترئ احد منهم ان يسأله شيئاً الا ان يبتدئهم او يجيئه سائل فيسأل فيسمعون[1]

سعید بن مسیب مسجد نبویؐ میں آکر دو رکعت نماز پڑھتے، پھر مجلس میں بیٹھ جاتے، اور ان کے پاس مہاجرین اور انصار صحابہ کی اولاد آکر جمع ہوجاتی، ان میں سے کوئی شخص ان سے سوال کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا تھا، البتہ وہ خود ہی ابتداء کرتے تھے، یا کوئی سائل آکر

[1] ادب الاملاء والاستملاء، سمعانی ص ۳۶ طبع لائڈن،

سوال کرتا اور حاضرین ان سے جواب سنتے تھے،

ایک مرتبہ خلیفہ عبدالملک بن مروان مدینہ آیا اور قاصد کو حکم دیا کہ مسجد نبوی سے کسی عالم کو بلا لاؤ، اس نے آکر سعید بن مسیب سے کہا کہ امیر المومنین یاد کر رہے ہیں، اس وقت وہ اپنے حلقہ میں درس دے رہے تھے، جانے سے صاف انکار کر دیا، خلیفہ کو جب اس کی خبر ہوئی تو کہا کہ یہ سعید بن مسیب ہیں، ان سے تعرض نہ کرو،

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز امارتِ مدینہ کے دور میں سعید بن مسیب کے مشورہ کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کرتے تھے، اس سلسلہ میں ایک مرتبہ ایک شخص کو کچھ باتیں معلوم کرنے کیلئے سعید بن مسیب کے پاس بھیجا تو وہ خود عمر بن عبدالعزیز کے پاس آگئے، تو انھوں نے معذرت کی اور کہا کہ

انما ارسلناه لیسألك فی مجلسك — ہم نے آدمی اسلئے بھیجا کہ آپ سے آپ کی مجلس میں جواب معلوم کر لے،

ان کے حلقۂ درس میں ہر طبقہ کے اہل علم بڑے ذوق وشوق سے شریک ہو کر استفادہ کرتے تھے، مکحول شامی کا بیان ہے۔

ما کان احدٌ یانف ان یاتی الی حلقة سعید بن المسیب، ولقد رأیتُ مجاهداً یقول لایزال الناس بخیر مابقی بین أظهرهم، — کوئی شخص سعید بن مسیب کے حلقہ میں آنے سے گریز نہیں کرتا تھا۔ میں نے مجاہد کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ جب تک سعید بن مسیب لوگوں کے درمیان موجود ہیں بخیر وعافیت رہیں گے۔

خلیفہ عبدالملک بن مروان نے اپنے دونوں بیٹوں ولید اور سلیمان کے حق میں لوگوں سے بیعت لی، مگر سعید بن مسیب نے بیعت کرنے سے انکار کر دیا، اس پر امیر مدینہ ہشام بن اسمٰعیل مخزومی نے ان کو تیس۳۰ درے رسید کرائے اور بازار میں گشت کرایا، اس زمانہ میں سعید بن مسیب اپنی مجلس میں تنہا بیٹھتے تھے کیونکہ لوگوں کو ان کی مجلس میں جانے سے منع کر دیا گیا تھا،

حادثہ حرہ سنہ ۶۳ھ میں وہ مسجد نبوی میں تنہا پڑے رہتے تھے، شامی فوجیں ان کو دیکھ کر بوڑھا پاگل کہتی تھیں۔ ان کا بیان ہے کہ اس زمانہ میں ہر نماز کے وقت روضۂ مطہرہ سے اذان و اقامت کی آواز آتی تھی، اور اسی کے مطابق میں نماز پڑھتا تھا، [1]

درسگاہ حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر

قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق مدنی متوفی سنہ ۱۰۸ھ رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوبکرؓ کے پوتے اور حضرت عائشہؓ کے بھتیجے ہیں، اجلۂ صحابہ و تابعین سے علم حاصل کیا، اپنی پھوپھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی احادیث کے اعلم الناس یعنی سب سے بڑے عالم تھے، فقہائے سبعہ میں ان کا مقام بہت بلند تھا، ان کی مجلس درس مسجد نبوی میں روضۂ شریفہ اور منبر کے درمیان خوخۂ عمر کے پاس منعقد ہوتی تھی، اسی مقام پر دوسرے وقت حضرت عمرؓ کے پوتے سالم بن عبداللہ بن عمر کی مجلس درس بھی منعقد ہوتی تھی، ابن سعد کا بیان ہے۔

وکان مجلس القاسم و سالم بن عبداللہ فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واحدًا ثم جلس فیہ بعدھا عبدالرحمٰن بن القاسم، وعبید اللہ بن عبداللہ بن عمرؓ ثم جلس فیہ بعدھا مالک بن انس فکان تجاہ خوخۃ عمر بین القبر والمنبر [2]

قاسم اور سالم بن عبداللہ کی مجلس درس مسجد نبوی میں ایک تھی، ان دونوں حضرات کے بعد عبدالرحمٰن بن قاسم، اور عبید اللہ بن عبداللہ بن عمر بیٹھے اور ان دونوں حضرات کے بعد اس میں مالک بن انس بیٹھے، یہ مجلس خوخۂ عمر کے سامنے قبر شریف اور منبر کے درمیان تھی،

اس مجلس میں حضرت قاسم بن محمد اپنے تلامذہ کے ساتھ عشار کے بعد حدیث و فقہ کا درس دیتے تھے اور حضرت سالم بن عبداللہ دن میں بیٹھتے تھے،

عن القاسم بن محمد انہ کان یتحدث

قاسم بن محمد اور ان کے تلامذہ عشار کے بعد حدیث

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۳۸۲ وج ۵ ص ۱۲۸ تا ص ۱۳۲، [2] طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۱۸۸، وص ۱۸۹، تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۶۵،

بعد العشاء الآخرة هو واصحابه۔ پڑھتے پڑھاتے تھے۔

اس کے علاوہ قاسم بن محمد کا معمول تھا کہ صبح کو مسجد نبوی میں بیٹھا کرتے تھے اور لوگ ان سے استفادہ کرتے تھے، اور مسائل دریافت کرتے تھے، عبدالرحمٰن بن ابوالموال کا بیان ہے۔

رأیت القاسم بن محمد یاتی المسجد اوّل النهار فیصلی رکعتین، ثم یجلس بین الناس فیسألونه	میں نے قاسم بن محمد کو دیکھا ہے کہ وہ دن کی ابتداء میں مسجد نبوی میں آکر دو رکعت نماز پڑھتے، پھر لوگوں کے درمیان بیٹھتے اور لوگ ان سے سوالات کرتے تھے

نیز ان کا بیان ہے کہ قاسم بن محمد صبح سویرے گھر سے مسجد نبوی میں آکر نماز پڑھتے تھے اور لوگوں کے درمیان بیٹھ جاتے تھے، ایک مرتبہ اثنائے درس میں ایک اعرابی نے قاسم بن محمد سے سوال کیا کہ آپ اور سالم میں کون بڑا عالم ہے؟ قاسم بن محمد سبحان اللہ کہہ کر خاموش رہے، اعرابی نے پھر یہی سوال کیا تو کہا کہ یہ بات تم سالم ہی سے معلوم کرو، اس واقعہ کے راوی محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ قاسم اپنے کو سالم سے بڑا عالم کہنا نہیں چاہتے تھے کیونکہ اس میں خود ستائی تھی، اور یہ بھی کہنا نہیں چاہتے تھے کہ سالم مجھ سے بڑے عالم ہیں کیونکہ یہ بات خلافِ واقعہ ہوتی [1]

ابن عون کا بیان ہے کہ میں قاسم بن محمد کی مجلسِ درس میں تھا، ایک شخص نے ان سے کوئی مسئلہ معلوم کیا تو انھوں نے کہا کہ میں اس بارے میں تسلی بخش جواب نہیں دے سکتا، اس پر اس شخص نے کہا کہ میں تو آپ ہی کے پاس آیا ہوں، آپ سے بڑا عالم کسی کو نہیں جانتا، قاسم بن محمد نے کہا کہ تم میری لمبی ڈاڑھی اور میرے گرد لوگوں کی بھیڑ کو نہ دیکھو، واللہ میں تمہارے سوال کا شافی جواب نہیں دے سکتا ہوں، اس وقت قاسم بن محمد کے پہلو میں ایک قریشی بزرگ بیٹھے تھے، انھوں نے قاسم بن محمد سے یہ جملہ سن کر کہا کہ بھتیجے! میں نے

---

[1] تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۳۳۴۔

تم کو آج سے زیادہ قابل احترام کسی دن مجلس میں نہیں دیکھا، تم اسی روش پر قائم رہو، قاسم بن محمد نے کہا کہ جس بات کا مجھے علم نہیں ہے میرے نزدیک اس میں کلام کرنے سے بہتر یہ ہے کہ میری زبان کاٹ لی جائے۔ [1]

جیسا کہ معلوم ہوا قاسم بن محمد کے انتقال کے بعد ان کی مجلس میں صاحبزادے عبدالرحمٰن بن قاسم نے بیٹھ کر درس دیا اور اپنے والد کی جانشینی اور نیابت کا پورا حق ادا کیا، امام مالکؒ نے کہا ہے۔

لم یخلف احد أباه فی مجلسه الا عبد الرحمٰن۔	عبدالرحمٰن کے علاوہ کوئی شخص اپنے باپ کی مجلس کا صحیح جانشین نہیں ہوا۔

عبدالرحمٰن نے اپنے والد، سعید بن مسیب، سالم بن عبداللہ بن عمر، نافع مولیٰ ابن عمر، عبداللہ بن عبداللہ بن عمر وغیرہ سے روایت کی ہے۔ اہل علم میں ان کی بڑی قدر و منزلت تھی، سفیان بن عُیینہ نے اُن کو اپنے زمانہ میں علم و فضل میں سب سے اعلیٰ بتایا ہے۔

درسگاہ حضرت سالم بن عبداللہ بن عمرؓ

سالم بن عبداللہ بن عمر متوفی ۱۰۶ھ رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمرؓ کے پوتے ہیں، بعض علماء نے ان کو فقہائے سبعہ میں شمار کیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادوں میں اُن کے مشابہ سب سے زیادہ یہی عبداللہ تھے، اور عبداللہ کے صاحبزادوں میں ان کے مشابہ سب سے زیادہ یہی سالم تھے، اہل مدینہ باندیوں کو اپنے گھر میں رکھنا پسند نہیں کرتے تھے، مگر جب ان کے بطن سے سالم بن عبداللہ بن عمر، علی بن حسین زین العابدین، اور قاسم بن محمد بن ابوبکر جیسے اربابِ علم و فضل اور عبادت و تقویٰ میں بے مثل حضرات پیدا ہوئے تو اہل مدینہ کو ان کی طرف رغبت ہو گئی، امام مالکؒ کا قول ہے کہ سالم اپنے دور میں علم و فضل،

---

[1] جامع بیان العلم ج ۲ ص ۵۳۔

زہد و تقویٰ میں سلف صالحین کا پرتو تھے، ان اوصاف میں کوئی مثل نہیں تھا۔[1]

انھوں نے اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عائشہ، حضرت ابوہریرہ، حضرت رافع بن خدیج حضرت سفینہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، رضی اللہ عنہم سے روایت کی تھی، ان کا رنگ مائل بہ سیاہی تھا، عادات بدویانہ تھے، خشک زندگی بسر کرتے تھے، تواضع کا یہ حال تھا کہ موٹے کپڑے پہنتے تھے، اپنے ہاتھ سے اپنے اونٹ کو کھلاتے پلاتے تھے، حضرت عبداللہ اپنے اس صاحبزادے سے بہت مانوس تھے، کہا کرتے تھے،

یلومونني في سالم وألومهم، وجلدة بين العين والانف سالم

حضرت سالم ایک مرتبہ اپنے پھٹے پرانے لباس میں خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کے یہاں گئے تو اس نے ان کو اپنے ساتھ تختِ خلافت پر بیٹھایا، خلیفہ نے پوچھا کہ آپ کیا کھاتے ہیں؟ بتایا کہ روٹی اور روغن زیتون، اور جب گوشت مل جاتا ہے تو اس کو بھی کھالیتا ہوں،[2]

حضرت سالم بن عبداللہ کی مجلسِ درس مسجدِ نبویؐ میں منعقد ہوتی تھی اور دن میں وہ وہاں درس دیتے تھے اور اسی مجلس میں رات میں قاسم بن محمد درس دیتے تھے،

وكان مجلس القاسم وسالم بن عبدالله في مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم واحدًا۔ فكان تجاه خوخة عمر بين القبر والمنبر[3]	مسجد نبویؐ میں خوخہ عمر کے سامنے قبر شریف اور منبر کے درمیان قاسم بن محمد اور سالم بن عبداللہ کی مجلس ایک ہی تھی،

حضرت سالم کی وفات کے بعد ان کے بھائی عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر رحمۃ اللہ علیہ ان کی مجلس کے وارث اور جانشین ہوتے، انھوں نے اپنے والد اور حضرت ابوہریرہ وغیرہ سے روایت کی ہے، ثقہ تابعی عالم ہیں،

---

[1] تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۴۳۷، [2] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۸۳، [3] طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۱۸۹۔

درسگاہ حضرت عُروہ بن زبیرؓ

حضرت عروہ بن زبیر بن عوام متوفی ۹۴ھ رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان ابتدائے اسلام ہی سے علم و فضل، اور مجد و شرف میں مشہور تھا، انھوں نے حضرت زید بن ثابت اور بہت سے صحابہ اور صحابیات سے روایت کی ہے، اپنی خالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تفقہ کی تعلیم پائی ہے۔

ان کی مستقل درسگاہ کتاب عروہ کے نام سے مصلی (مسجد غمامہ) کے قریب حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت عمار بن یاسرؓ کے مکان کے پاس تھی، وہ اسی میں مستقل طور سے تعلیم دیتے تھے،

صاحبزادے ہشام بن عروہ بیان کرتے ہیں کہ والد مجھے اور میرے بھائیوں عبداللہ عثمان، اسمٰعیل وغیرہ کو بلاکر کہا کرتے تھے کہ تم لوگ طالب علموں کے ساتھ بیٹھکر میرے سامنے بھیڑ نہ لگاؤ، میں تنہا رہوں تو آکر مجھ سے سوالات کیا کرو، اور جب ہم لوگ جاتے تو پہلے حدیث بیان کرتے پھر علحدہ علحدہ باب اور عنوان سے طلاق، خلع، حج، اور ہدی اور دوسری باتوں کی تعلیم دیتے تھے، آخر میں ہم سب سے سبق سنتے تھے۔ اور میرے یاد کرنے پر خوش ہوتے تھے۔ واللہ ہم نے ان سے حدیثوں کا ایک حصہ بھی نہیں سنا،

نیز ان کا بیان ہے کہ والد ہم سے کہا کرتے تھے کہ تم لوگ علم حاصل کرو، ہم لوگ اصاغر قوم تھے مگر آج اکابر قوم بن گئے ہیں، تم لوگ آج اصاغر قوم ہو، کل اکابر قوم بن جاؤ گے، علم حاصل کرو، قوم کے سردار بن جاؤ گے، اور قوم تمہاری محتاج ہوگی۔ [1]

عروہ بن زبیر کی تمام کتابیں حادثۂ حرہ ۶۳ھ میں جلادی گئی تھیں، کہا کرتے تھے کہ اے کاش! میرے اہل اور مال کے بجائے وہ کتابیں میرے پاس ہوتیں، اسی میں

---

[1] تاریخ کبیر ج ۴ قسم ۱ ص ۳۲، وجامع بیان العلم ج ۱ ص ۱۱۱،

ان کی کتاب المغازی بھی تھی،

ابن سعد نے ان کے بارے میں لکھا ہے۔

کان ثقة، کثیر الحدیث، فقیھاً، عالماً، ثبتاً، ماموناً،

ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ جب عروہ کوئی حدیث بیان کرتے ہیں اور بعد میں عمرہ بنت عبدالرحمٰن اسی کو بیان کرتی ہیں تو ان کی حدیث کی تصدیق عروہ کی حدیث کرتی ہے، عروہ کو میں نے بحر ناپیدا کنار پایا ہے۔ قبیصہ بن ذویب کہتے ہیں کہ عروہ حضرت عائشہؓ سے علم حاصل کرنے کی وجہ سے ہم پر غالب رہتے ہیں۔ حضرت عائشہ اعلم الناس تھیں، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے پوتے عبدالرحمٰن بن حمید کا بیان ہے کہ میں نے اکابر صحابہ کو عروہ سے علمی سوال کرتے ہوئے دیکھا ہے، سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ عروہ، عمرہ اور قاسم تینوں حضرت عائشہ کی احادیث کے سب سے بڑے عالم تھے،

حضرت عروہ کا شمار مدینہ کے فضلاء وعقلاء میں تھا، اپنے دور کے فتنوں سے دور رہے، وادیٔ عقیق میں ان کے باغات، قصر عروہ، اور بئر عروہ جیسے شاندار اموال تھے[1] روزانہ رات میں نفل نماز میں چوتھائی قرآن پڑھتے تھے، اس میں فرق نہیں ہوتا تھا۔ البتہ جس دن ان کا پاؤں پھوڑے کی وجہ سے کاٹا گیا، ان میں ناغہ ہو گیا تھا،

درسگاہ حضرت ابن شہاب زہری

حضرت محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن شہاب زہری متوفی ۱۲۴ھ رحمۃ اللہ علیہ ابن شہاب زہری کے لقب سے مشہور ہیں، عالم الحجاز والشام ہیں، حضرت زید بن ثابتؓ کے علم وفقہ کے ترجمان اور حدیث وفقہ میں اپنے وقت کے مسلم امام ہیں۔ انھوں نے عمر بن عبدالعزیز کے حکم سے احادیث کے جمع وترتیب کی خدمت انجام دی ہے ان کے بڑے مناقب وفضائل ہیں

[1] تہذیب التہذیب ج ۷، ص ۱۸۱،

مدینہ سے ملک شام چلے گئے تھے۔

مدینہ میں ان کا مکان قبیلہ بنو الدیل میں تھا، اور وہیں ان کا حلقۂ درس قائم ہوتا تھا، عبد الواحد بن زیاد کا بیان ہے کہ میں نے معمر بن راشد سے پوچھا کہ آپ نے ابن شہاب سے کس طرح حدیث سنی ہے؟ انھوں نے بتایا کہ میں بنو طاحیہ کا غلام تھا، انھوں نے پارچہ فروشی کا کام دیا، اسی سلسلہ میں مدینہ آیا، یہاں میں نے ایک بزرگ کو دیکھا کہ لوگ ان سے حدیث پڑھ رہے ہیں، تو میں بھی ان کے ساتھ پڑھنے لگا۔[1]

امام مالکؒ کہتے ہیں کہ ابن شہاب زہری ایک مجلس میں عام طور سے تیس[30] حدیثیں بیان کرتے تھے، اور میں ہر حدیث پر دھاگے میں گرہ لگا لیتا تھا اور ان سب کو یاد کر لیتا تھا، ایک مرتبہ ایک حدیث بھول گیا، میں نے ابن شہاب سے اس کو معلوم کیا تو انھوں نے کہا کہ کیا تم مجلس میں نہیں تھے؟ کیوں یاد نہیں کیا؟ میں نے کہا کہ تیس[30] حدیث میں سے ایک حدیث بھول گیا ہوں، اس پر زہری نے کہا کہ لوگوں کا حافظہ جاتا رہا، میں نے جو کچھ یاد کیا اس کو کبھی نہیں بھولا۔

امام مالک ہی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں اور ربیعہ رائی دونوں ابن شہاب زہری کی مجلس میں گئے، اور انھوں نے چالیس[40] سے زائد احادیث بیان کیں، جب ہم دو کر دن گئے تو کہا کہ تم اپنی کتاب میں دیکھو کہ کل میں نے کیا بیان کیا تھا، ربیعہ رائی نے کہا کہ یہاں ایسا شخص موجود ہے جو کل کی بیان کی ہوئی تمام حدیثوں کو سنا سکتا ہے۔ ابن شہاب نے پوچھا وہ کون ہے؟ ربیعہ رائی نے میرا نام لیا اور میں نے وہ تمام حدیثیں سنا دیں تو ابن شہاب نے کہا کہ میں نہیں جانتا تھا کہ میرے علاوہ کسی اور شخص کا حافظہ اتنا قوی ہے۔[2]

امام زہری کے تلامذہ میں عقیل بن خالد ایلی سفر حضر میں ان کے ساتھ رہا کرتے تھے، ملک شام کے مقام ایلہ میں زہری کی جاگیر تھی جہاں وہ جایا کرتے تھے، اور عقیل بن خالد

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۱۱، [2] ترتیب المدارک ج ۱ ص ۱۳۰۔

وہاں ان سے حدیث لکھا کرتے تھے، اس لئے زہری کے تلامذہ میں ان کو اہمیت حاصل تھی[1]

سفیان بن عیینہؒ کہتے ہیں کہ زہری مکہ میں باب الصفا کے پاس بیٹھے تھے، میں اُدھر سے گذر رہا تھا، ان کو دیکھ کر میں بھی بیٹھ گیا، انھوں نے کہا بچے! تم نے قرآن پڑھ لیا ہے؟ میں نے کہا ہاں، پھر کہا کہ فرائض سیکھ لیا ہے؟ میں نے کہا ہاں، تو کہا کہ حدیث کی تعلیم حاصل کرلی ہے؟ میں نے ہاں کہہ کر ابو اسحاق ہمدانی کا نام لیا، یہ سُن کر کہا کہ ابو اسحاق استاد ہیں،

ایک مرتبہ امام زہریؒ نے چند احادیث بیان کیں جن کو ان کے حلقہ نشینوں نے کم سمجھا، امام زہری نے ان سے کہا کہ تم لوگوں کو بے محنت حدیث مل رہی ہے تو کم سمجھتے ہو۔ اس سے کم کیلئے آدمی مدینہ کا سفر کرتا تھا، ان کے تلامذہ ان کی حدیثوں کو کتاب میں لکھکر لاتے تھے جس کو زہری خود نہیں پڑھتے تھے اور تلامذہ ان کو پڑھ کر سُناتے تھے اور کہتے تھے کہ کیا ہم ان حدیثوں کو آپ کی روایت سے لے لیں؟ تو کہتے تھے کہ ہاں، معمر کہتے ہیں کہ ہم سمجھتے تھے کہ ہم نے زہری سے بہت زیادہ علم حاصل کرلیا ہے، مگر خلیفہ ولید بن یزید کے مرنے کے بعد اس کے سرکاری خزانے سے زہری کی کتابیں اس قدر زیادہ نکلیں کہ جانوروں پر لادی گئیں،[2]

مدرسہ حضرت ربیعہ رائی

حضرت ربیعہ بن ابو عبدالرحمٰن فروخ تیمی، مولی آل منکدر متوفی ۱۳۶ھ رحمۃ اللہ علیہ ربیعۃ رائی کے لقب سے مشہور ہیں، حضرت انس بن مالک، سائب بن یزید، سعید بن مسیب، قاسم بن محمد بن ابوبکر، اور دیگر اکابر تابعین سے روایت کی ہے، امام ربیعہ رائی کا حلقہ درس مسجد نبوی میں قائم ہوتا تھا، جس میں اعیان واشراف کثیر تعداد میں شریک ہوتے تھے۔

---

[1] الجرح والتعدیل ج ۳ قسم ۲ ص ۴۴۳، [2] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۰۲،

تذکرۃ الحفاظ میں ہے

ھو صاحب الفتوی بالمدینۃ کان یجلس الیہ وجوہ الناس، وبہ تفقہ مالک [1]	وہ مدینہ کے مفتی تھے، ان کی مجلس میں اعیان اشراف بیٹھتے تھے، اور امام مالک نے ان ہی سے تفقہ کی تعلیم حاصل کی ہے۔

اور العبر فی خبر من غبر میں ہے

وکانت لہ حلقۃ للفتوی، [2]	ان کے فتویٰ کا حلقہ تھا۔

ابن حجر کا بیان ہے۔

ادرک بعض الصحابۃ والاکابر من التابعین وکان صاحب الفتوی بالمدینۃ، وکان یجلس الیہ وجوہ الناس بالمدینۃ، وکان یحصی فی مجلسہ اربعون معتما، [3]	ربیعہ نے بعض صحابہ اور اکابر تابعین کو پایا ہے مدینہ کے صاحب فتویٰ تھے، ان کے پاس مدینہ کے اعیان واشراف بیٹھتے تھے۔ ان کی مجلس میں چالیس عمامہ پوش حضرات شمار میں آتے تھے۔

حلقۂ درس قائم کرنے سے پہلے ایک زمانہ تک رات دن عبادت وریاضت میں زندگی بسر کی، اس کے بعد مجلسِ درس میں بیٹھے تو بڑی سمجھ بوجھ کے ساتھ تعلیمی خدمت انجام دی، اور بڑے بڑے ائمۂ دین ان کی مجلس سے اُٹھے، اسی کے ساتھ جود وسخا اور دریا دلی میں بہت آگے تھے، اپنے حلقہ نشینوں اور شاگردوں پر چالیس ہزار دینار خرچ کئے۔

کان من الاجواد، انفق علی اخوانہ اربعین الف دینار، [4]	وہ مدینہ کے اجواد واسخیار میں تھے، انھوں نے شاگردوں پر چالیس ہزار دینار خرچ کئے۔

امام مالکؒ نے تفقہ کی تعلیم ربیعہ رائی ہی سے پائی ہے، کہتے تھے کہ ربیعہ کے بعد

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۴۹، [2] العبر ج ۱ ص ۱۸۳، [3] تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۵۸، [4] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۴۹

فقہ کی حلاوت جاتی رہی، اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ میں علم حاصل کروں گا، والدہ نے کہا کہ آؤ علمی لباس پہن لو، اور مجھکو اٹنگا کپڑا پہنا کر سر پر عمامہ باندھا اور کہا کہ جاؤ اب علم حاصل کرو، اسی کے ساتھ والدہ نے تاکید کی کہ تم ربیعہ کی مجلس میں جاؤ اور ان کے علم سے پہلے ان کا ادب سیکھو، ربیعہ رائی کے ایک حلقہ نشین زبیری کہتے ہیں کہ میں نے ربیعہ رائی کے حلقہ میں مالک کو بچپن میں دیکھا ہے جب کہ اُن کے کان میں بُندا تھا۔ [1]

---

[1] ترتیب المدارک ج ۱ ص ۱۲۱۔

درسگاہ حضرت اسلم عدوی

حضرت اسلم عدوی متوفی درمیان ۱۶۰ھ و ۱۷۰ھ رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمرؓ کے غلام ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ہے۔ انھوں نے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت معاذ بن جبل، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہم سے حدیث کی روایت کی ہے ان کی مجلسِ درس مسجد نبویؐ میں منبر کے پاس منعقد ہوتی تھی، اسلم عدوی نے درس میں ایک حدیث بیان کی، حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا کہ ابو اسامہ! یہ حدیث کس راوی کی ہے؟ انھوں نے جواب دیا۔

یا اخی! ماکنا نجالس السفہاء۔ بھائی! ہم لوگ بیوقوفوں کے پاس نہیں بیٹھتے تھے۔

اسلم عدوی کے حلقۂ درس میں نامی گرامی اہل علم وفضل شریک ہوتے تھے، ان ہی میں امام زین العابدین علی بن حسین بھی تھے، جو بظاہر ان کے علم وفضل اور حسب و نسب کے خلاف معلوم ہوتا تھا، اس پر ایک قریشی نے ان سے کہا کہ آپ اہلِ قریش کی مجلس چھوڑ کر بنی عدی کے ایک غلام کی مجلس میں بیٹھتے ہیں؟ امام زین العابدین نے جواب دیا کہ انسان کو جہاں سے نفع پہونچتا ہے وہیں بیٹھتا ہے [1] بعض روایات میں ہے کہ یہ واقعہ اسلم عدوی کے صاحبزادے زید بن اسلم عدوی کی مجلس کا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کا حلقۂ وعظ اسلم عدوی کی مجلس کے قریب ہی قائم ہوتا تھا، عطاء بن ابو مروان اسلمی بیان کرتے ہیں کہ

انہ سمعہ وھو فی مجلسِ اسلم و مجلسھم قریب من المنبر۔ وابو ھریرۃ یخطب الناس، ثم التفت الی مجلس اسلم	وہ اسلم کی مجلس میں موجود تھے، ان لوگوں کی مجلس منبر کے قریب منعقد ہوتی تھی، ابوہریرہؓ پاس ہی لوگوں کو وعظ سنا رہے تھے، انھوں نے

[1] طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۲۱۶۔

فیقول موتوا مروات اسلم موتوا ثلاث مرات - یا معشر اسلم موتوا، ویموت ابوھریرۃ۔ [1]	اسلم کی مجلس کی طرف متوجہ ہو کر تین بار کہا کہ اے تلامذۂ اسلم! مرجاؤ، اے جماعت اسلم! مرجاؤ اور ابوہریرہ بھی مرجائے گا،

حضرت اسلم عدوی کے بعد ان کی مجلس میں صاحبزادے زید بن اسلم عدوی متوفی ۱۳۶ھ رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے وہ تفسیر اور حدیث و فقہ کے مشہور عالم تھے، اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابوہریرہ، حضرت جابر، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی تھی، والد کی طرح ان کی مجلس درس بھی مسجد نبوی میں بڑی پُر وقار ہوتی تھی، امام ذہبی نے تصریح کی ہے۔

وکان لہ حلقۃ العلم بمسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم،	ان کا حلقۂ علم مسجد نبوی میں قائم ہوتا تھا۔

نیز انھوں نے لکھا ہے۔

وکان لہ حلقۃ للفتویٰ والعلم بالمدینۃ [2]	ان کے فتویٰ اور علم کا حلقہ مدینہ میں قائم ہوتا تھا۔

ان کے تلمیذ ابو حازم الاعرج کا بیان ہے کہ میں نے زید بن اسلم کی مجلس میں چالیس فقہاء کو دیکھا ہے جن کا حال یہ تھا کہ

ادنیٰ خصلۃ التواسی بما فی ایدینا، وما رأیتُ فیہ متماریین، ولا متنازعین فی حدیث لا ینفعنا۔ [3]	ہمارے پاس جو کچھ ہوتا اس سے ایک دوسرے کی مدد کرنا معمولی بات تھی، میں نے ان کی مجلس میں بیفائدہ بات میں لڑنے جھگڑنے والے نہیں دیکھے۔

زید بن اسلم کے زہد و تقویٰ اور علم و فضل کا رعب مجلس پر چھایا رہتا تھا ابن عجلان کا بیان ہے۔

ماھبتُ احداً قط ھیبتی زید بن اسلم، [4]	میں جتنا زید بن اسلم سے ڈرتا تھا کسی عالم سے نہیں ڈرتا تھا

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۳۳۵، [2] العبر ج ۱ ص ۱۸۳، [3] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۲۴، [4] تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۹۵

درسگاہ حضرت نافع مولیٰ ابن عمر

حضرت نافع مولیٰ عبداللہ بن عمر متوفی ۱۱۷ھ رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر تابعی فقیہ ہیں، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے اس عالم و فقیہ غلام پر بڑا ناز تھا، کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے نافع کے ذریعہ مجھ پر احسان کیا ہے۔ محدثین کے نزدیک مالك عن نافع عن ابن عمر، اصح الاسانید اور سلسلۃ الذہب ہے۔

حضرت نافع کا حلقہ درس صبح کو مسجد نبوی میں قائم ہوتا تھا، بعد میں جب آنکھوں سے معذور ہوگئے تو اپنے مکان میں جو جنۃ البقیع کی طرف تھا درس دیا کرتے تھے، امام مالکؒ کا بیان ہے۔

کنت آتی نافعًا وانا غلام حدیث اسن معی غلام فینزل ویحدثنی وکان یجلس بعد الصبح فی المسجد لا یکاد یاتیہ احدٌ فاذا طلعت الشمس قام وکان فی حیاۃ سالم لایفتی، وکان یلتفت بکساء اسود یضعہ علی فیہ ولا یکلم احدًا وکان صغیر النفس[1]

میں نافع کے یہاں آتا تھا، اس وقت میں نوعمر لڑکا تھا، میرے ساتھ خادم ہوتا تھا، وہ اوپر سے اتر کر مجھ سے حدیث بیان کرتے تھے اور صبح کے بعد مسجد نبوی میں بیٹھتے تھے، اس وقت ان کے پاس کوئی شخص نہیں آتا تھا، اور سورج نکلنے کے بعد اُٹھ جاتے تھے۔ سالم بن عبداللہ کی زندگی میں فتویٰ نہیں دیتے تھے، سیاہ کمبل میں چھپے رہتے تھے، ان کو منہ پر رکھے رہتے تھے۔ ہلکی پھلکی طبیعت کے آدمی تھے،

نیز امام مالکؒ کہتے ہیں کہ میں دوپہر میں جب کہ کہیں سایہ نہیں ہوتا تھا۔ نافع کے یہاں جاکر انتظار کرتا تھا۔ اور جب وہ باہر نکلتے تو ان سے تعرض نہیں کرتا تھا، گویا میں ان کے یہاں تعلیم حاصل کرنے نہیں آیا ہوں۔ سلام کر کے خاموش رہتا تھا اور ان کے ساتھ

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۹۶،

مسجد نبوی جاتا تھا، کچھ دور جانے کے بعد ان سے سوال کرتا کہ ان ان باتوں کے بارے میں عبداللہ بن عمرؓ نے کیا کیا بیان کیا ہے؟ اور نافع مجھکو جواب دیتے تھے، اور مسجد میں پہونچ کر تھوڑی دیر ان کے پاس بیٹھا کرتا تھا، ان کے مزاج میں تندی تھی، [1]

نافع کہتے ہیں کہ میں نے تیس ۳۰ سال تک عبداللہ بن عمرؓ کی خدمت کی ہے، تمہارے ابن شہاب زہری میرے پاس آتے ہیں میں اُن سے عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث بیان کرتا ہوں، اس کے بعد وہ سالم بن عبداللہ کے یہاں جاکر کہتے ہیں کہ یہ حدیث آپ نے اپنے والد عبداللہ بن عمرؓ سے سُنی ہے؟ اور وہ ہاں کہتے ہیں تو اس حدیث کو سالم سے روایت کرتے ہیں اور مجھے چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ وہ حدیث میری روایت سے ہوتی ہے، [2]

امام مالکؒ کہتے ہیں کہ ہم لوگ زہری اور محمد بن منکدر کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے، زہری بیان کرتے تھے کہ ابن عمرؓ نے فلاں فلاں حدیث بیان کی ہے۔ اور جب دوسری بار ان کی مجلس میں جاتے اور پوچھتے کہ جو حدیثیں آپ نے بیان کی ہیں ------- ------- ان کو آپ سے کس نے بیان کیا ہے تو جواب دیتے کہ ابن عمرؓ کے صاحبزادے سالم نے بیان کیا ہے، [3]

نافع احادیث کو ان کے الفاظ کے ساتھ بیان کرتے تھے اور ان میں شدت برتتے تھے، اور بعض مرتبہ عربیت کے لحاظ سے غلطی کرتے تھے، (وہ اصلاً و نسلاً عجمی تھے) اس پر کوئی تصحیح کرتا تو قبول نہیں کرتے تھے، اسمٰعیل بن امیہ کہتے ہیں۔

کنا نردیہ نافعاً مولیٰ ابن عمر علی اللحن	ہم نافع مولیٰ ابن عمر کو غلطی پر ٹوکتے تھے
فیاباہ، [4]	مگر وہ قبول نہیں کرتے تھے،

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے نافع کو مصر بھیجا تھا تاکہ وہ اہل مصر کو احادیث و سنن کی تعلیم دیں، [5]

---

[1] ترتیب المدارک ج ۱ ص ۱۳۰، [2] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۹۳ [3] ترتیب المدارک ج ۱ ص ۱۳۰، [4] تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۱۲، [5] العبر ج ۱ ص ۱۴۷،

درسگاہ حضرت عکرمہ مولیٰ ابن عباسؓ

حضرت عکرمہ بربری مدنی متوفی ۱۰۵ھ رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے غلام تھے، حصین بن الحر عنبری نے ان کو ابن عباس کو ہبہ کیا تھا جب کہ وہ حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں بصرہ کے امیر تھے، ابن عباس کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے علی نے عکرمہ کو خالد بن یزید بن معاویہؓ کے ہاتھ چار ہزار دینار پر فروخت کیا تھا، پھر بیع فسخ کر کے ان کو آزاد کر دیا،

عکرمہ حضرت ابن عباسؓ کے علم کے امین و ترجمان تھے، خاص طور سے تفسیر و مغازی میں ان کو شہرت حاصل تھی، کہتے ہیں کہ ابن عباس میرے پیر میں بیڑی ڈال کر کتاب و سنت کی تعلیم دیتے تھے، میں نے چالیس سال تک علم حاصل کیا ہے وہ حضرت ابن عباس کی زندگی میں ان کے حکم سے فتویٰ دیتے تھے، کہتے ہیں کہ میں بازار جاتا ہوں اور کسی شخص کی بات سنتا ہوں تو مجھ پر علم کے پچاسوں دروازے کھل جاتے ہیں،

عکرمہ ایک مرتبہ یمن کے شہر جند میں گئے تو طاؤس بن کیسان نے ان کو قیمتی اونٹ پر سوار کیا، لوگوں نے کہا کہ اس قدر تعظیم و تکریم کی کیا ضرورت تھی تو جواب دیا کہ میں نے ساٹھ دینار پر اس غلام کو خریدا ہے،

حضرت عکرمہ اپنی مجلس میں طلبہ سے سوال کر کر کے ان کا جواب دیتے تھے ایک مرتبہ خالد حذّاء حضرت عکرمہ سے سوال کرتے کرتے خاموش ہو گئے تو کہا کہ کیا بات ہے، تم خاموش کیوں ہو گئے؟ اپنے شاگردوں کے سوال نہ کرنے پر ان سے کہتے تھے کہ کیا بات ہے کیا تم مفلس ہو گئے ہو؟

حبیب بن ابو ثابت کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میرے یہاں اہل علم طاؤس، مجاہد، سعید بن جبیر، عکرمہ اور عطاء جمع ہوئے، مجاہد اور سعید دونوں عکرمہ سے تفسیر کے بارے

میں سوالات کرتے رہے، وہ جس آیت کے متعلق سوال کرتے عکرمہ اس کی تفسیر بیان کرتے، جب اُن کے سوالات ختم ہوگئے تو عکرمہ خود بیان کرتے رہے کہ یہ آیت اس بارے میں نازل ہوئی اور یہ آیت اس بارے میں نازل ہوئی، عباس بن مصعب مروزی کہتے ہیں

کان عکرمۃ أعلم ابن عبّاس بالتفسیر۔	عکرمہ ابن عباس کے شاگردان میں تفسیر کے سب سے بڑے عالم تھے،

اسی طرح مغازی میں حضرت ابن عباس کے خاص شاگرد تھے، اور جب مجلس میں اس کو بیان کرتے تھے تو شاگردوں کے سامنے میدانِ جہاد کا نقشہ کھنچ جاتا تھا، سفیان بن عیینہ کا بیان ہے۔

کان عکرمۃ اذا تکلم فی المغازی فسمعہ انسان، قال کانّہ مشرف علیھم یراھم،	جب عکرمہ مغازی کے بارے میں کلام کرتے اور کوئی شخص سنتا تو کہتا کہ گویا وہ میدان جہاد میں مجاہدین کو دیکھ رہا ہے۔

یحیٰ بن ایوب مصری کہتے ہیں کہ ابن جریج نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے عکرمہ سے حدیث لکھی، میں نے نفی میں جواب دیا تو کہا تم لوگ دو تہائی علم سے محروم ہو گئے،

علمائے تابعین میں عکرمہ نے عالم اسلام کے بہت سے ممالک کا سفر کیا ہے، اور ہر جگہ درس دے چکے ہیں، ابن ابی حاتم نے ان شہروں میں ان کے شاگردوں کا ذکر کیا ہے، مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ، واسط، مصر، جزیرہ، سجستان، خراسان، یمن، جرجان، سمرقند۔

ابن ندیم نے الفہرست میں کتاب عکرمہ عن ابن عباس کا ذکر کیا ہے جو نزولِ قرآن کے بارے میں ہے۔ [1]

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۲۸۷، تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۹، تہذیب التہذیب ج ۷، ص ۲۶۵، الفہرست ص ۵۷

درسگاہ حضرت عمرہ بنت عبدالرحمٰن انصاریہ

حضرت عمرہ بنت عبدالرحمٰن بن اسعد بن زرارہ نجاریہ انصاریہ متوفیہ ۹۸ھ رحمۃ اللہ علیہا ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آغوشِ حدیث و فقہ کی پروردہ اور اُن کے علم کی جامع و ترجمان ہیں۔ حضرت عائشہ کی طرح انھوں نے بھی فقہ و فتویٰ اور حدیث کی تعلیم دی ہے، اُن کے دادا حضرت اسعد بن زرارہ بنی ساعدہ کے نقیب تھے، بیعتِ عقبۂ اولیٰ میں شریک تھے، ایک روایت کے مطابق اس سے پہلے انھوں نے مکہ جاکر اسلام قبول کر لیا تھا، سب سے پہلے مدینہ کے مقام نقیع الخضمات میں جمعہ کا اہتمام کیا تھا، اور حضرت مصعبؓ بن عمیر کے ساتھ قرآن کی تعلیم اور اسلام کی تبلیغ میں شریک تھے، مسجدِ نبویؐ کی تعمیر کے زمانہ میں انتقال کیا۔

حضرت عمرہ کے والد عبدالرحمٰن بن اسعد صحابی ہیں، والدہ کا نام سالمہ بنت حکیم بن ہاشم ہے۔ ان سے عبدالرحمٰن بن حارثہ بن نعمان نے نکاح کیا تھا جن سے محمد بن عبدالرحمٰن ابوالرجال پیدا ہوئے، وہ اور ان کی بہنیں حضرت عائشہ کی پرورش اور تربیت میں تھیں، انھوں نے حضرت عائشہ سے بہت زیادہ احادیث کی روایت کی ہے۔[1]

اس کے علاوہ ام المؤمنین ام سلمہ، امّ ہشام بنت حارثہ بن نعمان، حبیبہ بنت سہل، اور امّ حبیبہ بنت جحش سے روایت کی ہے، اور ان سے صاحبزادے ابوالرجال، پوتے حارثہ بن ابوالرجال، بھائی محمد بن عبدالرحمٰن انصاری، بھتیجے یحییٰ بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن، ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم، ان کے لڑکے عبداللہ بن ابوبکر، عروہ بن زبیر، سلیمان بن یسار، محمد بن شہاب زہری، عمرو بن دینار، سعید بن قیس انصاری کے صاحبزادگان یحییٰ، سعد، اور عبد ربہ وغیرہ نے حدیث کی روایت کی ہے۔[2]

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۴۸۰، [2] تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۴۳۸، والعبر ج ۱ ص ۱۱۷،

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کی طرح حضرت عمرہ اپنے رشتہ داروں اور خاندان والوں کو بالمشافہہ حدیث اور فقہ وفتویٰ کی تعلیم دیتی تھیں اور غیروں کو پس پردہ رہ کر علمی و دینی فیض پہونچاتی تھیں،

حضرت عمر بن عبدالعزیز (ان) سے حدیث اور فقہ وفتویٰ کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے اور کہتے تھے۔

ما بقی احدٌ اعلم بحدیث عائشة منها یعنی عمرة	حضرت عائشہؓ کی احادیث کے بارے میں عمرہ سے بڑا کوئی عالم باقی نہیں رہا،

اور ابوبکر محمد بن حزم انصاری کو لکھا کہ

ان انظر ما کان من حدیث رسول الله صلی الله علیه وسلم او سنة ماضیة او حدیث عمرة بنت عبد الرحمٰن فاکتبه فانی خشیت دروس العلم وذهاب اهله، [1]	تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث، یا سنت ماضیہ مستمرہ یا عمرہ بنت عبدالرحمٰن کی حدیث کو تلاش کرو اور ان کو لکھو کیونکہ میں علم دین اور اہل علم کے اٹھائے جانے سے خوف زدہ اور متفکر ہوں،

قاسم بن محمد بن ابوبکر بھی حضرت عمرہ سے سوالات کے ذریعہ استفادہ کرتے تھے،

ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ عروہ بن زبیر مجھ سے حدیث بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد عمرہ بنت عبدالرحمٰن مجھ سے حدیث بیان کرتی ہیں تو میرے نزدیک عروہ کی حدیث کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ اور عروہ بن زبیر کا علم بحر ناپیدا کنار ہے۔ علی بن عبداللہ مدینی حضرت عمرہ کا تذکرہ بڑے اہم انداز میں کرتے تھے اور کہتے تھے کہ عمرہ حضرت عائشہ کی احادیث کے ثقات وثبات علماء میں سے ہیں، ان کا انتقال ۷۷ سال کی عمر میں ۹۸ھ میں ہوا،

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۳۸۶،

درسگاہ حضرت علی بن حسین و سلیمان بن یسار

حضرت علی بن حسین بن علی زین العابدین ہاشمی متوفی ۹۲ھ رحمۃ اللہ علیہ خاندانِ نبوت کے چشم و چراغ اور کثیر الحدیث ثقہ، محدث و فقیہ ہیں کثرتِ عبادت کی وجہ سے زین العابدین کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں، انھوں نے حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عائشہؓ اور بہت سے صحابہ و تابعین سے روایت کی ہے، ایک مرتبہ لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ اپنے سے کمتر درجہ اہل علم کی مجلسوں میں بیٹھتے ہیں تو جواب دیا کہ میں ایسے لوگوں کی مجلس میں بیٹھتا ہوں جن سے مجھ کو دینی فائدہ پہونچتا ہے۔[1]

حضرت امام زین العابدین اور حضرت سلیمان بن یسار ہلالی مولیٰ ام المؤمنین حضرت میمونہ متوفی ۱۰۷ھ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلسِ درس مسجد نبوی میں ایک ہی جگہ منعقد ہوتی تھی اور دونوں حضرات وہیں درس دیتے تھے، سلیمان بن یسار مدینہ کے فقہائے سبعہ میں سے ہیں، قبیلہ بنی جدیلہ میں رہتے تھے۔ عمر بن عبد العزیز نے اپنی ولایتِ مدینہ کے زمانہ میں ان کو بازار کا امیر مقرر کیا تھا،

سعید بن مسیب کے پاس کوئی شخص مسئلہ معلوم کرنے آتا تو اس کو سلیمان بن یسار کے پاس بھیج دیتے، اور کہتے کہ وہ اس زمانہ میں سب سے بڑے عالم ہیں۔[2]

کثیر الحدیث محدث و فقیہ اور باوقار عالم و عابد تھے، ان دونوں حضرات کی مجلسِ درس کی تفصیل یزید بن حازم نے یوں بیان کی ہے۔

رأیتُ علی بن حسین و سلیمان بن یسار	میں نے علی بن حسین اور سلیمان بن یسار کو دیکھا
یجلسان بین القبر والمنبر یتحدثان	ہے، دونوں مسجد نبوی میں قبر شریف اور

[1] تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۳۰۶ ، [2] تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۲۲۸ ،

الی ارتفاع الضحیٰ، ویتذاکرون فاذا اراد ان یقوما قرء علیھم عبد اللہ بن ابی سلمۃ سورۃ فاذا فرغ دعوا[1]

منبر کے درمیان بیٹھتے تھے، اور دن چڑھے تک حدیث کی روایت اور اس کا مذاکرہ کرتے تھے، اور جب مجلس سے اٹھنے کا ارادہ کرتے تو اہل مجلس کے سامنے عبید اللہ بن ابوسلمہ کوئی سورہ پڑھتے، اس کے بعد دونوں حضرات دعا کرتے تھے۔

ان دونوں حضرات کی مجلس میں حدیث وفقہ اور فتویٰ کے علاوہ دوسرے دینی وعلمی موضوعات پر بھی مذاکرہ ہوتا تھا، جس میں اہل علم شریک ہوتے تھے،

درسگاہ حضرت ابو الزناد بن ذکوان

حضرت ابو الزناد عبد اللہ بن ذکوان قرشی متوفی ۱۳۰ھ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس بن مالک، حضرت ابو امامہ سہل بن سعد، حضرت سعید بن مسیب، حضرت عائشہ بنت سعد اور بہت سے کبار تابعین سے حدیث کی روایت کی ہے، سفیان بن عیینہ نے ان کو امیر المومنین فی الحدیث کہا ہے، ابن مدینی کا قول ہے کہ مدینہ میں کبار تابعین کے بعد ان سے بڑا کوئی عالم نہیں تھا، امام احمد بن حنبل نے بتایا ہے کہ ابو الزناد ربیعہ رائی سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔ ابو الزناد کا بیان ہے کہ

ادرکتُ بالمدینۃ مائۃ کلھم مامون، ما یوخذ عنھم الحدیث یقال لیس من اھلہ۔[2]

میں نے مدینہ میں سو اہل علم کو پایا ہے جو سب کے سب مامون ومستند تھے مگر ان سے حدیث نہیں لی جاتی تھی، کہا جاتا تھا کہ وہ اس کے اہل نہیں ہیں،

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۲۱۱۔ [2] مقدمہ صحیح مسلم ص ۱۱ و المحدث الفاصل ص ۱۲،

امام بخاریؒ نے کہا کہ

اصح اسانید ابی ھریرۃ ،	ابوہریرہ کی سندوں میں سب سے صحیح سند
ابوالزناد عن الاعرج عن ابی ھریرۃ	ابوالزناد عن الاعرج، عن ابی ہریرہ ہے،
وکان فقیہ اھل المدینۃ ،	وہ اہل مدینہ کے فقیہ تھے،

ان کا حلقۂ درس مسجد نبوی میں قائم ہوتا تھا۔ جس میں اہلِ علم کثیر تعداد میں شریک ہوتے تھے، حتیٰ کہ بعد میں آنے والوں کو جگہ نہیں ملتی تھی، ایک مرتبہ امام مالک ابوالزناد کی مجلس سے گذرے، مگر اس میں شریک نہیں ہوئے، بعد میں ابُوالزناد نے ان سے اس کی وجہ معلوم کی تو بتایا کہ مجلس میں جگہ نہیں تھی، اور میں کھڑے کھڑے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث لکھنا پسند نہیں کرتا ہوں، [1]

عبدربہ بن سعید کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ ابوالزناد کو مسجد نبوی میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا، اس وقت ان کے ساتھ اور پیچھے چلنے والوں کی بھیڑ دیکھکر معلوم ہوتا تھا کہ کسی بادشاہ کے ساتھ چلنے والوں کی بھیڑ ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں کہ میں نے مدینہ جاکر ابوالزناد اور ربیعہ رائیؒ دونوں کی مجلسیں دیکھیں، ربیعہ رائی کی مجلس میں لوگ بہت زیادہ تھے، حالانکہ ابوالزناد تفقہ میں ان سے آگے تھے، میں نے ابوالزناد سے کہا کہ آپ تفقہ میں ربیعہ سے آگے ہیں۔ اس کے باوجود معاملہ برعکس نظر آتا ہے، آپ کے حلقہ نشین کم ہیں اور ربیعہ کے یہاں زیادہ ہیں، اس پر ابوالزناد نے کہا کہ لوگوں کے نزدیک دنیا کا معمولی مفاد زیادہ علم سے بہتر ہوتا ہے۔ [2] ربیعہ رائیؒ اپنے تلامذہ پر بہت زیادہ خرچ کیا کرتے تھے،

ابوالزناد صرف حدیث و فقہ اور فتویٰ کے عالم نہیں تھے بلکہ شعر و ادب اور دوسرے علوم و فنون میں بھی شہرت و مرجعیت کے مالک تھے، اور ان علوم کے طلبہ کی بھیڑ

---

[1] ترتیب المدارک ج ۱ ص ۱۲۲ ، [2] تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۲۰۴ ،

ان کے پیچھے لگی رہتی تھی، لیث بن سعد کا بیان ہے۔

رأیتُ خلفه ثلاث مائة تابع من طالب فقهٍ، وطالب شعرٍ، وصنوفٍ، ؎

میں نے ان کے پیچھے تین سو طالب علموں کو دیکھا ہے جن میں فقہ، شعر اور مختلف علوم و فنون کے طالب علم تھے،

ابو الزناد کے صاحبزادے عبدالرحمٰن بھی مدینہ کے اعیان علماء وفقہاء میں تھے، ان کی مجلس درس مسجدِ نبوی میں منعقد ہوتی تھی۔ موسیٰ بن سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے امام مالکؒ سے کہا کہ میں آپ سے اور آپ کے بتائے ہوئے عالم سے علم حاصل کرنے آیا ہوں تو انھوں نے کہا کہ تم عبدالرحمٰن بن ابو الزناد کی مجلس کو لازم پکڑ و،

ان کے صاحبزادے محمد بن عبدالرحمٰن مجلسِ درس میں پچھلی صف میں بیٹھا کرتے تھے، اور جب ان کے والد کسی کام کے لئے ان کو آواز دیتے تو کود کر پاس جاتے اور والد کی بات سمجھ میں نہ آتی تو قریبی حلقہ نشین سے معلوم کر لیتے تھے، ؎

درسگاہ حضرت محمد ابنُ ابی ذئبؒ

حضرت محمد بن عبدالرحمٰن بن مغیرہ بن حارث بن ابی ذئب ہشام قرشی متوفی ۱۵۹ھ رحمۃ اللہ علیہ ابن ابی ذئب کی کنیت سے مشہور ہیں، اپنے وقت میں مدینہ کے فقیہ و مفتی اور شیخ تھے، علم وفضل زہد وتقویٰ اور عبادت میں بہت آگے تھے، پوری رات عبادت میں گذارتے تھے، ایک دن کے ناغہ سے روزہ رکھتے تھے، حق گوئی میں بے باک تھے، سادگی کا یہ حال تھا کہ سردی اور گرمی دونوں موسم میں ایک کرتا اور ایک طیلسان پہنتے تھے۔

؎ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۲۶، و العبر ج ۱ ص ۱۷۳، ؎ طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۳۱۸،

ان کا حلقۂ درس مسجد نبوی میں قائم ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ خلیفہ مہدی حج کے بعد مدینہ منورہ آیا اور مسجد نبوی میں گیا، اس کو دیکھکر تمام حاضرینِ مسجد استقبال کے لئے کھڑے ہو گئے، مگر ابن ابی ذئب اپنی مجلس سے نہیں اٹھے، بعض لوگوں نے ان سے کہا کہ یہ امیر المومنین ہیں، آپ بھی ان کا استقبال کریں، اس کے جواب میں ابن ابی ذئب نے یہ آیت پڑھی۔ انما یقوم الناس لرب العٰلمین، جب خلیفہ کو اس کی خبر ہوئی تو کہا کہ ان سے تعرض نہ کرو، ان کے رعب و ہیبت سے میرے سر کے تمام بال کھڑے ہو گئے ہیں۔ [1]

ان کے درسِ حدیث کا طریقہ یہ تھا کہ طلبہ کے سامنے اپنی کتاب پڑھ کر املاء کراتے تھے اور طلبہ لکھتے تھے، [2] اور بعض روایات میں ہے کہ وہ اپنی تمام حدیثیں زبانی یاد رکھتے تھے، اور ان کے پاس کوئی کتاب نہیں تھی، [3] ابن ابی ذئب کی مجلسِ درس سے جب کوئی طالب علم کئی دن غائب رہتا تھا تو اس کے بارے میں حاضرینِ مجلس سے دریافت کرتے اور کہتے کہ تمہارا ساتھی کہاں ہے؟ حاضرین کہتے کہ ہم کو معلوم نہیں، تو اس کا مکان معلوم کرتے اور جب طلبہ اس سے بھی لاعلمی ظاہر کرتے تو ان پر خفا ہو کر کہتے کہ تم لوگ کس کام کے ہو؟ تمہارے ساتھ آدمی بیٹھتا ہے اور تم اس کا مکان نہیں جانتے ہو، جب وہ بیمار پڑتا ہے تو عیادت نہیں کرتے ہو، اور جب اس کی کوئی ضرورت ہوتی ہے تو اس کو پورا نہیں کرتے ہو؟ اور اگر طلبہ اس کا مکان جانتے تو کہتے کہ ہم کو اس کے مکان پر لے چلو، ہم وہاں جا کر اس کو تسلی دیں گے اور مزاج پرسی کریں گے، [4]

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۸۰، [2] الکفایہ ص ۳۹، [3] العبر ج ۱ ص ۲۳۱،
[4] الفقیہ والمتفقہ ج ۲ ص ۱۱۹،

درسگاہ حضرت ابوجعفر باقر العلم

حضرت محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابو طالب، ابوجعفر باقر العلم ہاشمی متوفی ۱۱۴ھ رحمۃ اللہ علیہ مدینہ کے فقہائے تابعین میں ہیں، انھوں نے حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عائشہؓ اور دوسرے صحابہ و تابعین سے روایت کی ہے، کثیر الحدیث ثقہ، محدث و فقیہ ہیں، اپنے زمانہ میں بنی ہاشم کے شیخ تھے، روزانہ ڈیڑھ سو رکعت نفل نماز پڑھتے تھے۔

سالم بن ابو حفصہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوجعفر محمد بن علی اور ان کے صاحبزادے جعفر سے ابوبکرؓ اور عمرؓ کے بارے میں سوال کیا تو ان دونوں حضرات نے کہا کہ تم ان دونوں بزرگوں سے محبت رکھو اور ان کے دشمنوں سے دور رہو، یہ دونوں حضرات امام الہدیٰ تھے۔ نیز امام باقر کا قول ہے کہ میں نے اپنے اہل بیت میں سے کسی کو نہیں دیکھا جو اُن دونوں سے محبت نہ رکھتا ہو۔

مدینہ منورہ کے علماء و فقہاء اور اعیان واشراف کی طرح امام ابوجعفر کی مجلس بھی مسجد نبوی میں منعقد ہوتی تھی اور اہل علم ان سے دینی و علمی استفادہ کرتے تھے، وہ اپنی مجلس میں بڑی شان و شوکت کے ساتھ بیٹھتے تھے، حکیم بن حکیم بن عباد کا بیان ہے۔

رائیتُ ابا جعفر متکئاً علی طیلسان مطوی فی المسجد۔	میں نے ابوجعفر کو مسجد نبوی میں لپیٹے ہوئے طیلسان پر تکیہ لگاتے ہوئے دیکھا ہے۔

ان کی یہ نشست بعد میں مدینہ کے اعیان واشراف میں رائج ہو گئی اور مسجد نبوی میں بیٹھنے والے اسی طرح بیٹھنے لگے۔ واقدی بیان کرتے ہیں۔

ولم یزل ذالک من فعل الاشراف واھل المروءۃ عندنا الذین	ہمارے یہاں مدینہ میں اشراف واعیان کا یہی طریقہ رہا ہے جو کہ وہ مسجد نبوی میں بیٹھا کرتے

يلزمون المسجد يتكئون على طيالسة	ہیں، لپیٹے ہوئے طیلسان پر تکیہ
مطوية، سوّى طيلسانه ورداءه	لگاتے ہیں، اپنے طیلسان اور چادر کو
الذي عليه [1]	سمیٹ لیتے ہیں۔

امام ابوجعفر اپنے تلامذہ سے کہا کرتے تھے کہ تم لوگ بحث وتکرار مت کرو، اس سے قرآن کی تکذیب ہوتی ہے، اور نہ ہی بحث وتکرار اور خصومت کرنے والوں کے ساتھ بیٹھو، یہ لوگ اللہ کی آیات میں لڑتے جھگڑتے ہیں،

درسگاہ حضرت محمدؒ بن منکدر

حضرت محمد بن منکدر بن عبداللہ تیمی متوفی ۱۳۶ھ رحمۃ اللہ علیہ مدینہ کے کبار علما ئے تابعین میں ہیں، انھوں نے حضرت جابر حضرت ابوہریرہ، حضرت انس، حضرت ابن عباس حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم اور دوسرے بہت سے صحابہ وتابعین سے روایت کی ہے،

ان کے والد منکدر ایک مرتبہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے، انھوں نے پوچھا کہ تمہارے کوئی اولاد ہے؟ منکدر نے نفی میں جواب دیا تو کہا کہ اگر میرے پاس دس ہزار درہم ہوتے تو تم کو ہبہ کر دیتی، اتفاق سے اسی دن شام کو حضرت معاویہؓ نے حضرت عائشہؓ کی خدمت میں ایک خطیر رقم بھیجی تو اس میں سے دس ہزار درہم منکدر کے پاس بھجوا دیا، جس سے انھوں نے ایک باندی خریدی اور اس کے بطن سے محمد بن منکدر، عمر اور ابوبکر پیدا ہوئے اور یہ تینوں بھائی اپنے زمانہ میں مدینہ کے مشہور عالم وعابد ہوئے۔

محمد بن منکدر کی مجلس درس میں صلحاء اور عباد خاص طور سے شریک ہوتے تھے، ان کا قول ہے

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۱۷، وتہذیب التہذیب ص ۳۵۰ وطبقات ابن سعد ج ۵ ص ۳۲۲،

الذی یحدث الناس انما یدخل بین اللہ وبین عبادہ فلینظر بما یدخل[1]

جو شخص لوگوں سے حدیث بیان کرتا ہے، وہ اللہ اور بندوں کے درمیان واسطہ بنتا ہے۔ اس کو دیکھنا چاہئے کہ کس طرح واسطہ بنتا ہے،

سفیان بن عیینہ محمد بن منکدر اور ان کی مجلس کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔

کان من معادن الصدق، ویجتمع الیہ الصالحون، ولم یدرک احدٌ اجدرَ ان یقبل الناس منہ اذا قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منہ[2]

وہ صداقت کی کان میں سے تھے، ان کے پاس نیک لوگ جمع ہوتے تھے، ان کے علاوہ کوئی عالم ایسا نہیں پایا گیا کہ جب وہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر حدیث بیان کرے تو اہل علم فوراً قبول کریں۔

ان کے حلقہ نشینوں اور تلامذہ میں امام مالک بھی ہیں،

درسگاہ حضرت محمّد بن یحییٰ انصاری

حضرت محمد بن یحییٰ بن حبان انصاری متوفی ۱۲۱ھ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی زیارت کی ہے اور حضرت انس بن مالکؓ، حضرت رافع بن خدیجؓ اور صحابہ و تابعین کی ایک جماعت سے حدیث کی روایت کی ہے۔ مدینہ کے مشہور فقیہ و عالم ہیں، مسجد نبوی میں ان کا حلقہ درس و افتاء منعقد ہوتا تھا، ابن حجر نے لکھا ہے۔

کانت لہ حلقۃ فی مسجد المدینۃ وکان یُفتی، وکان ثقۃ کثیر الحدیث[3]

مسجد نبوی میں ان کا حلقہ قائم تھا، وہ فتویٰ دیتے تھے، اور کثیر الحدیث ثقہ عالم تھے۔

ذہبی نے بھی تصریح کی ہے۔

[1] الکفایہ ص۱۶۸، [2] طبقات ابن سعد ج ۵ ص۲۸۰، وتہذیب التہذیب ج ۹ ص۴۷۵ [3] تہذیب التہذیب ج ۹ ص۵۰۸

وكانت لهٗ حلقة للفتوىٰ [1]	اُن کا حلقہ فتویٰ قائم رہتا تھا

ان کے تلامذہ اور حلقہ نشینوں میں ابن شہاب زہری، یحییٰ بن سعید انصاری، ربیعہ بن ابو عبد الرحمٰن رائی، ابن عجلان، محمد بن اسحاق، موسیٰ بن عقبہ، مالک بن انس جیسے ائمہ حدیث وفقہ ہیں۔

درسگاہ حضراتِ موسیٰ بن عُقبہ و ابراہیم بن عُقبہ و محمّد بن عقبہ

حضرت موسیٰ بن عقبہ اسدی مولیٰ آل زبیر، متوفی ۱۳۵ھ، حضرت ابراہیم بن عقبہ، اور حضرت محمد بن عقبہ تینوں بھائی مدینہ منورہ کے اعیان فقہاء و محدثین میں سے تھے، اور تینوں کے تعلیمی حلقے مسجدِ نبوی میں قائم ہوتے تھے۔ محمد بن عمر واقدی کا بیان ہے۔

كان لابراهيم وموسىٰ ومحمد بنى عقبة حلقة فى مسجدِ رسول الله صلى الله عليه وسلم وكانوا كلهم فقهاء ومحدثين وكان موسىٰ يُفتى [2]	ابراہیم، موسیٰ، محمد کا حلقہ درس مسجد نبوی میں قائم ہوتا تھا، اور یہ سب کے سب فقیہ اور محدث تھے، اور موسیٰ فتویٰ دیا کرتے تھے۔

یہ حضرات ہمہ خانہ آفتاب کے مانند تھے، علم وفضل، حدیث وفقہ، فتویٰ کے ساتھ وقار و تمکنت اور عزت و شرافت میں نمایاں حیثیت رکھتے تھے، مصعب زبیری کہتے ہیں

وكان لهم هيئة وعلم	ان سب میں حلم و وقار اور علم دین تھا

امام احمد بن حنبل کا قول ہے کہ محمد بن عقبہ، ابراہیم بن عقبہ اور موسیٰ بن عقبہ تینوں بھائی ثقہ ہیں، امام یحییٰ بن معین کا قول ہے کہ تینوں بھائیوں میں علم میں سب سے مقدم

---

[1] العبر ج ۱ ص ۱۵۳، [2] تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۳۶۲،

محمد ہیں، ان کے بعد ابراہیم اور ان کے بعد موسیٰ تھے، اور وہ حدیث میں سب سے آگے تھے، موسیٰ بن عقبہ علم سیر و مغازی کے بھی عالم و مصنف تھے، امام مالک اور امام احمد بن حنبل اپنے شاگردوں کو موسیٰ بن عقبہ کی کتاب المغازی پڑھنے کی تاکید کرتے تھے۔

ابراھیم بن عقبہ نے کریب مولیٰ ابن عباس، عروہ بن زبیر، ابوالزناد وغیرہ سے حدیث کی روایت کی ہے، مصعب بن عبداللہ زبیری نے ان کے بارے میں بھی کہا ہے

کانت لہٗ ھیئۃ و علم ان میں وقار اور علم تھا۔

ابن معین کا قول ہے کہ ابراہیم میرے نزدیک اپنے بھائی موسیٰ سے زیادہ بہتر ہیں، ابوداؤد کا قول ہے۔

ابراھیم و موسیٰ، و محمد بنو عقبۃ کلھم ثقات، [1] ابراہیم، موسیٰ، محمد سب کے سب ثقہ ہیں۔

محمد بن عقبہ نے کریب مولیٰ ابن عباس، یحییٰ بن عروہ بن زبیر، محمد بن ابوبکر بن عوف ثقفی وغیرہ سے روایت کی ہے، امام احمد نے تینوں بھائیوں کو ثقہ بتایا ہے معلوم ہو چکا ہے کہ تینوں حضرات کا حلقۂ درس مسجدِ نبوی میں قائم ہوتا تھا،

درسگاہ حضرت محمد بن عجلان

حضرت محمد بن عجلان قرشی متوفی ۱۴۸ھ رحمۃ اللہ علیہ فاطمہ بنت ولید بن عتبہ کے غلام ہیں، ان کا شمار مدینہ کے علمائے عاملین میں ہے، اپنے والد کے علاوہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ و تابعین سے روایت کی ہے، نہایت ثقہ محدث و فقیہ اور مفتی ہیں۔ عبادت و ریاضت میں بہت آگے تھے، ان کا شمار علمائے ربانیین میں تھا، ان کا بہت بڑا حلقۂ درس

---

[1] تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۳۴۵،

مسجد نبویؐ میں قائم ہوتا تھا، ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے۔

وکان مفتیًا، فقیھًا، عالمًا، عابدًا ربانیًا، کبیر القدر، لہٗ حلقۃ کبیرۃ فی مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم [1]

وہ مفتی، فقیہ، عالم، عابد، ربانی بڑی قدر و منزلت والے تھے، مسجد نبوی میں بہت بڑا حلقۂ درس تھا،

اور العبر میں لکھا ہے

لہٗ حلقۃ بمسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم للفتویٰ [2]

مسجد نبوی میں فتویٰ کیلئے ان کا حلقہ ہوتا تھا،

ابن سعد نے بھی لکھا ہے کہ ان کا حلقہ مسجدِ نبویؐ میں قائم ہوتا تھا جس میں وہ فتویٰ دیا کرتے تھے، داؤد بن قیس محمد بن عجلان کے حلقۂ درس میں شریک ہوتے اور ان کی احادیث کو یاد کرتے تھے، ان کا بیان ہے کہ ابن عجلان کے صحیفہ میں حضرت ابوہریرہؓ کی احادیث میں اختلاط تھا جن کو سعید مقبری سے روایت کیا تھا، سعید مقبری نے براہِ راست حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی، اور اپنے والد کے ذریعہ روایت کی اور ایک اور شخص کے واسطے سے روایت کی، اور محمد بن عجلان کے صحیفہ میں یہ سب روایات "عن سعید المقبری عن ابی ھریرۃ" کی سند سے ہیں، اس کے باوجود صحیفۂ محمد بن عجلان کی صحت میں شبہ نہیں ہے وہ نہایت ثقہ عالم، فقیہ، عابد اور صاحبِ حلقہ محدّث تھے۔ [3]

درسگاہ حضرت علاء بن عبد الرحمٰن

حضرت علاء بن عبد الرحمٰن بن یعقوب حرقی متوفی ۱۳۲ھ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس بن مالک، حضرت عبد اللہ بن عمر اور کبار تابعین سے حدیث کی روایت کی ہے، ان کے پاس احادیث کا ایک صحیفہ تھا، جس کی روایت ان سے ثقہ محدثین کرتے تھے،

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۶۵، [2] العبر ج ۱ ص ۲۱۱، [3] تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۳۴۱،

اور وہ صحیفہ علمائے مدینہ میں مشہور تھا، بعض روایات میں ہے کہ ان کے پاس اس کے علاوہ احادیث کے کئی نسخے اور صحیفے تھے جن کی روایت کرتے تھے،

علاء بن عبدالرحمن کی مجلس درس مسجد نبوی میں منعقد ہوتی تھی، جس میں حدیث و فقہ کا درس دیتے تھے، ایک مرتبہ نافع بن جبیر بن مطعم ان کے حلقۂ درس میں جاکر بیٹھ گئے، اس وقت علاء بن عبدالرحمن طلبہ کو پڑھا رہے تھے، جب مجلس ختم ہوئی تو نافع بن جبیر نے طلبہ سے پوچھا۔

اتدرون لِمَ جلستُ الیکم ؟ — تم کو معلوم ہے کہ میں تمہارے پاس کیوں بیٹھا ہوں!

طلبہ نے کہا کہ آپ حدیث سننے کیلئے بیٹھے تھے، ان کا یہ جواب سن کر نافع بن جبیر نے کہا

لا، وَلکنی جلستُ الیکم لِاَ تواضع الی اللہ بالجلوس الیکم، [1] — نہیں، بلکہ میں تمہارے پاس اس لئے بیٹھا ہوں کہ اللہ کے لئے تواضع اختیار کروں،

ابن سعد نے ان کو ثقہ کثیر الحدیث لکھا ہے، عثمان دارمی نے یحیٰی بن معین سے علاء بن عبدالرحمن کی احادیث کے بارے میں سوال کیا تو کہا کہ ان میں کوئی ضعف نہیں ہے، پھر پوچھا کہ علاء اور سعید مقبری میں آپ کے نزدیک کون زیادہ بہتر ہے؟ تو کہا سعید مقبری زیادہ ثقہ ہیں، ان کے مقابلہ میں علاء ضعیف ہیں، [2]

درسگاہ حضرت عُبیدُاللہ بن عدی قرشی

حضرت عبیداللہ بن عدی بن خیار قرشی متوفی (ایام ولید بن عبدالملک) رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سے صحابہ کا زمانہ پایا ہے۔ کبار تابعین میں سے ہیں۔ بلکہ بعض علماء نے ان کو صحابہ میں شمار کیا ہے، انھوں نے حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت مقداد بن اسود، رضی اللہ عنہم سے روایت

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۲۰۳ ، [2] تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۱۸۶ ،

کی ہے، حضرت عثمانؓ کے بھانجے ہیں، ان کا شمار قریش کے مشاہیر فقہاء و علماء میں ہے[1]

حضرت عبداللہ بن عدی کی مجلسِ درس قائم ہوتی تھی، جس میں طلبۂ علم کثیر تعداد میں شریک ہوتے تھے۔ یحییٰ بن سعید انصاری کا بیان ہے کہ وہ اپنی مجلس میں کثرت سے دُعا کیا کرتے تھے،

کان عبید اللّٰہ بن عدی بن الخیار یقول فی مَجلسہٖ اَللّٰھُمَّ سَلِّمنَا وسَلِّمِ المؤمنین مِنَّا [2]	عبید اللہ بن عدی بن خیار اپنی مجلس میں دُعا کیا کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ سَلِّمنَا وسَلِّمِ المؤمنین مِنَّا،

ابن سعد نے ان کو ثقہ قلیل الحدیث بتایا ہے، مدینہ میں ان کا مکان حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مکان کے قریب تھا، [3]

درسگاہ حضرت یحییٰ بن سعید انصاری

حضرت یحییٰ بن سعید بن قیس انصاری بخاری متوفی ۱۴۳ھ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس بن مالک، حضرت سائب بن یزید، حضرت ابوامامہ بن سہل اور کبارِ تابعین سے حدیث کی روایت کی ہے، مدینہ منورہ کے قاضی تھے، ان کی مجلسِ درس مدینہ میں منعقد ہوتی تھی۔ ان کا بیان ہے۔

ادرکتُ الناس یھابُونَ الکتب حتی کان الآن حدیثا، قال ولو کنا نکتب لکتبتُ من علم سعید وروایتہ کثیرًا، [4]	میں نے اہلِ علم کو دیکھا ہے کہ حدیث لکھنے سے بچتے تھے، یہاں تک کہ اب یہی رواج ہو گیا ہے، اگر ہم لکھتے تو سعید کے علم و روایت سے بہت کچھ لکھ لیتے،

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

[1] تہذیب التہذیب ج ۷ ص۳۶۔ [2] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص۱۳۱۔ [3] طبقات ابن سعد ج ۵ ص۴۹۔ [4] جامع بیان العلم ج ۱ ص۶۸

یحیٰ بن سعید بھی عبید اللہ بن عدی کی طرح اپنی مجلس میں کثرت سے دُعا پڑھا کرتے تھے، حماد بن زید کا بیان ہے۔

کان یحییٰ بن سعید یقول فی مجلسه اللّٰھم سلّم سلّم۔ [1]	یحیٰ بن سعید اپنی مجلس میں اَللّٰھمّ سَلِّمْ سَلِّمْ کہا کرتے ہے،

یحیٰ بن سعید کہتے ہیں کہ علماء اہل توسع ہوتے ہیں، مفتی اختلاف کرتے ہیں، یہ حرام کہتا ہے وہ حلال کہتا ہے مگر یہ نہ اس پر عیب لگاتا ہے اور نہ وہ اس پر عیب لگاتا ہے، بعض اوقات مفتی کے سامنے پہاڑ کی طرح مسئلہ آتا ہے اور جب اس کا حل نکل آتا ہے تو کس قدر آسان معلوم ہوتا ہے۔

درسگاہ حضرت امام مالک بن انسؒ

امام دارالہجرت حضرت ابو عبداللہ مالک بن انس اصبحی مدنی متوفی ۱۷۹ھ رحمۃ اللہ علیہ مدنی علوم کے حامل و ناشر، اجلۂ تابعین کے حلقہ نشین اور کبار تبع تابعین میں سے ہیں، ربیعہ رائی، نافع مولیٰ ابن عمرؓ، ابن شہاب زہری سے خصوصی تلمذ رکھتے ہیں، ان کے علاوہ مدینہ منورہ کے مستند و معتبر علماء و مشائخ سے تعلیم حاصل کی ہے، ان کا بیان ہے کہ میں نے اس شہر مدینہ میں ایسے بزرگوں کو پایا ہے جن کے وسیلہ سے طلب باراں کی دعا کیجائے تو ضرور بارش ہو جائے، انھوں نے احادیث کی روایت بھی کی ہے مگر میں نے ان حضرات سے حدیث حاصل نہیں کی، کیونکہ وہ خوفِ خدا اور زہد و تقویٰ کی زندگی اختیار کر چکے تھے اور یہ علمِ دین اور علمِ حدیث و فقہ، زہد و تقویٰ اور خوفِ خدا کے ساتھ اتقان اور فہم کا بھی متقاضی ہے تاکہ روایت کرنے والا سمجھ سکے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اور کل اس کا

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۳۱،

انجام کیا ہوگا؟

امام صاحب نے جن فقہاء و محدثین سے تحصیل علم کی ہے ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ زرقانی نے کہا ہے کہ نوسو ۹۰۰ سے زائد امام مالک کے استاد ہیں، عافقی نے پنچانوے نام گنائے ہیں۔

امام صاحب ذہانت، محنت اور ذوق و شوق کی بنا پر سترہ ۱۷ سال کی عمر میں جملہ مروجہ علوم و فنون میں درجۂ کمال کو پہونچ گئے تھے، اور اسی عمر میں اپنے شیوخ و اساتذہ کی شہادت واجازت سے مسندِ درس و افتار پر بیٹھے، خود بیان کرتے ہیں کہ جب تک ستر ۷۰ علماء نے میرے بارے میں افتار کی اہلیت و صلاحیت کی شہادت نہیں دی میں نے فتویٰ نہیں دیا۔ [1]

امام صاحب کی مجلس درس دو ۲ جگہ منعقد ہوتی تھی، ایک مدینہ منورہ میں مسجدِ نبوی کے روضۂ جنت میں جہاں امام صاحب اپنے استاذ نافع کی زندگی میں ان سے علم حاصل کرتے تھے، اور دوسری وادیٔ عقیق کے مقام جرف میں جہاں آپ کا ذاتی مکان تھا، گھر کی مجلس میں امام صاحب کے دائیں بائیں تکئے رکھے جاتے تھے، عود سلگائی جاتی تھی، پنکھے رکھے جاتے تھے، مجلس میں شور اور ہنگامہ نہیں ہوتا تھا، تمام طلبہ مؤدب اور باوقار بیٹھتے تھے جیسے ان کے سروں پر پرندے ہیں، کیا مجال کہ آدابِ مجلس اور سکون و وقار میں فرق آجائے، طلبہ کوئی سوال کرتے تو امام صاحب ان کو جواب دیا کرتے تھے، طریقۂ درس یہ تھا کہ ان کے کاتبِ خاص حبیب حدیث پڑھتے تھے، اور تمام شرکاء مجلس خاموشی کے ساتھ سنتے تھے، امام صاحبؒ کے رعب و ہیبت کی وجہ سے کوئی شخص نہ اپنی کتاب دیکھتا تھا اور نہ سوال کرتا تھا، اگر قرارت کے درمیان حبیب کوئی غلطی کرتے تو امام صاحب تصحیح کر دیتے تھے، اپنی کتاب مؤطا خود پڑھکر نہیں سناتے تھے، دروازہ پر طلبہ کا ہجوم ہو جاتا تو ان کو اندر بلانے کا حکم دیتے تھے، پہلے خاص طلبہ پھر عام طلبہ داخل

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۹۴،

ہوتے تھے، بعض اوقات امام صاحب خود مؤطا کی قرأت کرتے تھے۔

امام صاحب کی صاحبزادی فاطمہ کو مؤطا زبانی یاد تھی، درس کے وقت وہ دروازہ کی آڑ میں کھڑی رہتی تھیں، جب کوئی قاریٔ مؤطا غلطی کرتا تو ناخن سے دروازہ کھٹکھٹاتی تھیں اور امام صاحب تصحیح کر دیا کرتے تھے، [1]

ابو محمد یحییٰ بن یحییٰ مصمودی اندلسی امام مالکؒ کے مشہور حلقہ نشین اور شاگرد ہیں، ایک دن مجلس درس قائم تھی۔ شور ہوا کہ ہاتھی آیا ہے، طلبہ اس کو دیکھنے کیلئے باہر چلے گئے مگر یحییٰ مصمودی اپنی جگہ سے نہیں اٹھے، امام صاحب نے ان سے کہا کہ تم بھی ہاتھی دیکھ آؤ، انھوں نے عرض کیا کہ میں اپنے ملک اندلس سے آپ کو دیکھنے اور آپ سے علم وادب سیکھنے آیا ہوں، ہاتھی کو دیکھنے نہیں آیا ہوں، امام صاحب نے اپنے شاگرد رشید کے اس جواب پر خوش ہو کر ان کو عاقل اہل الاندلس کے خطاب سے نوازا، اور جب وہ اُندلس پہونچے تو ان کی شہرت یوں عام ہوئی کہ علمی ودینی امامت کے وارث بن گئے اور ان سے اندلس میں امام مالکؒ کے فقہی مسلک کو فروغ ہوا، اور مؤطا امام مالکؒ کے تمام نسخوں میں یحییٰ بن یحییٰ مصمودی کا نسخہ سب سے زیادہ مقبول ومتداول ہوا، [2]

امام مالکؒ کی درسگاہ سے دینی وعلمی فیض یافتہ تلامیذ واصحاب کی تعداد بہت زیادہ ہے، قاضی عیاض نے ترتیب المدارک میں حروف تہجی پر ان کے نام جمع کئے ہیں جن کی تعداد تیرہ سَو [۱۳۰۰] سے زائد ہے۔ ذہبی نے لکھا ہے کہ امام مالک سے حدیث کی روایت کرنے والوں کا شمار نہیں ہوتا ہے، [3]

امام صاحبؒ کے تلامذہ میں دو حضرات ان کے حقیقی جانشین تھے۔ اور ان کے بعد ان کے حلقہ میں بیٹھکر درس دیا، ایک عثمان بن عیسیٰ بن کنانہ مولیٰ عثمان بن عفان، وہ ہمیشہ حلقۂ درس میں امام صاحب کے دائیں جانب بیٹھتے تھے، اس معمول میں کبھی فرق نہیں آتا تھا،

---

[1] تقدمۃ الجرح والتعدیل ص۲۶ ترتیب المدارک ج۱ ص۱۲۵، [2] ابن خلکان ج۲ ص۲۴۵، [3] ترتیب المدارک از ص۲۵۴ تا ص۲۷۹، تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص۱۹۴

امام صاحب مجلسِ درس میں اپنی کتاب مؤطا کبھی اپنے کاتب حبیب کو اور کبھی ابن کنانہ کو دیدیا کرتے تھے، قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ امام صاحب کی وفات کے بعد ابن کنانہ ان کی مجلسِ درس میں بیٹھے۔

دوسرے عبداللہ بن نافع الصائغ مخزومی ہیں جو امام صاحب کی مجلس سے کبھی جُدا نہیں ہوئے، اور امام مالک پر کسی عالم کو ترجیح نہیں دیتے تھے، امام صاحب کے اقوال و آراء کے سب سے بڑے عالم مانے جاتے ہیں، قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ امام مالک کی مجلس میں ابن کنانہ کے بعد عبداللہ بن نافع الصائغ نے ان کی جگہ سنبھالی، [1]

امام مالکؒ کی درسگاہ سے فیض یافتگان میں مغیرہ بن عبدالرحمٰن بن حارث مخزومی متوفی ۱۸۶ھ رحمۃ اللہ علیہ مدینہ کے مشاہیر فقہاء میں ہیں۔ اور امام مالکؒ کے بعد فقہ و فتویٰ میں مرجع تھے، بلکہ امام صاحب کی حیات کے آخری ایام ہی میں ان کو مرجعیت حاصل ہوگئی تھی [2]

ان کی مجلس درس مدینہ میں قائم ہوتی تھی اور نزدیک اور دور کے طلبہ شریک ہوتے تھے، ان کی مجلس میں بصرہ کا ایک ذہین و فہیم طالب علم تفقہ کی تعلیم حاصل کرتا تھا، فراغت کے بعد مدینہ سے جاتے وقت مغیرہ بن عبدالرحمٰن سے کہا کہ ابو ہاشم! میں آپ کے اور آپ کے شاگردوں کے اوصاف بیان کرنا چاہتا ہوں، اور اجازت ملنے پر کہا۔

أنت السابق، وابراهيم بن موسىٰ بن صُدَيق المصلي، وابنا الماجشون ينطقان بلسانٍ واحدٍ، [3]	آپ سابق ہیں اور ابراہیم بن موسیٰ بن صدیق مصلی ہیں، اور ماجشون کے دونوں صاحبزادے ایک زبان سے بولتے ہیں۔

گھڑ دوڑ میں سب کے آگے والے گھوڑے کو سابق اور اس کے بعد والے کو مصلی کہتے ہیں۔ ماجشون کے دونوں صاحبزادوں سے مراد عبدالملک بن عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابوسلمہ الماجشون اور ان کے بھائی یوسف بن عبدالعزیز مراد ہیں۔ یہ دونوں حضرات

---

[1] ترتیب المدارک ج ۱ ص ۲۹۳۔ [2] تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۲۶۴۔ [3] جمہرۃ نسب قریش و اخبارہا ص ۲۳۔

صاحب فقہ وفتویٰ تھے، اور ان کے حلقے قائم ہوتے تھے۔

درسگاہ حضرت عبد العزیز بن عبد اللہ ماجشون

حضرت عبد العزیز بن عبد اللہ بن ابو سلمہ میمون الماجشون مدنی تیمی متوفی ۱۶۴ھ رحمۃ اللہ علیہ اصفہانی الاصل تھے، مدینہ منورہ میں مستقل قیام کرتے تھے، ان کے نام سے سکۃ الماجشون مدینہ کا ایک کوچہ مشہور تھا، آل ہدیر کے غلام تھے،

انھوں نے اپنے والد عبد اللہ، چچا یعقوب، محمد بن منکدر، ابن شہاب زہری، زید بن اسلم، صالح بن کیسان، یحییٰ بن سعید انصاری، ہشام بن عروہ، عبد الرحمٰن بن قاسم وغیرہ سے حدیث وفقہ کی تعلیم پائی تھی،

کثیر الحدیث، ثقہ، صدوق، محدث وفقیہ اور مفتی تھے، اہل حرمین کے فقہی مسلک پر شدت سے عمل کرتے تھے،

وکان فقیھًا، ورعًا، متابعًا لمذھب اھل الحرمین مفرّعًا علی اصولھم، ذابًّا عنہ۔ [1]

وہ فقیہ، متقی اور اہل حرمین کے مسلک کے پیرو تھے اور ان کے اصول پر مسائل متفرع کرتے تھے، اور اس مسلک کی طرف سے دفاع کرتے تھے۔

اسی کے ساتھ عقل ودانش میں وزارت کی صلاحیت کے مالک تھے، اشہب ان کو امام مالکؒ سے بڑا عالم کہتے تھے، ابن وہب کا بیان ہے کہ زمانۂ حج میں منادی ہو رہی تھی کہ مالک اور عبد العزیز بن ابو سلمہ کے علاوہ اور کوئی عالم فتویٰ نہ دے،

آخری عمر میں مدینہ سے بغداد چلے گئے تھے جہاں ان کا حلقۂ درس قائم ہوتا تھا اور اہل مدینہ سے زیادہ اہل عراق نے ان سے علم حاصل کیا۔

---

[1] تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۳۴۴،

وکان اماما مفتیا صاحب حلقۃ [1] صاحب حلقہ امام ومفتی تھے،

ماجشون کہا کرتے تھے کہ اہل بغداد نے مجھکو محدث بنایا ہے، ایک مرتبہ خلیفہ مہدی نے ان کی خدمت میں دس ہزار دینار پیش کیا تھا، تحدیث وافتاء کے ساتھ تصنیف و تالیف میں مشہور تھے،

لہ کتب مصنفۃ فی الاحکام [2] احکام میں ان کی تصنیف کردہ کتابیں ہیں،

ان کتابوں کی روایت ان کے تلامذہ ابن وہب اور عبداللہ بن صالح وغیرہ نے کی ہے امام ماجشون کے حلقہ نشینوں اور شاگردوں میں مشاہیر ائمۂ علم ہیں، جنھوں نے ان کے فقہی مسلک کو عام کیا ہے، جن میں اہل بغداد نمایاں ہیں،

واھل بغداد اروی عنہ من اھل المدینۃ، [3] اہل مدینہ سے زیادہ اہل بغداد نے ان سے روایت کی ہے،

۱۶۴ھ میں بغداد میں انتقال کیا، خلیفہ مہدی نے نماز جنازہ پڑھائی [illegible] کے قبرستان میں دفن کیے گئے،

درسگاہ حضرت محمد بن اسحاق

حضرت محمد بن اسحاق بن یسار مطلبی متوفی ۱۵۱ھ رحمۃ اللہ علیہ فارسی النسل اور قیس بن مخرمہ بن عبدالمطلب کے غلام ہیں، جلیل القدر، ثقہ، محدث وفقیہ اور کتاب المغازی کے مصنف ہیں، ان کی مجلس درس مدینہ منورہ میں (غالباً مسجد نبوی) میں منعقد ہوتی تھی جس میں اعیان واشراف اور مشاہیر اہل علم شریک ہوتے تھے، علمی تبحر وتفنن کا یہ حال تھا کہ جس موضوع پر گفتگو کرتے تھے اسی پر مجلس ختم ہو جاتی تھی، ان کے تلمیذ عبداللہ بن فائد بیان

[1] العبر ج ۱ ص ۲۴۴، [2] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۰۶، [3] طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۳۱۴،

کرتے ہیں۔

کنا اذا جلسنا الی محمد بن اسحاق	جب ہم لوگ محمد بن اسحاق کی مجلس میں بیٹھتے
فاخذ فی فن من العلم قضی	تھے اور وہ کسی ایک فن کا درس دیتے تو
مجلسه فی ذالک الفن [1]	اسی میں مجلس ختم ہو جاتی تھی،

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ میں ستر سال تک ابن اسحاق کی مجلس میں بیٹھا ہوں، اس مدت میں اہل مدینہ میں سے کسی نے ان کو متہم قرار نہیں دیا، [2]

علمائے مدینہ میں ابن اسحاق کے مشہور شاگرد ابراہیم بن سعد زہری تھے، ان کے پاس ابن اسحاق کی روایت سے مغازی کے علاوہ سترہزار احادیث احکام کے متعلق تھیں [3]

ابن اسحاق بہت پہلے مدینہ سے نکل کر کوفہ، جزیرہ، رے ہوتے ہوئے بغداد چلے گئے تھے، اس لئے علمائے مدینہ کے مقابلہ میں دوسرے شہروں کے اہل علم نے ان سے روایت کی،

درس گاہ حضرت عبد الرحمٰن بن ہرمز

حضرت عبد الرحمٰن بن ہرمز الاعرج متوفی ۱۱۷ھ رحمۃ اللہ علیہ ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب کے غلام ہیں، انھوں نے حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابو سعید خدری، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے، اور حضرت ابو ہریرہ کے مخصوص تلامذہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔

عبد الرحمٰن بن ہرمز کا حلقۂ درس مسجد نبوی اور ان کے مکان میں دونوں جگہ قائم ہوتا تھا، امام مالک سات سال تک ان کے حلقہ میں بیٹھے تھے۔ اس درمیان کسی اور درس گاہ میں نہیں گئے، ان کا بیان ہے کہ میں ان کے مکان پر جاتا تو اپنے ساتھ کھجور لیجاتا اور بچوں کو دیکر کہتا کہ اگر کوئی شخص شیخ کے بارے میں پوچھے تو کہہ دینا کہ وہ مشغول ہیں،

[1] تاریخ بغداد ج ا ص۲۲۰، [2] تاریخ کبیر ج قسم ا ص۴۱، [3] تہذیب التہذیب ج ۹ ص۴۲،

ایک دن ابن ہرمز نے ملازمہ سے پوچھا کہ دروازہ پر کون ہے؟ اس نے کہا کہ وہی اشقر (سُرخ سفید رنگ والا) ہے، ابن ہرمز نے کہا کہ یہ لڑکا عالم ہے،

امام مالک ان کے یہاں اپنے ساتھ گدا لیجاتے تھے، تاکہ ابن ہرمز کے دروازے کے پتھر کی سردی سے محفوظ رہیں، ایک قول ہے مسجد نبوی کے صحن میں سردی کی وجہ سے امام مالک ایسا کرتے تھے، کیونکہ ابن ہرمز کی عام تعلیمی مجلس مسجد نبوی میں منعقد ہوتی تھی، اور مکان پر خاص خاص طلبہ جاتے تھے، امام مالک کہتے ہیں کہ میں صبح سویرے ابن ہرمز کے پاس چلا جاتا تھا اور رات کو واپس آتا تھا، [1]

درسگاہ حضرت مجاہد بن جبر مخزومی مکّیؒ

حضرت مجاہد بن جبر مخزومی مکّی متوفی ۱۰۳ھ رحمۃ اللہ علیہ قیس بن سائب مخزومی کے غلام تھے، حضرت ابن عباسؓ کے خاص تلمیذ اور قرات و تفسیر کے مشہور امام تھے، انھوں نے حضرت علی، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص، حضرت ابوسعید خدری، حضرت عائشہؓ، حضرت ام سلمہ، حضرت رافع بن خدیج، حضرت ابوہریرہ، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم، کے علاوہ متعدد صحابہ اور تابعین سے حدیث کی روایت کی ہے،

ان کا بیان ہے کہ میں نے ابن عباس سے تیس بار قرآن پڑھا ہے اور تین بار اس طرح پڑھا ہے کہ ہر آیت پر ٹھہر کر ان سے سوال کرتا تھا کہ یہ آیت کس کے بارے میں اور کس وقت نازل ہوئی، قتادہ کہتے ہیں کہ جو اہل علم باقی رہ گئے ہیں ان میں مجاہد تفسیر کے سب سے بڑے عالم ہیں، سلمہ بن کہیل کا قول ہے کہ میں نے عطاء بن ابی رباح، طاؤس اور

---

[1] ترتیب المدارک ج ۱ ص ۱۳۰،

مجاہد کے علاوہ کسی کو نہیں پایا جو اس علم سے اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتا ہو، [1]

ابن سعد نے لکھا ہے

کان فقیھًا، عالمًا، ثقۃ، کثیر الحدیث — مجاہد بن جبر فقیہ، عالم، ثقہ، کثیر الحدیث تھے،

ان کی مجلس درس مکہ مکرمہ میں قائم ہوتی تھی، ان کے پاس حضرت جابرؓ بن عبداللہ کا صحیفہ تھا۔ اس سے حدیث بیان کرتے تھے، ان کے شاگرد اعمش کا بیان ہے،

فاذا انطق خرج من فیہ اللؤلؤ، — جب وہ بات کرتے تو ان کے منہ سے موتی جھڑتا تھا،

ابن جریج مکی کہتے ہیں کہ

لِاَن اکون سمعتُ من مجاھد أحبّ الیّ من اھلی ومَالی، [2] — میرے نزدیک میرے اہل و مال سے زیادہ محبوب مجاہد سے حدیث سننا اور پڑھنا ہے،

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے مجاہد کے حافظہ پر رشک فرماتے ہوئے کہا ہے۔

وَدِدتُ ان نافعًا یحفظ بحفظك، [3] — میری خواہش ہے کہ نافع بھی تمہاری طرح یاد کریں،

حضرت ابن عمران کا بڑا احترام کرتے تھے، بیان کرتے ہیں کہ بسا اوقات ابن عمر میری رکاب پکڑ لیتے تھے، حضرت مجاہد نے ایک مرتبہ پانچ درہم پر ایک شخص سے اپنے لئے قرآن لکھوایا تھا، [4]

کسی اعجوبہ کی خبر پاتے تو اس کو دیکھنے اور تحقیق کرنے کے لئے جاتے تھے، اس سلسلہ میں برہوت اور بابل گئے تھے، ان کے تلامذہ میں عکرمہ مولیٰ ابن عباس، عطاء بن ابی رباح، قتادہ بن دعامہ، ایوب سختیانی، ابن عون، سلیمان بن مہران اعمش جیسے ائمہ دین ہیں، مصر وغیرہ کے اہل علم نے ان کی احادیث لکھوائیں، حضرت مجاہد نے بحالتِ سجدہ مکہ مکرمہ میں ۱۰۳ھ میں انتقال کیا،

---

[1] تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۴۲ و ۴۳، [2] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۸۶، [3] العبر ج ۱ ص ۱۲۵،
[4] طبقات المفسرین ج ۲ ص ۳۰۵،

درس گاہ حضرت عطاء بن ابی رباحؒ

حضرت عطاء بن ابی رباح اسلم مکی متوفی ۱۱۵ھ رحمۃ اللہ علیہ اہل مکہ کے مفتی وفقیہ اور محدث ہیں، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے جانشین، ان کے علم کے وارث اور فقہی مسلک کے ناشر ہیں، حضرت عمرؓ یا حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں پیدا ہوئے، اور اجلۂ صحابہ سے روایت کی۔ کہتے ہیں کہ میں نے دو سو صحابہ کو پایا ہے۔ اصلی وطن یمن کا صوبہ جند ہے، مکہ میں نشو ونما ہوئی، اپنے شیخ حضرت ابن عباس کے بعد ان کی مجلس میں اپنی مجلس منعقد کی، حضرت عثمانؓ کے پڑپوتے محمد بن عبداللہ بن عمرو کا بیان ہے۔

مارأیتُ مفتیاً خیراً من عطاء بن ابی رباح، انما کان فی مجلسہ، ذکر اللہ لایفتر، وھم یخوضون، فان تکلم اُوسئل عن شیء احسن الجواب	میں نے عطاء بن ابی رباح سے بہتر مفتی نہیں دیکھا ہے ان کی مجلس میں اللہ کا ذکر برابر ہوتا رہتا تھا اور اہل مجلس مسائل میں غور وخوض کرتے تھے، اور وہ جب بات کرتے یا جواب دیتے تو انداز بیان خوب ہوتا تھا،

عطاء بن ابی رباح مجلس درس میں اکثر خاموش رہتے تھے اور جب بولتے یا کسی بات کا جواب دیتے تو معلوم ہوتا کہ تائید غیبی ہو رہی ہے، اسمٰعیل بن امیہ کا بیان ہے،

کان عطاء یطیل الصمت فاذا تکلم خُیّل الینا انہ یُؤیّد،	عطاء بہت زیادہ خاموش رہتے تھے اور جب بات کرتے تو معلوم ہوتا تھا کہ ان کو تائید الٰہی (ل رہی) ہے،

ان کی مجلس میں ایک طالب علم نے کوئی حدیث بیان کی جس پر دوسرے طالب علم نے اعتراض کر دیا، یہ دیکھکر عطاء خفا ہو گئے اور کہنے لگے کہ

ما ھٰذہ الاخلاق، ما ھٰذہ الطباع،	یہ کیا اخلاق اور یہ کیا طبیعت ہے؟ واللہ کوئی
واللہ ان الرّجل لیحدّث بالحدیث	آدمی حدیث بیان کرتا ہے جس کو میں اس سے
لأنا اعلم بہ منہ، ولعسیٰ ان یکون	زیادہ جانتا ہوں اور ہوسکتا ہے کہ وہ حدیث اس
سمعہ منّی فأنصتُ الیہ، واُدیہ	نے مجھ سے ہی سنی ہو، اُسکے باوجود میں غور سے سنتا ہوں
کأنّی لم اسمعہ قبلَ ذٰلک،	اور اس کو ایسا محسوس کراتا ہوں کہ گویا اس سے
	پہلے میں نے یہ حدیث نہیں سنی ہے۔

ابن جریج کہتے ہیں کہ جب عطاء کوئی بات بیان کرتے تو میں کہتا کہ یہ علم ہے، یا رائے ہے؟ اگر وہ بات اثر (حدیث یا قول صحابہ) ہوتی تو کہتے کہ یہ علم ہے اور اگر رائے ہوتی تو کہتے کہ یہ میری رائے ہے، بیس سال تک مسجد حرام کا فرش ان کا بستر رہا ہے۔

مناسک و مسائلِ حج کے سب سے بڑے عالم تھے، قتادہ کا قول ہے کہ عطاء مناسک کے سب سے بڑے عالم ہیں، ایامِ حج میں خلافت کی طرف سے اعلان ہوتا تھا کہ عطاء کے علاوہ کوئی عالم مناسکِ حج میں فتویٰ نہ دے،

سلمہ کا قول ہے کہ عطاء، طاؤس اور مجاہد کے علاوہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو علمِ دین کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کا ارادہ رکھتا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ اپنے اس شاگرد کے بارے میں اہلِ مکہ سے فرمایا کرتے تھے کہ تم لوگ میرے پاس جمع ہوتے ہو، حالانکہ تمہارے یہاں عطاء موجود ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عطاء حضرت ابن عباس کی زندگی ہی میں مرجع اور ان کے جانشین بن گئے تھے، امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ میں نے جن اہلِ علم وفضل سے ملاقات کی ہے ان میں عطاء سے افضل اور جابر جعفی سے جھوٹا کسی کو نہیں پایا،

عتبہ بن ابوحکیم ہمدانی کا بیان ہے کہ ہم چند لڑکے عطاء بن ابی رباح کی مجلس میں تھے، انھوں نے کہا کہ آؤ مجھ سے حدیث لکھو، جو اچھی طرح لکھنا نہ جانتا ہو ہم اس کے لئے

لکھدیں گے اور جس کے پاس کاغذ نہ ہو ہم کاغذ دیں گے۔ حضرت عطاء بن ابی رباح کا انتقال ۱۱۴ھ میں ہوا [1]

درس گاہ حضرت عمرو بن دینار

حضرت عمرو دینار جمحی مکی متوفی ۱۱۶ھ رحمۃ اللہ علیہ، ابناء میں سے ہیں یعنی یمن کی اس فارسی نسل سے ہیں جو وہاں آباد ہو گئی تھی، ابن عباس، ابن عمر، جابر بن عبداللہ، انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے حدیث و تفقہ کی تعلیم حاصل کی اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے خصوصی اصحاب میں شمار کئے گئے، کثیر الحدیث، ثقہ و ثبت عالم و مفتی تھے۔ ان کا حلقۂ درس مسجد حرام میں قائم ہوتا تھا جو آخری زمانہ تک جاری رہا، سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ عمرو بن دینار جب چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تو سواری پر آتے تھے، میں نے بچپن سے ان کو اسی طرح آتے جاتے دیکھا تھا، اس وقت کم عمری کی وجہ سے ان کو اٹھا کر سواری پر بیٹھا سکتا تھا، اور جب میں طاقتور ہو گیا تو ان کو سوار کرنے لگا، ان کا مکان مسجد سے دور تھا، عمرو بن دینار حدیث کے معانی بیان کرتے تھے، سفیان بن عیینہ کہتے ہیں۔

کان عمرو یحدث بالمعانی — عمرو بن دینار حدیث کے معنیٰ بیان کرتے تھے

وکان فقیھًا۔ — وہ فقیہ عالم تھے،

حدیث کی کتابت کے قائل نہیں تھے بلکہ زبانی یاد کرنے کی تاکید کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کو لوگوں نے بتایا کہ سفیان آپ کی حدیث لکھتے ہیں، یہ سن کر لیٹ گئے اور رو کر کہا کہ

أحرج علی من کتب عنی، — جو شخص مجھ سے لکھتا ہے میں اس پر نکیر کرتا ہوں

سفیان کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے لکھنا بند کر دیا اور ہم سب اہل مجلس حدیث کو

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۳۶۶ و بعدہ، و تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۹۲، و تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۱۹۹، و ما بعدہ، و المحدث الفاصل ص ۳۸۳

زبانی یاد کرنے لگے، کہتے تھے کہ لوگ ہم سے ہماری رائے معلوم کرکے اس کو لکھ لیتے ہیں، گویا وہ پتھر کی لکیر ہے، ہو سکتا ہے کہ کل ہم اس سے رجوع کرلیں، ایک شخص نے عمرو بن دینار سے کوئی مسئلہ دریافت کیا، جس کا جواب انھوں نے نہیں دیا اس پر سائل نے اصرار کرکے کہا کہ اس مسئلہ کے بارے میں مجھے خلجان ہے، آپ جواب دیں، تو کہا کہ

والله لأن يكون في نفسك مثل أبي قبيس أحبُّ اليَّ من أن يكون في نفسي منها مثل الشعرة، [1]

خدا کی قسم تمہارے دل میں ابو قبیس پہاڑ جیسا خلجان ہو تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ میرے دل میں بال جیسا خلجان ہو،

درس گاہ حضرت عبداللہ بن عبدالرحمن نوفلی مکیؒ

حضرت عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابو حسین بن حارث نوفلی مکی متوفی سنہ رحمۃ اللہ علیہ قبیلہ قریش کی شاخ بنو نوفل سے ہیں، انھوں نے حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ، نافع بن جبیر بن مطعم، عطاء بن ابو رباح، عکرمہ مولیٰ ابن عباس، مجاہد بن جبیر، ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم، نوفل بن مساحق، شہر بن حوشب، عدی بن عدی سے روایت کی ہے، [2]

ابن سعد نے لکھا ہے۔

كان ثقة قليل الحديث [3]

وہ ثقہ قلیل الحدیث عالم تھے۔

ابن حجر نے لکھا ہے۔

ثقة، عالم بالمناسك من الخامسة [4]

وہ ثقہ اور مناسک حج کے عالم ہیں اور راویوں کے پانچویں طبقہ سے ہیں۔

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۴۷۹ و تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۰۶ و تہذیب التہذیب ج ص ،
[2] تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۲۹۳، [3] طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۴۸۶، [4] تقریب التہذیب ج ۱ ص ۴۲۸،

ان کا حلقۂ درس مکۂ مکرمہ میں منعقد ہوتا تھا، اسمٰعیل بن عیاش کا بیان ہے کہ ابن ابی حسین مکیّ مجلسِ درس میں مجھے اپنے قریب بٹھاتے تھے، ایک مرتبہ اصحاب حدیث نے ان سے کہا کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس شامی جوان کو آگے بڑھاتے ہیں اور ہم پر اس کو ترجیح دیتے ہیں، انھوں نے جواب دیا کہ میں اس سے اچھی امید رکھتا ہوں اتفاق سے ایک دن حلقہ نشینوں نے ابن ابی حسین سے ایک حدیث کے بارے میں سوال کیا جس کو انھوں نے ایک ماہ پہلے بیان کیا تھا، وہ حدیث یہ تھی،

إذا جمع الطعام أربعًا فقد كمل الخ — کھانے میں جب چار باتیں جمع ہوں تو وہ مکمل ہوجاتا ہے

ابن ابی حسین نے تین باتوں کو بیان کیا اور چوتھی بات بھول گئے، تو اس کے متعلق مجھ سے سوال کیا، اور کہا کہ میں نے یہ حدیث کس طرح بیان کی تھی، میں نے کہا کہ آپ نے ایک ماہ قبل ہم سے یہ حدیث بیان کی تھی کہ اذا جمع الطعام اربعًا فقد کمل پہلی بات یہ ہے کہ کھانا حلال ہو، دوسری یہ کہ اس پر بسم اللہ پڑھا جائے۔ تیسری یہ کہ زیادہ لوگ شریک ہوں، اور چوتھی یہ کہ کھانا کھانے کے بعد الحمد للہ کہا جائے، ابن ابی حسین میرا جواب سن کر طلبہ کی طرف متوجہ ہوئے، اور کہا میرے متعلق تم لوگ کیا خیال کرتے ہو، [1]

ان کی درسگاہ کے فیض یافتہ حضرات میں امام مالکؒ، ابن جریج، لیث بن سعد، محمد بن مسلم طائفی، سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری، شعیب بن ابی حمزہ، شعبہ، عبید اللہ بن اخنس، ابراہیم بن نشیط، مسلم بن خالد مشاہیر ائمہ ہیں۔ [2]

---

[1] المحدث الفاصل ص۱۹۵ و ص۱۹۶، [2] تاریخ کبیر ج۳ قسم ا ص۱۳۳، والجرح والتعدیل ج ۲ قسم ۲ ص۹۷،

درس گاہ حضرت علقمہ بن قیس کوفی رحمہ اللہ

حضرت علقمہ بن قیس نخعی کوفی متوفی ۱۶۲ھ رحمۃ اللہ علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں پیدا ہوئے، حضرت ابراہیم نخعی کے ماموں اور حضرت اسود نخعی کے چچا ہیں، تابعین کے طبقۂ کبار میں بلند مقام رکھتے ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد خاص، ان کے علم کے ناشر اور ان کی زندگی کا پرتو ہیں، انھوں نے حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابودرداءؓ وغیرہ سے روایت کی اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے قرآن کی تعلیم حاصل کرکے ان ہی سے تفقہ سیکھی اور ان کے اہم ترین تلمیذ مانے گئے، حضرت ابن مسعودؓ کا قول ہے کہ

ما أقرأ شيئًا، وما أعلم شيئًا إلا وعلقمة يقرءه ويعلمه،	میں جو کچھ پڑھتا اور جانتا ہوں، علقمہ ان سب کو پڑھتے اور جانتے ہیں۔

قابوس بن ابوظبیان نے اپنے والد سے کہا کہ آپ صحابہ کو چھوڑ کر علقمہ کی مجلس میں کیوں جاتے ہیں؟ انھوں نے بتایا کہ میں نے کئی صحابہ کو دیکھا ہے کہ وہ علقمہ سے استفتاء اور سوالات کرتے ہیں، [۱]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے انتقال کے بعد اہل علم نے علقمہ سے حضرت ابن مسعود کی جانشینی کیلئے کہا تو جواب دیا کہ تم لوگ مجھکو نشانہ بنانا چاہتے ہو، عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے علقمہ سے کہا کہ کیا بہتر ہوتا کہ آپ مسجد میں مجلس قائم کرتے اور ہم آپ کے پاس بیٹھکر سوالات کرتے، تو انھوں نے جواب دیا کہ میں پسند نہیں کرتا کہ لوگ کہیں کہ یہ علقمہ ہیں، ان کے بارے میں کہا جاتا تھا۔

كان عبد الله يشبه بالنبي صلى الله عليه وسلم	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت، طور طریقہ و ہیئت

---

[۱] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۴۵،

فی ھدیہ، وجلّہ وسمتہ، وکان علقمۃ یشبہ بعبد اللہ، — میں عبداللہ بن مسعود آپ کے مشابہ تھے اور علقمہ عبداللہ بن مسعود کے مشابہ تھے،

غالباً ان کا حلقۂ درس و تحدیث و تفقہ ان کے مکان پر قائم ہوتا تھا، اپنے شاگردوں میں نشاط محسوس کرتے تو مجلسِ درس میں حروب و غزوات کے واقعات بیان کرنے لگتے اور علمی مذاکرہ کی تاکید کیا کرتے

تذاکروا العلم، فان حیاتہ ذکرہ [1] — تم لوگ آپس میں علمی مذاکرہ کیا کرو، یہ علم کی حیات ہے

حضرت علقمہ اپنے حافظہ کے بارے میں کہتے ہیں کہ جو کچھ میں نے جوانی میں یاد کیا تھا اس کو یوں پڑھتا ہوں جیسے وہ لکھا ہوا ہے۔

ایک مرتبہ لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ امیر کوفہ کے یہاں جاکر اس کو دین کی باتیں بتائیں، انھوں نے جواب دیا کہ میں ان امراء کے پاس جاکر دنیا سے جو کچھ حاصل کروں گا وہ اس سے بہتر میرے دین سے لیں گے، ان کا شمار علمائے ربانیین میں ہے، حضرت عبداللہؓ بن مسعود کے فقہی مسلک کے ترجمان و ناشر ہیں،

درس گاہ حضرت عامر شعبیؒ

حضرت عامر بن شراحیل شعبی حمیری ہمدانی کوفی متوفی ۱۰۴ھ رحمۃ اللہ علیہ یمن کے شاہی خاندان حمیر سے ہیں، ان کا شمار قبیلہ ہمدان میں ہوتا ہے۔ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں پیدا ہوئے، ان کا بیان ہے کہ میں نے پانچ سو صحابہ کو پایا ہے۔ بہت سے اجلّہ صحابہ سے حدیث کی روایت کی ہے، اور مختار ثقفی کے خوف سے آٹھ یا دس ماہ مدینہ میں عبداللہ بن عمر کے یہاں مقیم رہا ہوں، اسی زمانہ میں ایک مرتبہ امام شعبی مغازی کا درس دے رہے تھے،

[1] طبقات ابن سعد ج ۶ ص۸۶،

حضرت عبداللہؓ بن عمر ادھر سے گذرے تو ان کے بیان کو سن کر کہا کہ میں غزوات میں شریک رہا ہوں مگر یہ شخص ان کا مجھ سے زیادہ عالم وحافظ ہے، کہتے ہیں کہ میں نے کبھی سفید کاغذ پر سیاہی سے نہیں لکھا اور جب بھی کسی نے مجھ سے حدیث بیان کی تو دوبارہ بیان کرنے کی خواہش نہیں کی، شعبی سے پوچھا گیا کہ یہ علم آپ نے کیسے حاصل کیا ہے ؟ تو بتایا

بنفی الاعتماد، والسیر فی البلاد، و صبر کصبر الجماد، وبکور کبکور الغراب، ۞ ۞ اپنے علم پر بے اعتمادی، طلب علم میں سفر، جمادات کی طرح صبر، اور کوے کی طرح صبح خیزی، ان باتوں سے میں نے علم حاصل کیا ہے،

ان کا قول ہے کہ پہلے علمِ دین وہ شخص طلب کرتا تھا جو عبادت اور عقل کا جامع ہو، اگر بغیر عبادت کے عقلمند ہوتا تھا تو کہا جاتا تھا کہ یہ علم حاصل نہیں کر سکتا، اور اگر عابد بلا عقل ہوتا تھا تو کہا جاتا تھا کہ علم عقلمندوں کو ملتا ہے، اور آج میں دیکھ رہا ہوں کہ علم دین ایسا شخص حاصل کر رہا ہے جس کے پاس نہ عقل ہے نہ عبادت ہے، ہم فقیہ نہیں ہیں بلکہ حدیث سُن کر اس کی روایت کی ہے۔ فقیہ وہ ہیں جو علم حاصل کر کے اس پر عمل کرتے ہیں۔ کوفہ کے شرقی علاقہ میں یمنی قبائل آباد تھے، شعبی بھی یمنی قبیلہ سے تھے اور ان کا مکان بھی اس علاقہ میں تھا جہاں ان کا حلقۂ درس قائم ہوتا تھا، اسی علاقہ میں امام ابوحنیفہؒ کا مکان بھی تھا، ایک مرتبہ امام صاحب اُدھر سے گذر رہے تھے تو امام شعبی نے اُن کو بلا کر علم دین حاصل کرنے کی ترغیب دی وہ امام صاحب کے سب سے بڑے استاذ تھے، ذہبی نے لکھا ہے۔

وھو أکبر شیخ لأبی حنیفۃ ـ وہ ابوحنیفہ کے سب سے بڑے استاد ہیں،

ابن سیرین کہتے ہیں۔

قدمتُ الکوفۃ، وللشعبی حلقۃ، وأصحابُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یومئذ کثیرٌ میں کوفہ پہونچا تو شعبی کا حلقہ قائم تھا حالانکہ اسوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ بڑی تعداد میں موجود تھے،

اور ابوبکر ہذلی سے کہا کہ

الزم الشعبي فلقد رأيته يُستفتىٰ و الصحابة متوافرون

تم شعبی کی مجلس کو لازم پکڑو۔ میں نے دیکھا ہے کہ ان سے فتویٰ معلوم کیا جاتا تھا، حالانکہ صحابہ کثیر تعداد میں موجود تھے۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

داؤد بن ابو ہند کہتے ہیں۔

ما جالستُ أحدًا أعلم من الشعبي

میں کسی ایسے عالم کے پاس نہیں بیٹھا جو شعبی سے بڑا ہو۔

سفیان بن عیینہ کا قول ہے کہ علماء تین ہیں، ابن عباس اپنے زمانہ میں، شعبی اپنے زمانہ میں، اور سفیان ثوری اپنے زمانہ میں، عاصم الاحول کہتے ہیں کہ اہل کوفہ، اہل بصرہ اور اہل حجاز کی حدیث کا شعبی سے بڑا عالم میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ خود شعبی کا بیان ہے کہ بیس سال سے جب میں کسی کو کوئی حدیث بیان کرتے ہوئے سنتا ہوں تو میں اس حدیث کے بارے میں اس شخص سے زیادہ علم رکھتا ہوں،

امام شعبی حدیث کے الفاظ و عبارات سے زیادہ اس کے معانی کو بیان کرتے تھے، کہتے تھے کہ تم لوگ مجھ سے جو کچھ سنو، لکھ لو، دیوار ہی پر سہی، مکحول شامی کہتے ہیں کہ شعبی سنّتِ ماضیہ کے سب سے بڑے عالم ہیں۔ عجلی کا بیان ہے کہ شعبی نے اڑتالیس صحابہ سے حدیث سنی ہے۔

تمیم بن مالک کا بیان ہے کہ امام شعبی اپنی مجلسِ درس سے اٹھنے سے پہلے یہ دُعا پڑھا کرتے تھے۔

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله، وأشهد أن الدين كما شرع وأشهد أن الإسلام كما وصف، وأشهد أن الكتاب كما أُنزل، وأن القول كما حدّث، وأشهد أن الله هو الحق المُبين،

اور جب اٹھنے لگتے تو کہتے تھے۔

ذکر اللہ محمداً منا بالسلام

امام شعبی اپنے حلقہ میں بے جا بھیڑ بھاڑ اور تکثیر سواد کو سخت ناپسند کرتے تھے، ان کا قول ہے۔

إذا عظمت الحلقة فإنما هو نداء أو نجاء۔ جب حلقۂ درس بڑھ جاتا ہے تو شور شرابہ ہوکر رہ جاتا ہے۔

صالح بن مسلم کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اور شعبی دونوں جامع مسجد میں گئے۔ جہاں حماد بن سلیمان کا حلقہ قائم تھا، اور ان کے سامنے طلبہ شور شرابہ کر رہے تھے، شعبی نے یہ دیکھکر کہا کہ واللہ ان لوگوں نے اس مسجد کو میرے نزدیک بے وقعت بنا دیا ہے ایک زمانہ تھا کہ اس مسجد کی مجلس سے زیادہ محبوب میرے نزدیک کوئی مجلس نہیں تھی جس میں بیٹھوں، اور آج حال یہ ہے کہ اس مسجد میں بیٹھنے سے زیادہ بہتر میرے نزدیک یہ ہے کہ میں کناسہ پر بیٹھوں، اور جب اہلِ مجلس کے پاس سے گذرتے تھے کہتے تھے کہ یہ بے مال کے تاجر لوگ ہیں، جو بات اپنی رائے سے کہیں تم اس کو نہ مانو، البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے نقل کر کے جو کچھ بیان کریں اس کو لے لو،

امام شعبی کی یہ باتیں ان حلقہ نشینوں کے بارے میں ہیں جن کی نیت میں اخلاص نہیں ہوتا تھا اور حدیث کے طالب علم بننے کے شوق میں مشائخ کی مجلسوں اور حلقوں میں جاتے تھے، حسن بصری کہتے ہیں کہ ہمارے حلقہ میں ایسے لوگ بھی آتے ہیں جن کا مقصد طلب دنیا ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ امام شعبی سے سوال کیا گیا جس کا جواب اس وقت نہ دے سکے، اہلِ مجلس نے کہا کہ اپنی رائے سے جواب دیدیں تو کہا کہ تم میری رائے لیکر کیا کروگے؟ صلت بن بہرام کہتے ہیں کہ میں نے کسی عالم کو نہیں دیکھا کہ شعبی کے ٹکر کا ہو اور ان سے زیادہ لاادری (میں نہیں جانتا) کہتا ہو " عمرو بن سعید کہتے ہیں کہ میں نے شعبی سے کہا کہ ایک حدیث آپ نے مجھ سے بیان کی ہے اس میں مجھے خلجان ہے، پوچھا وہ کیا؟ میں نے کہا " لا ادری "

شعبی کہتے ہیں کہ سلف صالحین کثرت سے حدیث بیان کرنے کو ناپسند کرتے تھے، اگر میری زندگی کے دن لوٹ آتے تو میں وہی حدیث بیان کرتا جس پر محدثین متفق ہیں شعبی ظریف الطبع اور خوش وقت انسان تھے، ۱۰۵ھ میں فوت ہوئے۔ [۱]

درس گاہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رح

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت تیمی کوفی رحمۃ اللہ علیہ ۸۰ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۰ھ میں انتقال فرمایا، ائمہ متبوعین میں امام صاحب کو متعدد صحابہ کرام کی دید و زیارت اور ملاقات و ہم نشینی کا شرف حاصل ہے، آپ کا شمار اعیانِ تابعین میں ہوتا ہے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو متعدد بار دیکھا ہے، اس کی تصریح ان کے تمام تذکرہ نگاروں نے کی ہے۔ نیز متعدد صحابہ کرام کا زمانہ پایا ہے اور ان میں سے بعض حضرات سے حدیث سنی ہے جیسے حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء، حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ، حضرت سہل بن سعد ساعدی، حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہم، [۲]

امام صاحب نے اپنے دور کے مشاہیر ائمہ حدیث و فقہ سے تعلیم حاصل کی، اُن کے شیوخ و اساتذہ کی فہرست تیار کی گئی تو چار ہزار نام نکلے، شیخ شمس الدین محمد بن یوسف دمشقی نے عقود الجمان میں حروف تہجی پر دو سو اسی ۲۸۰ سے زائد شیوخ کے نام درج کئے ہیں، [۳]

امام صاحب نے امام حماد بن ابو سلیمان متوفی ۱۲۰ھ کے حلقہ درس میں بیٹھ کر فقہ کی تعلیم حاصل کی، اور تفقہ میں تمام ائمہ متبوعین کے امام مانے گئے جیسا کہ امام شافعیؒ نے فرمایا ہے،

---

[۱] طبقات ابن سعد ج ۶ ص۲۴۶ تا ص۲۵۵، وتذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص۷۴ تا ص۸۲، وتہذیب التہذیب ج ۵ ص۶۵ تا ص۶۹، [۲] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص۱۵۸، العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص۱۲۴، وفیات الاعیان ج ۲ ص۲۹۶، الفہرست ص۲۸۴، مناقب ابی حنیفہ و صاحبیہ ص۸، [۳] عقود الجمان ص۶۳ تا ص۸۰،

امام ابراہیم نخعیؒ کی وفات کے بعد ان کے تلمیذ خاص حماد بن ابی سلیمان نے استاد کی جگہ سنبھالی، ان کے انتقال کے بعد انکے شاگرد رشید امام ابوحنیفہؒ نے ان کے حلقۂ درس کو جاری رکھا، کئی حضرات کو اس جگہ کے لئے منتخب کیا گیا، مگر سب نے انکار کر دیا، اس لئے حماد بن سلیمان کے تمام تلامذہ نے متفقہ طور پر امام صاحب کو استاد کی جگہ بٹھایا، ان کے حلقۂ درس میں علماء و فضلاء کی بڑی جماعت شریک ہوتی تھی جن میں ہر علم و فن کے مشاہیر ہوتے تھے، اُن کے شاگرد وکیع بن جراح کا قول ہے کہ ابوحنیفہ کسی دینی مسئلہ میں کیسے غلطی کر سکتے ہیں؟ ان کی مجلسِ درس میں ہر علم و فن کے اہل کمال موجود رہتے ہیں، ابویوسف، زفر بن ہذیل، اور محمد بن حسن جیسے قیاس و اجتہاد میں، یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ، حفص بن غیاث، حبان بن علی، اور معدل بن علی جیسے حدیث میں، قاسم بن معن بن عبدالرحمٰن جیسے لغت و عربیت میں داؤد بن نصیر طائی اور فضیل بن عیاض جیسے زہد و تقویٰ میں اپنا جواب نہیں رکھتے ہیں، جس کے حلقۂ درس میں ایسے ایسے اہل علم شریک رہتے ہوں، وہ غلطی کیسے کر سکتا ہے؟ اگر کبھی ایسی بات ہو بھی تو یہ حضرات رہنمائی کر سکتے ہیں[1]

امام صاحبؒ کا معمول تھا کہ اہم مسائل پر سالوں غور و فکر کرتے تھے، اور جب تک پورے طور سے تحقیق و تنقیح نہیں ہو جاتی تھی شاگردوں کے سامنے پیش نہیں کرتے تھے. ان کے شاگرد حلقۂ درس میں فقہی مسائل پر بحث و مباحثہ کرتے تھے، اگر عافیہ بن یزید اودی موجود نہ ہوتے تو امام صاحب اُن سے کہتے کہ عافیہ کے آنے تک یہ بحث بند رکھو، اور جب وہ آجاتے اور کسی مسئلہ میں موافقت کرتے تو امام صاحب کہتے کہ اس مسئلہ کو لکھ لو، ایک مرتبہ ابویوسفؒ اور زفرؒ امام صاحب کے داہنے بائیں بیٹھ کر کسی مسئلہ پر بحث میں ایک دوسرے کی دلیل کا رد کر رہے تھے، اسی حال میں ظہر کا وقت آگیا تو امام صاحبؒ نے زفر سے کہا کہ جس جگہ ابویوسف ہوں تم اپنی برتری کی طمع نہ کرو، یہ کہہ کر ابویوسف کے حق میں فیصلہ صادر کیا،

---

[1] تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ـــــ، عقود الجمان ص۱۸۴ ،

سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ ابو حنیفہؒ کی مجلس درس سے گذرا، دیکھا کہ اُن کے پاس شاگردوں کی جماعت بلند آواز سے بحث و مباحثہ کر رہی ہے، میں نے کہا کہ آپ ان لوگوں کو مسجد میں شور مچانے سے کیوں نہیں منع کرتے ہیں؟ تو انھوں نے کہا کہ ان لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو، وہ اسی طرح تفقہ حاصل کرتے ہیں، مجلس درس میں داؤد طائی سب سے زیادہ بلند آواز تھے،

شاگردوں کی خیر خواہی، ان کی ہمت افزائی، اور ان کی ضروریات پر توجہ امام صاحب کے حلقۂ درس کی خصوصیات میں ہے، امام صاحب مالدار اور خوش حال خاندان کے چشم و چراغ تھے، سخاوت میں بہت آگے تھے، اپنے حلقہ نشینوں اور شاگردوں کا بہت خیال کرتے تھے، حسن بن زیاد لؤلؤی کے والد بہت تنگدست تھے، انھوں نے امام صاحب سے اپنا حال بیان کیا تو اپنے پاس سے حسن بن زیاد کا وظیفہ جاری کر دیا جو ان کی فراغت تک جاری رہا، اسی طرح قاضی ابو یوسف کے خاندان کی تنگدستی پر امام صاحب نے ان کی مالی امداد کی اور ۱۷ سترہ سال تک یہ سلسلہ جاری رہا، جس زمانہ میں زفر بن ہذیل امام صاحب کے پاس تعلیم حاصل کر رہے تھے، ان کی شادی ہوئی، شاگرد نے اپنے شیخ سے نکاح پڑھانے کی خواہش کی، استاذ نے خطبۂ نکاح میں ان کے بارے میں فرمایا کہ یہ زفر بن ہذیل ہیں، جو اپنے حسب و نسب، شرافت اور علم کی وجہ سے مسلمانوں کے امام اور دین کے زبردست عالم ہیں،

ایک شاگرد نے سوال کیا کہ فقہی بصیرت و اتقان کے لئے کیا کیا جائے؟ امام صاحبؒ نے کہا کہ پوری توجہ اور دلجمعی سے کام لیا جائے، اس نے کہا کہ اس کی کیا صورت ہے؟ امام صاحب نے کہا کہ دنیاوی مشاغل ختم کر دئے جائیں، اس نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ امام صاحبؒ نے اس کی صورت یہ بتائی کہ جس چیز کی جتنی ضرورت ہو اتنی ہی حاصل کرو، زیادہ کے چکر میں نہ پڑو،

قاضی ابو یوسف کا بیان ہے کہ ایک دن بارش ہو رہی تھی، ہم لوگ امام صاحب کے حلقۂ درس میں ان کے اِرد گرد بیٹھے تھے، حاضرین میں داؤد طائی، قاسم بن معن، عافیہ بن یزید

وکیع بن جراح، مالک بن مغول، زفر بن ہذیل تھے، امام صاحب نے ہماری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ تم لوگ میرے دل کا سرور، اور آنکھوں کا نور ہو، میں نے تم لوگوں کو تفقہ فی الدین میں اس قابل بنادیا ہے کہ لوگ تمہاری اتباع کریں، تم میں سے ہر شخص عہدۂ قضاء کی صلاحیت رکھتا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ اور تمہارے علم کا واسطہ دیکر کہتا ہوں کہ علم دین کو اجرت اور مزدوری کی ذلت سے بچانا، اور اس کو ذریعۂ معاش نہ بنانا، اگر تم میں سے کوئی عہدۂ قضاء میں مبتلا ہوجائے اور اپنے اندر اس کی صلاحیت نہ پائے تو اس منصب پر رہنا جائز نہیں ہے، اگر مجبوراً یہ عہدہ قبول ہی کرنا پڑے تو عوام سے بے تعلق نہ ہو، محلہ کے مسلمانوں کے ساتھ پانچوں وقت نماز ادا کرے اور ان کی ضرورت معلوم کرے، اگر درمیان میں بیمار پڑ جائے اور مجلس قضاء میں حاضر نہ ہو تو ناغہ کے دنوں کا وظیفہ نہ لے، اگر فیصلہ میں ناانصافی کرے گا تو قابلِ قبول نہیں ہوگا، [1]

امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں کی تعداد کئی ہزار ہے، ان کے معاصرین میں سے کسی محدث اور فقیہ کے تلامذہ کی تعداد اتنی زیادہ نہیں ہے، حافظ ابوالحجاج مزی نے تہذیب الکمال میں تقریباً ایک سو شاگردوں کا ذکر کیا ہے، اور عقود الجمان کے مصنف نے تقریباً آٹھ سو تلامذہ کے نام درج کئے ہیں۔ تفصیل کے لئے ہماری کتاب "مختصر سوانح ائمہ اربعہ" ملاحظہ ہو،

درس گاہ حضرت ابوعمرو شیبانیؒ

حضرت سعد بن ایاس شیبانی کوفی متوفی ۹۸ھ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کنیت ابوعمرو شیبانی سے مشہور ہیں۔ وہ زمانۂ جاہلیت میں پیدا ہوئے، ان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت میں کاظمہ میں اونٹ چراتا تھا، اور جنگِ قادسیہ کے وقت میری عمر چالیس سال کی تھی، انھوں نے زمانۂ جاہلیت میں حج کیا تھا،

---

[1] تاریخ بغداد، اخبار ابی حنیفہ وصاحبیہ، عقود الجمان، الفقیہ والمتفقہ، مناقب ابی حنیفہ واصحابہ، وغیرہ

ابو عمرو شیبانی نے عبداللہ بن مسعود، علی بن ابی طالب، حذیفہ، ابو مسعود بدری، جبلہ بن حارثہ، زید بن ارقم رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے، کوفہ کی جامع مسجد میں حدیث و فقہ اور قرآن کا درس دیتے تھے، عاصم بن بہدلہ کا بیان ہے۔

کان أبو عمرو الشیبانی یُقرء القرآن فی المسجد الأعظم فقرأت علیہ، ثم سألتہ یوماً عن آیۃ فاتھمنی بھوی، ابو عمرو شیبانی کوفہ کی جامع اعظم میں قرآن کا درس دیتے تھے، میں نے ان سے قرآن پڑھا ہے ایک دن میں نے ایک آیت کے بارے میں اُن سے سوال کیا تو انھوں نے مجھکو انحراف سے متہم کیا،

۹۸ھ میں انتقال کیا، اس وقت ان کی عمر ایک سو بیس سال کی تھی، ان کے تلامذہ میں ابواسحاق سبیعی، حارث بن شبلی، ولید بن عزار، اعمش، عیسیٰ بن عبدالرحمن سلمی وغیرہ مشہور ہیں [1]

درس گاہِ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ یسار انصاری اوسی کوفی متوفی ۸۳ھ رحمۃ اللہ علیہ خلافتِ فاروقی میں پیدا ہوئے، کہتے ہیں کہ میں نے ایک سو بیس انصاری صحابہ کا زمانہ پایا ہے۔ انھوں نے، عمر، عثمان، علی، سعد، حذیفہ، معاذ، مقداد، ابن مسعود، ابوذر، بلال، ابن عمر رضی اللہ عنہم جیسے اَجلہ صحابہ سے روایت کی ہے، اُن کے حلقۂ درس میں حضراتِ صحابہ شریک ہوتے تھے اور ان سے احادیث کا سماع کرتے تھے، عبدالملک بن عمیر کا بیان ہے۔

لقد رأیتُ عبد الرحمٰن فی حلقۃ فیہا نفر من الصحابۃ فیہم البراء یسمعون لحدیثہ وینصتون لہٗ میں نے عبدالرحمٰن کے حلقۂ درس میں چند صحابہ کو دیکھا ہے، جن میں حضرت براء بھی تھے، وہ حضرات خاموشی سے ان سے حدیث سنتے تھے،

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۶۱، تہذیب التہذیب ج ۳

اور محمد بن سیرین کہتے ہیں۔

جلست إليه وأصحابه يعظمونه كأمير، — میں ان کی مجلس میں بیٹھا ہوں، ان کے تلامذہ ان کی تعظیم امیر کی طرح کرتے تھے،

ان کو حجاج بن یوسف نے قاضی مقرر کیا تھا، پھر خود ہی معزول کر کے حضرت علی رضؓ کے بارے میں نازیبا کلمات کہنے کے لئے مارا، کوفہ کے ثقہ علمائے تابعین میں تھے۔

ان کے تلامذہ میں عمرو بن میمون اودی، عامر شعبی، حصین بن عبد الرحمٰن، مجاہد بن جبر، اعمش، اسمٰعیل بن ابو خالد، یحییٰ بن جزار، ہلال الوزان، یزید بن ابو زیاد، ابو اسحاق شیبانی وغیرہ مشہور ہیں۔[1]

درس گاہ حضرت ابو عبد الرحمٰن سُلمیؒ

حضرت ابو عبد الرحمٰن سُلمی عبد اللہ بن حبیب قاری کوفی متوفی سنہ ۷۳ھ رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبد اللہؓ بن مسعود کے مشہور اصحاب میں ہیں اور اہل کوفہ کے مُقری و عالم ہیں۔ حضرت ابن مسعود کے علاوہ، عمر، عثمان، علی، سعد، خالد بن ولید، حذیفہ، ابو موسیٰ اشعری، ابو دَردار اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے۔ فنِ قرارت و تجوید کے مشہور مقری و قاری تھے، عاصم بن بہدلہ نے ان سے قرارت کی تعلیم حاصل کی ہے، ان کے حلقۂ درس میں خاص طور سے قرآن اور تجوید و قرارت کی تعلیم ہوتی تھی، ذہبی نے لکھا ہے۔

وتصدّر للإقراء في خلافة عثمان إلى أن مات في سنة ثلاث وسبعين أو بعدها، — وہ قرارت کی تعلیم کی مسندِ صدارت پر خلافتِ عثمانی میں متمکن رہے۔ یہاں تک کہ سنہ ۷۳ھ یا اس کے بعد فوت ہوئے،

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ صـ۵۵، و تہذیب التہذیب ج ۶ صـ۲۶۰

ابو اسحاق سبیعی کا بیان ہے۔

أقرء القرآن فی المسجد أربعین سنۃً انھوں نے چالیس سال تک مسجد میں قرآن کا درس دیا ہے کوفہ کے نہایت ثقہ تابعی ہیں، ان سے ابراہیم نخعی، علقمہ بن مرثد، سعد بن عبیدہ، ابو اسحاق سبیعی، سعید بن جبیر، ابو الحصین اسدی، عطاء بن سائب، وغیرہ نے حدیث وفقہ اور قرارت کی تعلیم حاصل کی ہے، [1]

درس گاہ حضرت حسن بصری رح

حضرت حسن بن ابو الحسن یسار بصری متوفی ۱۱۰ھ رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں مدینہ میں پیدا ہوئے، ان کی والدہ خیرہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ کی باندی تھیں، حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں قرآن حفظ کیا، وادی القریٰ میں نشو ونما ہوئی اور بصرہ میں آباد ہوئے، وہ علومِ دینیہ کے جامع عالم، فقیہ، محدث، عابد، زاہد، فصیح وبلیغ، خوبصورت، غازی ومجاہد اور اپنے زمانہ کے مشہور بہادر تھے، حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ کی امارت میں کابل، زرنگ، اندجان، اور زابلستان کے جہاد میں شریک تھے،

ابو قتادہ عدوی نے حمید بن ہلال اور مورق عجلی سے کہا کہ تم اس شیخ یعنی حسن بصری کی مجلس کو لازم کرلو، خدا کی قسم میں نے ان کے علاوہ کسی کو نہیں دیکھا جس کی رائے حضرت عمرؓ کی رائے کے مشابہ ہو، علی بن زید کہتے ہیں کہ میں نے عروہ بن زبیر، یحییٰ بن سعد اور قاسم بن محمد بن ابوبکر کو دیکھا ہے، ان میں کسی کو حسن کے مانند نہیں پایا، اگر حسن بڑی عمر میں صحابہ کو پاتے تو صحابہ ان کی رائے کے محتاج ہوتے،

امام حسن بصری کی مجلس جامع بصرہ کے آخری حصہ میں منعقد ہوتی تھی، شعبہ بیان کرتے ہیں،

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۵۵، تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۱۸۴،

وکان یقعد علی المنارۃ العتیقۃ فی آخر المسجد۔ وہ مسجد کے آخر میں پرانے منارہ کے پاس بیٹھتے تھے۔

ان کے حلقہ نشینوں اور طالب علموں کی کثرت اور بھیڑ کا یہ حال تھا کہ جب وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو ان پر گرے جاتے تھے۔ اور وہ کہتے تھے کہ ان لوگوں کو ہٹاؤ، دور کرو،

عتبۃ بن یقظان کہتے ہیں کہ ہم لوگ حسن بصری کی مجلس میں تھے، ان کے قریب چند نوجوان طالب علم تھے اور ان سے کوئی سوال نہیں کر رہے تھے بلکہ ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہا تھا، حسن بصری نے کہا کہ کیا بات ہے یہ لوگ حیران ہیں، کیا ان کی کوئی چیز کھو گئی ہے؟

ایک مرتبہ کہا کہ ہمارے اس حلقہ میں ایسے لوگ بھی بیٹھتے ہیں جن کا مقصد طلب دنیا ہے، اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم کرے جو ہمارے بارے میں ایسی بات نہ کہے جس کو ہم نے نہیں کہا ہے۔

حسن بصریؒ جب مجلس میں کسی بات پر خفا ہو جاتے تو ان کا دریائے علم جوش میں آتا اور طلبہ اس موقع کو غنیمت جانتے، عمرو بن عبید کہتے ہیں کہ ہم حسن کا علم ان کے غصہ کے وقت حاصل کرتے تھے۔ جس دن کوئی جنازہ دیکھتے تھے، حدیث بیان نہیں کرتے تھے، اشعث کہتے ہیں کہ جب ہم لوگ حسن کی مجلس میں جاتے تو نہ ہم سے کوئی بات معلوم کرتے اور نہ ہم کو کوئی بات بتاتے بلکہ پوری مجلس آخرت کے بارے میں ہوتی تھی اور جب ہم محمد بن سیرین کی مجلس میں جاتے تو وہ ہم سے اخبار و اشعار کے بارے میں سوال کرتے تھے، غالب القطان کہتے ہیں کہ ہم لوگ حسن کی مجلس میں حاضر باش رہتے تھے۔ ان کے قریب ایاس بن معاویہ اور یزید بن ابو مریم بیٹھتے تھے، جب حسن سے کوئی سوال کیا جاتا تو ایاس بڑھ کر جواب دیدیتے، پھر حسن سے وہی سوال کیا جاتا تھا جس کے جواب میں ہم کو حسن کا

علمی مقام معلوم ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت انسؓ بن مالک سے ایک سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ ہمارے مولی حسن سے معلوم کرو کہا گیا کہ ابو حمزہ! ہم آپ سے مسئلہ معلوم کر رہے ہیں اور آپ کہتے ہیں کہ ہمارے غلام حسن سے پوچھ لو؟ حضرت انسؓ نے کہا کہ

إنا سمعنا وسمع، فحفظ ونسينا — ہم نے سُنا، انھوں نے بھی سُنا، اور یاد کیا اور ہم بھول گئے

ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے ایک مرتبہ حسن بصری سے کہا کہ آپ جو فتویٰ دیا کرتے ہیں، صحابہ سے ان کو سُنا ہے یا اپنی رائے سے بیان کرتے ہیں؟ حسن بصری نے جواب دیا کہ واللہ ہر فتویٰ جس کو ہم بیان کرتے ہیں اس کو سُنا نہیں ہے مگر ہم نے اپنی رائے کو لوگوں کے حق میں ان کی رائے سے بہتر سمجھا ہے۔

حسن بصری بھی دوسرے علماء کی طرح تحدیث وتفقہ اور دینی تعلیم کی خدمت دین سمجھ کر کرتے تھے۔ اور اپنے طلبہ کو زیادہ سے زیادہ فیض پہونچانا چاہتے تھے۔ اُن کا قول ہے۔

ولا الميثاق الذي أخذه الله على أهل العلم ما حدثتكم بكثير مما تسألون عنه — اگر اللہ تعالیٰ نے اہل علم سے عہد و پیمان نہ لیا ہوتا تو جن باتوں کے بارے میں تم لوگ مجھ سے پوچھتے ہو، میں بہت سی باتوں کو بیان نہ کرتا۔

احادیث کے بیان میں الفاظ سے زیادہ معانی پر نظر رکھتے تھے۔ جریر بن حازم کہتے ہیں کہ حسن ہم سے حدیث بیان کرتے تو اس کے الفاظ میں کمی زیادتی ہوتی تھی مگر معنیٰ ایک ہوتا تھا، غیلان بن جریر کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصری سے کہا کہ ابو سعید! کوئی آدمی حدیث سن کر اس کے بیان میں الفاظ کی کمی زیادتی کا خیال نہیں کرتا تو انھوں نے کہا کہ اس کا اہتمام کون کر سکتا ہے۔

علی بن زید کہتے ہیں کہ میں نے حسن سے ایک حدیث بیان کی جس کو انھوں نے بیان کیا، میں نے پوچھا کہ یہ حدیث آپ سے کس نے بیان کی ہے؟ انھوں نے لاعلمی ظاہر کی تو میں نے کہا کہ یہ حدیث میں نے بیان کی تھی،

ایک عالم نے حسن بصری سے کہا کہ ابو سعید! میرا مکان بہت دور ہے، آپ کی مجلس میں آنا جانا مشکل ہو رہا ہے، میرے پاس کچھ لکھی ہوئی احادیث ہیں، اگر آپ کوئی حرج نہ سمجھیں تو میں اس کو پڑھ کر آپ کو سناؤں، حسن بصری نے اس کی اجازت دیدی اور کہا کہ تم اس کو میرے سامنے پڑھ کر کہہ سکتے ہو کہ حدثنی الحسن، حمید نے حسن بصری کی کتابوں کو لیکر نقل کر لیا، پھر ان کو واپس کر دیا۔

سہل بن حصین باہلی کا بیان ہے کہ میں نے حسن بصری کے صاحبزادے عبداللہ کے پاس آدمی بھیج کر کہلوایا کہ اپنے والد کی کتابیں میرے پاس بھیجدیں تو انھوں نے کہلا بھیجا کہ جب والد بیمار ہو گئے تو مجھ سے اپنی کتابیں منگوائیں اور ایک صحیفہ کے علاوہ سب کتابوں کو تنور میں جلوایا، اسی ایک صحیفہ کو عبداللہ نے میرے پاس بھیجا اور ملاقات کے بعد ہی باتیں بیان کیں جن کو میرے قاصد سے بیان کیا تھا،

حسن بصری ایک بار مکہ مکرمہ گئے تو وہاں کے اہل علم نے ان کو تخت پر بیٹھایا، اور علماء و محدثین کے مجمع کے سامنے انھوں نے حدیث بیان کی، اس مجلس میں مجاہد بن جبر، عطاء بن ابی رباح، طاؤس بن کیسان اور عمرو بن شعیب موجود تھے اور سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ ایسی مجلس ہم نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔

حسن بصری اپنے حلقہ نشینوں اور طالب علموں کو کس نظر سے دیکھتے تھے اور ان کے دل میں کیا ان کی قدر و منزلت تھی؟ اس کا اندازہ جریر بن حازم کے اس بیان سے ہو سکتا ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حسن کی مجلس میں دوپہر کے بعد تک پڑے رہے۔ اس پر ان کے صاحبزادے نے کہا کہ تم لوگ شیخ پر مہربانی کرو، ان کو بہت زیر بار کر رہے ہو، انھوں نے اب تک کھایا پیا نہیں ہے، یہ سن کر حسن بصری نے اپنے لڑکے کو سختی سے منع کرتے ہوئے کہا۔

دعهم فو الله ما شيئ أقر لعيني من رؤيتهم أو منهم۔ إن كان الرجل	ان لوگوں کو چھوڑ دو، خدا کی قسم، ان کو دیکھنا ہی میری آنکھ کے لئے سب سے زیادہ ٹھنڈک ہے،

من المسلمین لیزور أخاہ فیتحدثان ویذکران و یحمدان ربھما حتی یمنعہ قائلتہ،[1]

ایک مسلمان اپنے بھائی سے ملاقات کرکے باہمی گفتگو کرتے، مذاکرہ و مباحثہ کرتے اور اللہ کی حمد و ثنا کرتے تھے حتیٰ کہ اس میں ان کا دوپہر کا قیلولہ بھی چھوٹ جاتا تھا،

مبارک بن فضالہ بصری کا بیان ہے کہ میں تیرہ۱۳ سال تک حسن بصری کی مجلسِ درس میں بیٹھا ہوں، وہ کہا کرتے تھے کہ نوجوانوں کو ہمارے قریب کرو، ان کے دل فارغ ہیں، جو سنتے ہیں فوراً یاد کر لیتے ہیں، ان میں سے اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا پورا علم دے گا۔

درس گاہ حضرت محمد بن سیرینؒ

حضرت محمد بن سیرین بصری متوفی ۱۱۰ھ رحمۃ اللہ علیہ حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں پیدا ہوئے، سوّار بن عبداللہ کا قول ہے کہ محمد بن سیرین اور حسن بن ابوالحسن دونوں اس شہر بصرہ کے عربوں اور موالی کے سردار ہیں، دونوں حضرات طبقۂ موالی سے ہیں اور دونوں ہی علم میں بلند مقام رکھتے ہیں۔

وہ اپنے تلامذہ کو حدیث یاد کرنے کی تاکید کرتے تھے اور کہتے تھے کہ خبردار حدیث نہ لکھو، اس کی وجہ سے تم سے پہلے کے لوگ گمراہ ہو چکے ہیں۔ اگر میں حدیث لکھتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکاتیب و رسائل کو لکھتا، البتہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ طالب علم حدیث کو لکھ کر یاد کرے پھر اس کو مٹا دے، ان کا بیان ہے کہ میں دسیوں مشائخ سے حدیث سنتا تھا، ان کا معنیٰ و مفہوم ایک ہوتا تھا اور الفاظ مختلف ہوتے تھے، ابن عون سے یہ بھی روایت ہے کہ وہ حدیث کو اس کے الفاظ میں بیان کرتے تھے۔ ان کی مجلسِ درس

---

[1] ان تفصیلات کے لئے طبقات ابن سعد ج ۷، ص ۱۵۶ تا ص ۱۷۵ ملاحظہ ہو،

کا حال اشعث بیان کرتے ہیں

کنا إذا جلسنا الیہ حدثنا وتحدثنا وضحك وسأل عن الأخبار، فإذا سئل عن شیئ من الفقہ والحلال والحرام تغیر لونہ وتبدل حتی کأنہ لیس بالذی کان،	جب ہم لوگ ان کے پاس بیٹھتے تھے تو ہم سے حدیث بیان کرتے تھے، ہنستے تھے، اور اخبار و احوال دریافت کرتے تھے، اور جب فقہ، حلال، حرام کے بارے میں آپ سے کوئی سوال کیا جاتا تھا تو ان کا رنگ بدل جاتا تھا اور معلوم ہوتا تھا کہ ابن سیرین نہیں رہ گئے

ایک مرتبہ مجلس میں کسی شخص نے بحث و مباحثہ کرنا چاہا تو کہا کہ میں جانتا ہوں کہ تم کیا چاہتے ہو، اور میں تم سے زیادہ بحث و مباحثہ کرنا جانتا ہوں، مگر میں الجھنا نہیں چاہتا۔ ابن عون نے ابن سیرین سے کسی مسئلہ میں مراجعت کی تو کہا کہ میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ لیس بہ باس (اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے) البتہ یہ کہتا ہوں کہ لا أعلم بہ باسًا (میں اس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا ہوں)

ایک مرتبہ ابن سیرین کی مجلس میں ایک اعرابی آیا اور دین کی باتیں پوچھتا رہا، ابن سیرین جواب دیتے رہے۔ مجلس میں امیر مسلم بن قتیبہ بھی موجود تھا اس کو دیکھکر ایک شخص نے اعرابی سے کہا کہ ابن سیرین سے قدر کے بارے میں سوال کرو، اس نے کہا کہ ابوبکر! آپ قدر کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ ابن سیرین نے پہلے تو کہا کہ کس نے تم کو یہ سوال کرنے کو کہا ہے؟ پھر کہا کہ شیطان کی کسی پر حکومت نہیں ہے مگر جو شخص اس کی اطاعت کرتا ہے اس کو گمراہ کر دیتا ہے

ابن سیرین کی مجلس میں اگر بعض لوگ کسی کا ذکر برائی سے کرتے تھے تو ابن سیرین اس کی جن خوبیوں کو جانتے تھے بیان کرتے تھے۔ اپنی مجلس میں شریک ہونے والوں کا بڑا احترام کرتے تھے، کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ شریح پر رحم کرے وہ میری مجلس میں میرے بہت قریب رہا کرتے تھے، حدیث بیان کرنے میں شدت احتیاط برتتے تھے، ابن عون کا بیان ہے۔

کان محمد بن سیرین إذا حدث کأنہ	محمد بن سیرین جب حدیث بیان کرتے تھے تو

یتقی شیئًا کانہٗ یحذر شیئًا، معلوم ہوتا تھا کہ بہت زیادہ خوفزدہ اور محتاط ہیں

ایک مرتبہ ابن سیرین نے اپنے تلمیذ ثابت بنانی سے کہا کہ میں شہرت کے ڈر سے تم لوگوں کے ساتھ تحدیث و تفقہ کی مجلس میں نہیں بیٹھتا تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ میں مصیبت میں مبتلا ہوتا رہا یہاں تک کہ میری داڑھی پکڑی گئی، مجھے چبوترہ پر کھڑا کر کے کہا گیا کہ محمد بن سیرین ہے جس نے لوگوں کا مال کھایا ہے۔

اس واقعہ کی وجہ یہ تھی کہ ابن سیرین نے چالیس ہزار درہم کا غلہ خریدا تھا جس کے متعلق بعد میں ان کو کچھ باتیں معلوم ہوئیں تو سارا غلہ صدقہ کر دیا اور قیمت ان کے ذمہ رہ گئی تھی، اس لئے ان کو جیل میں جانا پڑا۔ ان کی اسارت کے زمانہ میں حضرت انسؓ بن مالک کا وصال ہوا تو ان کی وصیت کے مطابق محمد بن سیرین نے جیل خانہ سے آکر نماز جنازہ پڑھائی۔ اور سیدھے جیل خانہ واپس چلے گئے۔ ابن سیرین حضرت انسؓ کے آزاد کردہ غلام تھے۔

ابن سیرین بڑے خوش مزاج اور خوش طبع بزرگ تھے، اونچا سنتے تھے، تعبیر رؤیا کے مشہور عالم تھے، نہایت ثقہ، مامون، اور کثیر العلم محدث و فقیہ تھے۔ ہشام بن حسان جب ان کی روایت سے حدیث بیان کرتے تو کہتے تھے کہ جن لوگوں کو میں نے پایا ہے ان میں سب سے بہتر محمد بن سیرین نے یہ حدیث مجھ سے بیان کی ہے، ابن مدینی کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ کے اصحاب چھ ہیں، سعید بن مسیب، ابو سلمہ، اعرج، ابو صالح، ابن سیرین، اور طاؤس۔ ابن عون کا بیان ہے کہ میں نے دنیا میں تین حضرات کی مثال نہیں دیکھی، محمد بن سیرین عراق میں، قاسم بن محمد حجاز میں اور رجاء بن حیوہ شام میں اور ان تینوں میں محمد بن سیرین جیسا کوئی نہیں تھا، عثمان بتّی کہتے ہیں کہ بصرہ میں ابن سیرین سے بڑھ کر قضاء کا کوئی عالم نہیں تھا، ــــــ حسن بصری اور ابن سیرین دونوں حضرات کا انتقال سو دن کے اندر ہوا، حسن بصری یکم رجب ۱۱۰ھ میں فوت ہوئے اور ابن سیرین ۹ شوال ۱۱۰ھ میں فوت ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر ۷۷ سال کی تھی۔[۱]

[۱] طبقات ابن سعد ج، ص ــ تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۲۱۴ تا ص ۲۱۶

درس گاہ حضرت ایوب سختیانی بصریؒ

حضرت ایوب بن ابوتمیمہ کیسان سختیانی بصری متوفی ۱۳۱ھ رحمۃ اللہ علیہ قبیلہ عنزہ یا جہینہ کے غلام ہیں، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہے۔ ایک قول کے مطابق ان سے روایت بھی کی ہے۔ انھوں نے قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق، ان کے صاحبزادے عبدالرحمٰن، عمرو بن سلمہ جرمی، ابوقلابہ، عطاء بن ابی رباح، عکرمہ مولی ابن عباس وغیرہ سے حدیث کی روایت کی ہے نہایت متقی، عابد، زاہد، محدث و فقیہ تھے، حسن بصری ان کو سید شباب اہل البصرہ کہا کرتے تھے، شعبہ سید الفقہاء کے لقب سے یاد کرتے تھے، امام مالکؒ کہتے ہیں کہ ایوب سختیانی علمائے عاملین و خاشعین میں سب سے آگے ہیں۔ ان کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت دیکھ کر میں نے ان سے حدیث لکھی ہے۔

حضرت ایوب سختیانی کا مستقل حلقۂ درس بصرہ میں قائم ہوتا تھا، حماد بن زید کہتے ہیں

كان أيوب عندي أفضل من جالسته وأشدّ اتباعاً للسنة [۱]	میں جن اہل علم کی مجلس میں بیٹھا ہوں میرے نزدیک ان میں ایوب سب سے افضل اور اتباعِ سنت میں سب سے آگے تھے۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

امام مالکؒ کا بیان ہے کہ ہم لوگ ایوب سختیانی کی مجلس میں حاضر باش رہتے۔ جب ان کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی جاتی تو اس قدر روتے تھے کہ ہم لوگوں کو ان پر ترس آتا تھا،

حماد بن زید کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایوب سختیانی کی مجلس میں رہتے تھے اور اہل مجلس میں سے کوئی شخص ان کی موجودگی میں حدیث بیان کرتا تھا اور ہم اس سے سن لیتے تھے

---

[۱] تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۳۹۷، و تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۲۲

مگر اس کے بارے میں ایوب سے دریافت نہیں کرتے تھے [1] ایوب سختیانی کے استاذ ابو قلابہ ان سے کہا کرتے تھے کہ ایوب! تم بازار میں کاروبار ضرور کرو، اس سے عوام سے بے نیازی اور دین میں صلاح ہوگی، ایوب سختیانی نے اپنے استاذ کی نصیحت پر (سختیان) کچے چمڑے کی تجارت کر کے بے فکری اور خودداری کے ساتھ تعلیم و تحدیث کی خدمت انجام دی اور اپنے تلامذہ کو بھی اس کی تاکید کی، کہتے تھے کہ اگر میں جانتا کہ میرے گھر والے ایک مٹھی سبزی ترکاری کے محتاج ہیں تو میں تمہارے سامنے بیٹھکر درس نہ دیتا، حماد بن زید کہتے ہیں کہ ہم طلبۂ حدیث بازار میں ایوب سختیانی کے پاس جاکر بیٹھ جاتے تھے، اور وہ کہتے تھے کہ تم لوگ میرے سامنے نہ بیٹھا کرو، اس طرح تم گاہکوں کو روکتے ہو، بلکہ میرے پیچھے بیٹھا کرو، اور جو کچھ چاہو معلوم کرو، میں جواب دیدیا کروں گا۔

ایوب سختیانی، اخفائے حال کا بہت اہتمام کرتے تھے، اپنے زمانہ میں عُبّاد و زُہّاد کے برخلاف لمبا کرتا پہنتے تھے۔ کہتے تھے کہ پہلے زمانہ میں نیچا کپڑا زہد و تقویٰ کی علامت تھا اور آج اونچا کپڑا اس کی علامت بن گیا ہے۔

کوئی آدمی ان سے مسئلہ معلوم کرتا تو اس سے دوبارہ پوچھتے اگر اس طرح بیان کرتا تو جواب دیتے اور اگر دوسری طرح پوچھتا تو جواب نہیں دیتے تھے، اگر کسی مسئلہ کا جواب معلوم نہ ہوتا تو کہتے کہ اہل علم سے معلوم کر لو، [2]

درسگاہ حضرت عبداللہ بن عون بصریؒ

حضرت عبداللہ بن عون بن ارطبان مزنی بصری متوفی ۱۵۱ھ رحمۃ اللہ علیہ قبیلہ مزینہ کے غلام تھے۔ حضرت انسؓ بن مالک کی زیارت کی تھی، اور محمد بن سیرین، ابراہیم نخعی، حسن بصری،

---

[1] المحدث الفاصل ص ۲۳۶ ، [2] طبقات ابن سعد ج ۷، ص ۲۴۶ ،

شعبی، قاسم بن محمد بن ابوبکر، موسیٰ بن انس بن مالک، نافع مولیٰ ابن عمر، سعید بن جبیر، مجاہد بن جبر وغیرہ سے روایت کی تھی، مدینہ، مکہ، بصرہ، کوفہ، شام کا سفر کر کے وہاں کے اہل علم سے استفادہ کیا تھا اور ان کے علوم کے جامع تھے،

کان من سادات أهل زمانه عبادةً وفضلاً، وورعًا، ونسكًا، وصلابةً فی السنة، وشدةً علی أهل البدع۔[1]

ابن عون، عبادت، بزرگی، تقویٰ، نیکی، سنت میں صلابت و اہل بدعت کے بارے میں شدت میں اپنے زمانہ کے نمایاں لوگوں میں تھے۔

ان کی مرجعیت ومقبولیت کا یہ حال تھا کہ لوگ راستہ میں ان سے حدیث کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے، ان کا بیان ہے کہ لوگ مجھ سے اس قدر زیادہ حدیث کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ میرا راستہ تنگ کر دیتے ہیں، اپنی ضرورت کے لئے نکلنا میرے لیے مشکل ہو گیا ہے

ابن عون کی مجلسِ درس بصرہ میں قائم ہوتی تھی، ان کے تلامذہ واصحاب پہلے ہی سے مجلس میں پہونچ جاتے تھے، جب وہ جاتے تو سب لوگ سلام کرتے تھے اور وہ جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہتے تھے۔ بکار بن محمد کا بیان ہے کہ ان کے حلقہ نشینوں کے خشوع وخضوع کا یہ حال تھا کہ گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں، میں نے ایسا خشوع وخضوع کسی اور مجلس میں نہیں دیکھا ہے، میں نے ابن عون کو مجلس میں کسی سے مذاق کرتے ہوئے یا شعر پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا، وہ اپنے کام میں مشغول رہتے تھے، ان کے مکان کے اندر مسجد تھی، جس میں وہ، ان کے لڑکے، ہمسایہ، اور تلامذہ نماز پڑھتے تھے،

ابن عون حدیث بیان کرتے وقت اس میں کمی، زیادتی سے اس قدر ڈرتے تھے کہ دیکھنے والے ان پر ترس کھاتے تھے، عُبّاد وزُہّاد اور مشائخ کے علم کو غیر معتبر مانتے تھے کیونکہ وہ اس فن کے آدمی نہیں تھے، کہتے تھے۔

أعوذ بالله من علم المشايخ، میں مشائخ کے علم سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں،

---

[1] تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۳۴۶،

ان کا دستور تھا کہ نماز فجر کے بعد مجلس میں قبلہ رو ہو کر اللہ کو یاد کرتے، جب آفتاب طلوع ہو جاتا تو نفل پڑھکر اپنے شاگردوں کی طرف متوجہ ہوتے تھے، ایک مرتبہ ہشام بن حسان نے حدیث بیان کی جس کو سن کر ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ یہ حدیث کس نے بیان کی ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ ایسے شخص نے اس کو بیان کیا ہے کہ میری آنکھوں نے اس کے مانند نہیں دیکھا یعنی عبداللہ بن عون،

حضرت ابن عون کے بڑے مناقب و فضائل ہیں، ان کی تمنا تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کریں، موت سے کچھ دن پہلے یہ سعادت نصیب ہوئی تو مارے خوشی کے آپے سے یوں باہر ہوئے کہ زینہ سے اُتر کر گھر کی مسجد میں جارہے تھے، پیر لڑکھڑایا اور گر گئے، پیر میں سخت چوٹ آگئی مگر علاج نہیں کیا حتی کہ وفات پاگئے۔ [1]

درس گاہ حضرت قتادہ بن دعامہ بصریؒ

حضرت قتادہ بن دعامہ سدوسی بصری متوفی ۱۱۸ھ رحمۃ اللہ علیہ مادرزاد نابینا تھے۔ انھوں نے انس بن مالکؓ، عبداللہ بن سرجسؓ، ابوالطفیلؓ سے براہِ راست روایت کی، اور سفینہ مولیٰ رسول اللہ، ابوسعید خدری، سنان بن سلمہ بن محبق، عمران بن حصین سے مرسل احادیث کی روایت کی ہے، ان کے علاوہ سعید بن مسیب، عکرمہ مولیٰ ابن عباس، حسن بصری، محمد بن سیرین اور ایک جماعتِ کثیرہ سے تحصیل علم کیا ہے۔

جلیل القدر تابعی تھے، غضب کا حافظہ تھا، ایک مرتبہ حضرت جابرؓ بن عبداللہ کا صحیفۂ احادیث سنا تھا تو پورا یاد کر لیا، ایک مرتبہ سعید بن ابوعروبہ سے کہا کہ تم قرآن ہاتھ میں لو، میں زبانی سناتا ہوں، اس کے بعد پوری سورۂ بقرہ پڑھی اور ایک حرف کی بھی غلطی نہیں کی،

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۷، ص ۲۶۱، تا ص ۲۶۸۔

اس کے بعد کہا کہ ابو النصر! میں نے صحیح پڑھا؟ سعید بن ابو عروبہ نے تصدیق کی تو کہا کہ سورۂ بقرہ سے زیادہ مجھے صحیفۂ جابر یاد ہے۔

قتادہ ایک مرتبہ سعید بن مسیب کے پاس مدینہ آئے اور آٹھ دن تک ان سے احادیث کے بارے میں سوالات کرتے رہے، ایک دن سعید بن مسیب نے کہا کہ تم نے جو کچھ حاصل کیا ہے، کیا وہ سب تم کو یاد ہے؟ قتادہ نے کہا کہ ہاں میں نے یہ سوال کیا تھا اور آپ نے جواب دیا تھا، اسی طرح تمام سوالات اور ان کے جوابات سنا دئے، [1] کہتے تھے کہ میں حسن بصری کی مجلس میں تیرہ[13] سال تک بیٹھا ہوں اور تین سال تک ان کے ساتھ نماز فجر پڑھی ہے۔ اُن کا قول ہے

تکریر الحدیث فی المجلس یُذھبُ نورَہ، وما قلت لأحدٍ أعِد علیّ۔ [2]	مجلسِ درس میں ایک حدیث کو دو[2] مرتبہ بیان کرنے سے اس کا نور ختم ہو جاتا ہے، میں نے اپنے کسی شیخ سے دوبارہ بیان کرنے کی گزارش نہیں کی،

※ ※ ※ ※ ※

حضرت قتادہ حدیث و فقہ اور فتویٰ کے امام تھے اسی کے ساتھ علم تفسیر میں شہرت رکھتے تھے اور طبقۂ تابعین کے مفسرین میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ نیز دوسرے علوم کے مستند عالم تھے، امام ذہبی لکھتے ہیں۔

ومع حفظ قتادۃ وعلمہ بالحدیث کان رَأسًا فی العربیۃ، واللغۃ، وأیام العَرب وَالنسب، [3]	قتادہ اپنے حافظہ اور علم حدیث کے ساتھ عربیت لغت، ایام عرب، اور علم الانساب کے بھی ماہر تھے۔

کہتے ہیں کہ بیس[20] سال سے میں نے اپنی رائے سے کوئی فتویٰ نہیں دیا ہے۔

قتادہ کی مجلسِ درس و تحدیث بصرہ میں قائم ہوتی تھی، شعبہ کہتے ہیں کہ جب میں قتادہ سے

---

[1] تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۳۵۱ تا ص ۳۵۶، [2] تاریخ کبیر ج ۴ قسم ا ص ۱۸۶،

[3] تذکرۃ الحفاظ ج ا ص ۱۱۵،

سند کے بارے میں سوال کرتا تھا تو وہ خفا ہو جاتے تھے، ایک دن میں نے ایک حدیث بیان کی تو انھوں نے کہا کہ یہ حدیث تم سے کس نے بیان کی ہے؟ میں نے اس کی سند بیان کردی، اس کے بعد وہ سند بیان کرنے لگے۔

حماد بن سلمہ کہتے ہیں کہ ہم طلبہ قتادہ کی مجلس میں آتے تھے اور وہ حدیث بیان کرتے وقت یوں کہا کرتے تھے۔ بلغنا عن النبی علیہ السلام، بلغنا عن عمر، بلغنا عن علی، اور سند نہیں بیان کرتے تھے۔ جب حماد بن ابی سلیمان نے بصرہ آکر حدثنا ابراھیم وفلان وفلان کہنا شروع کیا اور قتادہ کو اس کی خبر ملی تو انھوں نے بھی حدیث بیان کرتے وقت یوں کہنا شروع کیا سألتُ مطرفاً، وسألتُ سعید بن المسیب، وحدثنا مالک بن انس، اور ہم سے حدیث کی سند بیان کرنے لگے۔ [1]

معمر کہتے ہیں کہ ہم جوان لوگ قتادہ کی مجلس میں بیٹھتے تھے اور ان سے سند کا سوال کرتے تو ان کے پاس بیٹھنے والے مشائخ کہتے کہ خاموش رہو۔ ابوالخطاب خود سند ہیں، اور ہم لوگوں کو ڈانٹ دیا کرتے تھے۔

حضرت قتادہ کا انتقال، طاعون کی بیماری میں ۱۱۸ھ میں ہوا، اس وقت ان کی عمر ۵۷ سال کی تھی،

درس گاہ حضرت ابوادریس خولانیؒ

حضرت ابوادریس عائذ اللہ بن عبداللہ خولانی متوفی ۸۰ھ رحمۃ اللہ علیہ ملک شام کے قاضی وفقیہ اور واعظ ہیں۔ حضرت ابوالدرداءؓ کے بعد دینی علوم وامور میں مرجع ہیں، فتح مکہ کے سال پیدا ہوئے، انھوں نے ابوذر غفاری، ابودرداءؓ، ابوموسیٰ اشعری، شداد بن اوس،

[1] طبقات ابن سعد ج ۷، ص ۲۳،

عبادہ بن صامت، ابو ہریرہ، عوف بن مالک اشجعی، عقبہ بن عامر جہنی، مغیرہ بن شعبہ عبد اللہ بن عباس، معاویہ بن ابو سفیان، عبد اللہ بن حوالہ، ابو مسلم خولانی اور دوسرے صحابہؓ تابعین سے حدیث کی روایت کی ہے۔ فقہائے شام میں بڑی قدر و جلالت رکھتے تھے،

ابتدا میں جامع دمشق میں وعظ فرمایا کرتے تھے۔ اس کے بعد دمشق کے قاضی بنائے گئے۔

اس دور میں واعظ اور قاص علم و عمل میں بہت بلند مقام رکھتے تھے۔

دمشق کی جامع مسجد میں ان کا حلقۂ درس و وعظ قائم ہوتا تھا۔ جس میں صحابہ بھی شریک ہوتے تھے۔ مکحول شامی بیان کرتے ہیں۔

کانت حلقۃ من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدرسون جمیعًا فاذا بلغوا سجدۃً بعثوا الی ابی ادریس الخولانی فیقرءھا ثم یسجد فیسجد اھل المدارس۔

جامع دمشق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا حلقہ ہوتا تھا، سب حضرات قرآن پڑھتے تھے۔ اور جب سجدہ کی آیت آجاتی تو ابو ادریس خولانی کو بلاتے اور وہ اس کو پڑھکر سجدہ کرتے، ان کے ساتھ تمام اہلِ درس سجدہ کرتے تھے،

یزید بن عبیدہ کا بیان ہے کہ میں نے خلیفہ عبد الملک بن مروان کے زمانہ میں دیکھا ہے کہ ابو ادریس مسجد کے ایک ستون کے پاس بیٹھے ہیں، اور مسجد میں مختلف حلقے ہیں اور سب کے سب قرآن پڑھ رہے ہیں۔ ان میں سے جب کسی حلقہ والے آیت سجدہ پڑھتے ہیں تو ابو ادریس کے پاس جاتے ہیں اور وہ آیتِ سجدہ پڑھکر سجدہ کرتے ہیں تو اُن کے ساتھ سب لوگ سجدہ کرتے ہیں۔ اس طرح کسی کسی دن بارہ مرتبہ سجدہ کرتے کراتے تھے، اور جب سب طلبہ پڑھنے سے فارغ ہوجاتے تو ابو ادریس اٹھ کر وعظ بیان کرنے لگتے تھے، بعد میں اس معمول میں فرق آگیا اور پہلے وعظ بیان کرنے لگے،

ایک دن اثنائے وعظ میں انھوں نے ایک غزوہ کا حال بیان کیا۔ جب فارغ ہوئے تو مسجد کے گوشہ میں بیٹھے ہوئے ایک بزرگ نے ان سے پوچھا کہ تم اس غزوہ میں شریک تھے؟

ابو ادریس نے نفی میں جواب دیا۔ اس پر انھوں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس غزوہ میں شریک تھا، تم کو اس کے واقعات مجھ سے زیادہ یاد ہیں۔ لہ

ابو زرعہ دمشقی کا قول ہے جلیل القدر صحابہ سے استفادہ کرنے والوں میں جبیر بن نفیر اور ابو ادریس خولانی سب سے نمایاں و مستند ہیں، مکحول شامی کا قول ہے کہ ابو ادریس سے بڑا فقیہ میں نے نہیں دیکھا، وہ تابعین سے روایت کرنے میں جبیر بن نفیر سے آگے ہیں۔ ۸۰ھ میں انتقال کیا،

درس گاہ حضرت طاؤس بن کیسان حمیریؒ

حضرت طاؤس بن کیسان حمیری جندی متوفی ۱۰۶ھ رحمۃ اللہ علیہ ابنائے فارس میں سے ہیں، یمن کے مقام جند میں مستقل قیام کرتے تھے، بحیر بن ریسان کے غلام تھے،

انھوں نے عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمرو بن عاص، زید بن ثابت، زید بن ارقم، ابو ہریرہ، سراقہ بن مالک، صفوان بن امیہ، جابر بن عبداللہ وغیرہ سے حدیث کی روایت کی ہے اور معاذ بن جبل سے مرسل احادیث کی روایت کی ہے، ان کا بیان ہے کہ میں نے پچاس صحابۂ کرام کا زمانہ پایا ہے۔

اُن سے صاحبزادے عبداللہ، وہب بن منبہ، سلیمان تیمی، سلیمان الاحول، ابو الزبیر مکی، ابن شہاب زہری، ابراہیم بن میسرہ، حبیب بن ابو ثابت، حکم بن عتیبہ، حسن بن مسلم، عمرو بن شعیب، عمرو بن دینار، عمرو بن اسلم جندی، قیس بن سعد وغیرہ نے روایت کی ہے،

امام ذہبی نے لکھا ہے۔

طاؤس کان شیخ أھل الیمن وبرکتھم، طاؤس اہل یمن کے شیخ، ان کے لئے برکت

لہ سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۲۷۴، وتذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۵۳،

ومفتیهم له جلالة عظيمة، وكان كثير الحج، [1]	اور ان کے مفتی تھے، بڑی شان وشوکت کے مالک اور کثیر الحج تھے۔

قیس بن سعد کہتے ہیں کہ ہمارے یہاں یمن میں طاؤس ایسے میں جیسے بصرہ میں محمد بن سیرین کے مانند تھے، عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ میں طاؤس کو اہل جنت میں سمجھتا ہوں، ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ اگر تم طاؤس کو دیکھتے تو سمجھ جاتے کہ وہ جھوٹ نہیں بولتے ہیں، سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ ابو ذر اپنے زمانہ میں، طاؤس اپنے زمانہ میں اور سفیان ثوری اپنے زمانہ میں امراء و سلاطین سے پرہیز کرتے تھے۔

حضرت طاؤس یمن کے عبّاد و زہّاد میں تھے، سید التابعین تھے، چالیس حج کیا تھا، مستجاب الدعاء تھے ان کا حلقۂ درس مقام جَند میں قائم ہوتا تھا جس میں ہر طبقہ کے طلبہ شامل ہوتے تھے۔ ابراہیم بن میسرہ کا بیان ہے

ما رأيتُ أحدًا الشريف والوضيع عنده بمنزلةٍ إلّا طاؤسًا۔	میں نے طاؤس کے علاوہ کسی کو نہیں دیکھا کہ اس کے یہاں شریف آدمی، اور معمولی آدمی دونوں ایک ہی مرتبہ کے ہوں۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

لیث بن ابو سُلیم کا بیان ہے۔

كان طاؤس يعدّ الحديث حرفًا حرفًا ☆ ☆ ☆	طاؤس حدیث ایک ایک لفظ گن گن کر اور ٹھہر ٹھہر کر بیان کرتے تھے۔

حبیب بن ابو ثابت کہتے ہیں کہ طاؤس نے مجھ سے کہا۔

إذا حدثتك الحديث فأثبته لك فلا تسألن عنه أحدًا	جب میں تم سے حدیث بیان کرتا ہوں تو پوری تحقیق کر لیتا ہوں اسلئے تم اسکے بارے میں کسی دوسرے سے سوال نہ کرو،

لیث بن ابو سلیم نے طاؤس کا یہ قول نقل کیا ہے۔

---

[1] تہذیب التہذیب ج ۵ صث وتذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص۸۳،

ما تعلمت فتعلمہ لنفسک، فان الناس قد ذھبت منھم الأمانۃ

تم جو علم حاصل کرتے ہو اپنی ذات کے لئے حاصل کرو، اور خوب تحقیق کرلو، کیونکہ لوگوں سے امانت ختم ہو گئی ہے۔

* * * * * *

ایک مرتبہ کسی شخص نے طاؤس سے کوئی مسئلہ دریافت کیا تو کہا کہ تم چاہتے ہو کہ میری گردن میں رسّی ڈال کر مجھے گھمایا جائے، ان کے پاس جب خطوط و رسائل جمع ہو جاتے تھے تو ان کو جلا دیا کرتے تھے، ایک مرتبہ کچھ لوگوں کو مصحف فروخت کرتے ہوئے دیکھا تو اِنَّا لِلّٰہِ پڑھا، حسب معمول طاؤس حج کو گئے اور یوم الترویہ سے ایک دن پہلے مکہ مکرمہ میں ۱۰۶ھ میں انتقال کیا، [1]

درس گاہ حضرت عاصم بن عمرؒ

حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ انصاری اوسی متوفی سنہ ۱۲۰ھ رحمۃ اللہ علیہ فارس رسول حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں۔ انھوں نے حدیث کی روایت اپنے والد، جابر بن عبداللہ، محمود بن لبید، انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے ۔۔۔۔۔ کی ہے۔ ثقہ، کثیر الحدیث عالم تھے۔ خاص طور سے علم السیر والمغازی میں شہرت رکھتے تھے۔ ان کے تذکرہ نویسوں نے اس کو خاص طور سے بیان کیا ہے۔ ابن سعد کا قول ہے

کان راویۃً للعلم ولہٗ علمٌ بالمغازی وَالسیر۔

وہ حدیث کے راوی تھے اور ان کو مغازی اور سِیَر کا علم تھا۔

ان کے تلامذہ میں محمد بن اسحاق اور ابو الاسود یتیم عروہ مغازی کے مشہور راوی و مصنّف ہیں۔

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۵۳۹ تا ص ۵۴۲،

اس دور میں حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد باہمی مشاجرات بڑھ گئے تھے، کچھ لوگ عثمانی الفکر، اور علوی الفکر ہو کر حضرات صحابہ کے بارے میں اعتدال کی راہ سے دور ہو رہے تھے۔ اس لئے عمر بن عبد العزیز نے عاصم بن عمر بن قتادہ کو دمشق کی جامع مسجد میں مناقب صحابہ اور مغازی کے درس اور وعظ کا حکم دیا، اور انھوں نے یہ خدمت انجام دی، ابن حجر لکھتے ہیں:

كان راوية للعلم وله علم بالمغازی والسيرة، أمره عمر بن عبد العزيز أن يجلس فی مسجد دمشق فيحدث الناس بالمغازی ومناقب الصحابة، ففعل، وكان ثقة، كثير الحديث عالماً۔ [1]

وہ حدیث کے راوی تھے، ان کو مغازی اور سیر کا علم تھا، عمر بن عبد العزیز نے ان کو حکم دیا کہ جامع دمشق میں بیٹھکر لوگوں سے غزوات اور مناقب صحابہ بیان کریں، چنانچہ انھوں نے یہ خدمت انجام دی۔ اور وہ ثقہ اور کثیر الحدیث عالم تھے۔

ان کے تلامذہ میں صاحبزادے فضل، بکیر بن عبد اللہ بن الاشج، عبد الرحمن بن سلیمان بن غسیل، اور یعقوب بن ابو سلمہ الماجشون وغیرہ ہیں، سنہ ۱۲۰ھ میں انتقال کیا۔

درسگاہ حضرت خالد بن معدان کلاعیؒ

حضرت خالد بن معدان کلاعی تابعی حمصی متوفی ۱۰۴ھ رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ میں ملک شام کے شہر حمص کے سب سے بڑے عالم وفقیہ اور محدث تھے، کہتے ہیں کہ میں نے ستر صحابہ سے ملاقات کی ہے، ۱۰۴ھ میں انتقال کیا۔ انھوں نے ثوبان، ابن عمرؓ، ابن عمروؓ، معاویہ ابو امامہ رضی اللہ عنہم اور متعدد اکابر سے حدیث کی روایت کی ہے۔ ان کا شمار صحابہ کے بعد شام کے فقہائے طبقہ ثالثہ میں ہے۔

---

[1] تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۵۴،

ان کی احادیث ایک بڑے صحیفہ میں لکھی ہوئی تھیں۔ اور اس کو بحفاظت صندوق میں رکھتے تھے، ان کے ایک شاگرد بحیر بن سعید کا بیان ہے۔

ما رأیت أحداً ألزم للعلم منہ، کان علمہ فی مصحف لہ أزرار و عری — میں نے ان سے زیادہ کسی کو علم میں مشغول نہیں دیکھا، ان کا علم ایک مصحف میں تھا جس کے صندوق میں گھنڈیاں اور کڑے لگے تھے،

۵ ۵ ۵ ۵ ۵ ۵

حضرت خالد بن معدون کا مستقل حلقۂ درس قائم ہوتا تھا۔ جس میں اہل علم اس کثرت سے شریک ہوتے تھے کہ بعض اوقات وہ شہرت و ناموری کے خوف سے حلقہ بند کر دیا کرتے تھے، صفوان بن عمرو بیان کرتے ہیں۔

رأیتُ خالد بن معدان اذا عظمت حلقتہ قام مخافۃ الشھرۃ۔ [1] — میں نے خالد بن معدان کو دیکھا ہے کہ جب ان کا حلقۂ درس بہت بڑھ جاتا تو شہرت کے ڈر سے حلقہ سے اٹھ جاتے تھے۔

※ ※ ※ ※ ※

امام زہری کا قول ہے کہ میں خالد بن معدان کو سب سے بڑا عالم جانتا ہوں۔

درسگاہ حضرت یزید بن ابو مالک ہمدانیؒ

حضرت یزید بن عبدالرحمٰن بن ابو مالک ہمدانی دمشقی متوفی ۱۳۰ھ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد عبدالرحمٰن بن ابو مالک، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہم اور سعید بن مسیب، عطاء بن ابی رباح، سالم بن عبداللہ، سلیمان بن یسار، عمر بن عبدالعزیز، نافع مولی ابن عمر، خالد بن معدان رحمہم اللہ سے حدیث کی روایت کی ہے۔ اور ان سے صاحبزادے خالد بن یزید، سعید بن عبدالعزیز، اوزاعی، سعید بن بشیر نے روایت کی ہے۔ اُن کو حضرت

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۸۳، و تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۱۱۹،

ابو ایوبؓ انصاری سے مرسل روایت کا شرف حاصل ہے۔

دمشق کے قاضی اور نہایت ثقہ محدث و فقیہ تھے۔ ابو عبید قاسم بن سلّام نے لکھا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ان کو اور حارث بن یمجد اشعری کو صحرا میں قرآن اور تفقہ فی الدین کی تعلیم کے لئے بھیجا تھا۔

بعث عمر بن عبد العزیز یزید بن أبي مالك الدمشقي والحارث بن یمجد الأشعري یُفقّهان في البدو، وأجرى علیهما رزقاً، فأمّا یزید فقبل، وأمّا الحارث فأبى أن یقبل فكتب إلى عمر بن عبد العزیز بذلك فكتب عمر إنّا لا نعلم بما صنع یزید بأساً، وأكثر الله فینا مثل الحارث بن یمجد[1]	عمر بن عبدالعزیز نے یزید بن ابو مالک دمشقی اور حارث بن یمجد اشعری کو صحرا میں بھیجا تاکہ دونوں حضرات وہاں کے لوگوں کو تفقہ کی تعلیم دیں اور ان دونوں کے لئے تنخواہ جاری کی تو یزید نے منظور کر لیا اور حارث نے انکار کر دیا، مقامی امیر نے عمر بن عبدالعزیز کو لکھ کر اس کی خبر دی تو انھوں نے لکھا کہ یزید کے کام میں ہم کوئی حرج نہیں دیکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ حارث بن یمجد جیسے لوگوں کی ہمارے اندر کثرت کرے،

حافظ ابن حجر نے بھی مختصر طور سے اس کو بیان کیا ہے اور اس میں تصریح ہے کہ اُن کو قبیلۂ بنو نمیر میں دین کی تعلیم کے لئے بھیجا گیا تھا۔

إن عمر بن عبد العزیز بعث یزید بن أبي مالك إلى بني نمیر یفقّههم ویُقرءهم[2]	عمر بن عبدالعزیز نے یزید بن ابو مالک کو قبیلۂ بنو نمیر میں بھیجا تاکہ ان کو تفقہ فی الدین کی تعلیم دیں اور قرآن پڑھائیں۔

بنو نمیر دو قبائل میں تھے، قبیلۂ بکر بن ہوازن میں بنو نمیر بن عامر بن صعصعہ اور قبیلۂ تمیم میں بنو نمیر بن اسید بن عمرو[3] یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یزید بن ابو مالک ان میں سے کس بنو نمیر کی تعلیم کے لئے بھیجے گئے۔ یہ لوگ بدوی زندگی بسر کرتے تھے۔

---

[1] کتاب الاموال ص۲۶۳، [2] تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص۳۴۶،
[3] جمہرۃ انساب العرب ص۲۱۱ و ص۲۰۲،

یزید بن ابو مالک حدیث و فقہ اور قضاء کے مشہور و متبحر عالم تھے، ابن سعد نے لکھا ہے ولہٗ أحادیث، ابو حازم کا قول ہے۔ مِن فقہاءِ أھلِ الشام، اور سعید بن عبد العزیز شامی نے کہا ہے لم یکن عندنا أعلم بالقضاء منہ لا مکحول ولا غیرہ، اسی کے ساتھ نہایت فصیح و بلیغ تھے، سعید بن بشیر کا بیان ہے۔ کان صاحب کتاب یعنی أنہ کان بلیغاً ۶۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۷۲ سال کی عمر میں ۱۳۰ھ میں فوت ہوئے، [1]

درسگاہ حضرت حارث بن یحمد اشعریؒ

حضرت حارث بن یحمد اشعری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبد اللہؓ بن عمرؓ سے جیسا کہ تاریخ کبیر میں ہے، یا حضرت عبد اللہؓ بن عمرو سے جیسا کہ کتاب الجرح والتعدیل میں ہے حدیث کی روایت کی ہے اور ان سے عبد الرحمٰن بن زید بن جابر نے روایت کی ہے، وہ عبد الاعلیٰ بن عدی سے پہلے یا سالم بن عبد اللہ محاربی سے پہلے ملک شام کے شہر حمص کے قاضی تھے۔ ایک قول کے مطابق نمیر بن اوس اشعری کے بعد حمص کے عہدۂ قضا پر رکھے گئے، [2]

جیسا کہ یزید بن ابو مالک کے تذکرہ میں معلوم ہوا، حارث بن یحمد کو حضرت عمر بن عبد العزیز نے بدوؤں اور صحرانشینوں میں دین کی تعلیم کے لئے بھیجا تھا، اور ان کی تنخواہ مقرر تھی مگر انھوں نے لینے سے انکار کر کے دین کی تعلیم حسبۃً للہ دی، اور حضرت عمر بن عبد العزیز نے اس کی خبر پا کر دُعا کی کہ اللہ تعالیٰ امتِ مسلمہ میں حارث بن یحمد جیسے لوگوں کو زیادہ سے زیادہ پیدا کرے، [3]

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۷ ص ۴۵۶، تاریخ کبیر ج ۴ قسم ۲ ص ۳۴۶، الجرح والتعدیل ج ۴ قسم ۲ ص ۲۸۰
[2] تاریخ کبیر ج ۱ قسم ۲ ص ۲۸۳، والجرح والتعدیل ج ۱ قسم ۲ ص ۹۴، [3] کتاب الاموال ص ۲۶۳،

درسگاہ حضرت یزید بن ابوحبیب مصریؒ

حضرت یزید بن ابوحبیب سوید ازدی مصری متوفی ۱۲۸ھ رحمۃ اللہ علیہ مصر کے مفتی وفقیہ ہیں انھوں نے عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی، ابوالطفیل، اسلم بن یزید، ابراہیم بن عبداللہ بن حنین، عطاء بن ابی رباح، ابن شہاب زہری، اور تابعین کی ایک جماعتِ کثیرہ سے روایت کی ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جن تین اہل علم کو مصر میں مفتی مقرر کیا تھا، ان میں یزید بن ابوحبیب بھی تھے۔

ان کا حلقۂ درس وافتاء مصر میں منعقد ہوتا تھا، جہاں سے علم دین کی اشاعت ہوئی۔ ان کے تذکرہ نگار لکھتے ہیں۔

ھو أوّل من أظھر العلم بمصر، وَالمَسَائل وَالحَلال، وَالحرام، وقبل ذٰلك كانوا يتحدّثون فی التّرغیب وَالمـلاحم وَالفـتن، ۔ لہ	وہ پہلے عالم ہیں جنھوں نے مصر میں علم مسائل، حلال وحرام کی اشاعت کی، اس سے پہلے اہل مصر ترغیب، ملاحم اور فتن کی احادیث وغیرہ بیان کرتے تھے۔

ابن سعد نے ان کو ثقہ، کثیر الحدیث لکھا ہے ۔ لہ ان کے شاگرد لیث بن سعد کہتے تھے کہ یزید بن ابی حبیب سیدنا وعالمنا ہیں اور عبداللہ بن ابوجعفر اور یزید بن ابوحبیب دونوں اس شہر کے جوہر ہیں، یہی دونوں خلیفہ کیلئے پہلے بیعت کرتے ہیں،

بڑے بردبار، باوقار اور باشعور عالم تھے، ایک مرتبہ زبان بن عبدالعزیز نے کوئی مسئلہ معلوم کرنے کے لئے ان کو بلایا، تو انھوں نے کہلا بھیجا کہ تم خود میرے پاس آؤ۔ میرے یہاں آنا تمہارے حق میں زینت ہے، اور میرا جانا تمہارے حق میں عیب ہے۔

ایک مرتبہ یزید بن ابوحبیب بیمار ہوئے، امیر مصر حوثرہ بن سہیل عیادت کیلئے آیا،

لہ تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص۳۱۸، وتذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص۱۲۱، لہ طبقات ابن سعد ج ۷ ص۵۱۳، والعبر ج ۱ ص۱۶۸،

اسی دوران اس نے یہ مسئلہ معلوم کیا کہ جس کپڑے میں مچھر کا خون لگا ہو اس میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟ یہ سن کر یزید بن ابو حبیب نے اس سے چہرہ پھیر لیا اور کہا کہ تم روزانہ لوگوں کو قتل کرتے ہو، اور مجھ سے مچھر کے خون کے متعلق فتویٰ پوچھتے ہو؟

جب ان کی مجلس میں طلبۂ علم کی بہت بھیڑ، اور مسائل کی کثرت ہو گئی تو ریا اور شہرت کے ڈر سے اپنے گھر میں رہنے لگے تھے۔ [1]

سیاہ رنگ کے نوبی غلام تھے، ان کا رنگ کوئلہ کی طرح تھا، ان کے علم و فضل کو دیکھ کر ایک شخص نے کہا کہ ابو رجاء! کاش آپ ہی کی طرح سب لوگ ہو جاتے، یزید بن ابو حبیب نے کہا کہ تب سب لوگ کالے ہوتے۔ [2] ان کے تلامذہ میں سلیمان تیمی، لیث بن سعد مصری، محمد بن اسحاق، ابن لہیعہ، زید بن ابو انیسہ، عمرو بن حارث، حیوہ بن شریح جیسے اہل علم و فضل اور صاحب فقہ و فتویٰ حضرات ہیں۔

درسگاہ حضرت لیث بن سعد مصریؒ

حضرت لیث بن سعد بن عبد الرحمن فہمی مصری متوفی ۱۷۵ھ رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان اصفہان کا تھا، اور مصر میں آباد ہوا۔ انھوں نے نافع مولیٰ عبد اللہ بن عمرؓ، عطاء بن ابی رباح، ابن ابی ملیکہ سعید مقبری، ابن شہاب زہری، یزید بن ابو حبیب، ہشام بن عروہ، ابو الزناد، قتادہ، عبد الرحمن بن قاسم، اور تابعین کی ایک جماعت کثیرہ سے روایت کی ہے بلکہ اپنے تلامذہ سے بھی روایت کی ہے، ان کا علمی و دینی مقام بہت بلند تھا۔ اسی کے ساتھ مال و دولت، جود و سخا، اثر و رسوخ، اور رعب داب میں مشہور تھے۔ ان کے بارے میں کہا گیا ہے۔

شیخ الدیار المصریۃ وعالمھا ورئیسھا۔ ملک مصر کے شیخ، وہاں کے عالم اور رئیس تھے۔

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۲۳، [2] الجرح والتعدیل ج ۴ قسم ۲ ص ۲۶۷۔

مصر کے امیر و قاضی ان کے ماتحت تھے، اگر ان میں سے کسی کے بارے میں ناروا بات دیکھتے تو اپنے کاتب سے خلیفہ کے پاس لکھواتے اور خلیفہ اس امیر یا قاضی کو معزول کر دیتا تھا، سخاوت کا یہ حال تھا کہ ان کی جائیداد سے سالانہ اسی ہزار دینار کی آمدنی ہوتی تھی اور یہ پوری رقم علماء اور اہلِ حاجت پر تقسیم کر دیتے تھے، اسی لئے ان پر کبھی زکوٰۃ فرض نہیں ہوئی۔

ایک مرتبہ اسکندریہ سے واپس ہوئے تو ایک کشتی میں مطبخ تھا، ایک کشتی میں ان کے بال بچے تھے اور ایک کشتی میں مہمان تھے۔ ان کے کاتب عبداللہ بن صالح کہتے ہیں کہ میں بیس سال سے ان کے ساتھ ہوں، اور دیکھتا ہوں کہ وہ روزانہ رات کو لوگوں کے ساتھ کھانا کھاتے ہیں۔

شرجبیل بن جمیل کا بیان ہے کہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے دور میں علماء و فقہاء کی کثرت تھی۔ مصر میں یزید بن ابو حبیب وغیرہ نامی گرامی اہل علم تھے، لیث بن سعد اس وقت نوجوان تھے۔ اس کے باوجود وہاں کے اہل علم ان کے علم و فضل اور تقویٰ کا اعتراف کر کے آگے بڑھاتے تھے، امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ لیث بن سعد مالک بن انس سے بڑے فقیہ تھے مگر ان کے تلامذہ نے ان کو ضائع کر دیا۔

حضرت لیث بن سعد حدیث و فقہ کے ساتھ عربیت، نحو، شعر کے بھی عالم تھے، اور ان کی مجلس درس میں ان علوم کا بھی چرچا رہتا تھا، سعید مقبری کی حدیثوں کو سب سے زیادہ صحیح طور پر بیان کرتے تھے، مقبری نے براہِ راست جو حدیثیں حضرت ابوہریرہؓ سے سنی تھیں اور جو اپنے والد کی روایت سے سنی تھیں، لیث بن سعد ان سب میں فرق کیا کرتے تھے۔ اپنے تلامذہ سے کہتے تھے کہ میں نے عبیداللہ بن ابو جعفر سے براہِ راست احادیث کا سماع نہیں کیا ہے۔ بلکہ یہ حدیثیں مناولہ کے طور پر ہیں، ایک مرتبہ ان کے تلامذہ نے کہا کہ ہم آپ سے ایسی احادیث سنتے ہیں جو آپ کی کتابوں میں نہیں ہیں تو کہا کہ۔

أو كل ما في صدري في كتبي؟ لو كتبت ما في صدري ما وسعه هذا المركب۔

کیا جو کچھ میرے سینے میں ہے، میری کتابوں میں بھی ہے؟ اگر میں ان حدیثوں کو لکھوں تو ان کا بار اٹھانا مشکل ہو جائے۔

ان کے غیر مصری طلبہ نے ان سے ایسی حدیثوں کی روایت کی ہے جو مصری طلبہ کے یہاں نہیں ہیں، لیث بن سعد سے پہلے اہل مصر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی عیب جوئی کرتے تھے، انھوں نے اپنے درس میں حضرت عثمان کے مناقب و فضائل بیان کئے تو مصریوں کے خیالات میں تبدیلی آئی۔

ایک مرتبہ بغداد گئے، تو خلیفہ ہارون رشید نے ان سے کہا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ میرے لئے دو جنت ہیں، یہ سُن کر لیث بن سعد نے اس سے تیسری بار قسم دے کر پوچھا کہ آپ اللہ سے ڈرتے ہیں؟ خلیفہ نے کہا کہ ہاں میں اللہ سے ڈرتا ہوں تو لیث بن سعد نے اس کو یہ آیت سُنادی۔ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ۔ [1]

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۰۸، و تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۴۵۹،

مکاتب
اور ان کا
نظامِ تعلیم و تربیت

اسلام میں بچوں کی تعلیم و تربیت اور تادیب کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم اپنے بچوں کو سب سے پہلے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سکھاؤ اور موت کے وقت بھی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی تلقین کرو، حضرات صحابہ و تابعین کا پسندیدہ معمول تھا کہ جب بچہ بولنے لگتا تھا تو اس کو سات بار لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھاتے تھے۔[1] اور سات سے دس سال کی عمر تک بچوں کو قرآن اور دعا وغیرہ کی اتنی تعلیم دیدیا کرتے تھے کہ وہ اس عمر میں باقاعدہ نماز ادا کریں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا تھا کہ تم سات سال کے بچوں کو نماز کا حکم دو، اور دس سال کے بچوں کو نماز نہ پڑھنے پر تنبیہی مار مارو،[2] عہد رسالت تک بچوں کی تعلیم کیلئے علیحدہ اور مستقل مکتب نہیں تھا بلکہ صحابہ اپنے اپنے گھروں میں بچوں، بچیوں کو قرآن اور دین کی ضروری باتوں کی تعلیم دیتے تھے۔ ایک مرتبہ صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! علمِ دین کیسے اٹھ جائیگا جب کہ ہم لوگ خود قرآن پڑھتے ہیں، اپنے لڑکوں کو پڑھاتے ہیں اور ہمارے لڑکے اپنے

---

[1] غریب الحدیث عبید بن سلام ۱۶۳/۱۔ [2] سنن ابو داؤد۔

لڑکوں کو پڑھاتے ہیں۔[1] عرب کے مختلف قبائل سے آنے والے وفود کے ساتھ بچے بھی رہا کرتے تھے، اور بڑوں سے زیادہ شوق اور رغبت کے ساتھ خدمت نبوی میں آکر قرآن اور دین کی تعلیم حاصل کرتے تھے، ان باتوں کی تفصیل گذشتہ بیانات سے معلوم ہو چکی ہے۔

دورِ فاروقی میں تین مکتب کا اجراء اور اُن کے معلّمین

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں سب سے پہلے بچوں کی تعلیم کے لئے مکتب جاری کر کے اس میں معلّم مقرر کیا، بعض لوگوں نے اس کو حضرت عمرؓ کی اوّلیات میں شمار کیا ہے۔

ان اوّل من جمع الاولاد فی المکتب لتعلیم القرآن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ	عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے قرآن کی تعلیم کے لئے بچوں کو مکتب میں جمع کیا ہے۔

محلّی ابن حزم اور کنز العمال میں وضین بن عطاء کی روایت میں ہے۔

کان بالمدینۃ ثلاثۃ معلّمین یعلّمون الصبیان فکان عمر یرزق کل واحد منھم خمسۃ عشر کل شھر، [2]	مدینہ میں تین معلّم بچوں کو تعلیم دیتے تھے اور حضرت عمر اُن میں سے ہر ایک کو ماہوار پندرہ درہم برائے خورد و نوش دیا کرتے تھے،

کنز العمال کی روایت میں خمسۃ عشر دِرْھمًا کی تصریح ہے، اس روایت میں یاجر (اجرت دیتے تھے) کے بجائے یرزق کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت قرآن اور دین کی تعلیم دینے والے معلّمین بقدر کفایت کچھ رقم لے لیتے تھے۔

ہمارے علم میں مدینہ کے مکتب میں تعلیم دینے والے تین معلّم یہ حضرات ہیں۔ نباتہ والبی، عامر بن عبداللہ خزاعی، اور ابو سفیان، نباتہ الوالبی کے بارے میں امام بخاری نے تصریح کی ہے۔

وکان من المعلّمین علی عھد عمر، کوفی، عنہ سُوید بن غفلۃ، [3]	وہ حضرت عمر کے دورِ خلافت میں معلّم تھے کوفہ کے رہنے والے تھے، ان سے سوید بن غفلہ نے روایت کی ہے،

---

[1] سنن ترمذی، باب ذہاب العلم، و اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۷۴۔ [2] محلّی ابن حزم ج ۸ ص ۱۹۵، و کنز العمال ج ۲ ص ۱۹۳ طبع قدیم، [3] تاریخ کبیر ج ۴ ق ۲ ص ۱۲۱۔

عامر بن عبداللہ خزاعی کے متعلق "الفواکہ الدوانی علی رسالۃ ابن ابی زید القیروانی" میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے مکتب جاری کر کے عامر بن عبداللہ خزاعی کو بچوں کی تعلیم کا حکم دیا اور بیت المال سے ان کے لئے اجرت نہیں بلکہ وظیفہ جاری کیا، اور حکم دیا کہ کند ذہن بچے کیلئے تختی پر لکھیں اور ذہین بچے کو زبانی تعلیم دیں، اس حکم کے مطابق عامر بن عبداللہ صبح سے شام تک مکتب میں بیٹھتے رہے، لوگوں نے حضرت عمرؓ سے اس کڑی پابندی کے بارے میں بات کر کے اس میں تخفیف کرائی اور حضرت عمرؓ نے عامر بن عبداللہ کو حکم دیا کہ نمازِ فجر کے بعد (ضحیٰ عالی) دس گیارہ بجے تک اور ظہر کے بعد عصر تک تعلیم دیں، باقی وقت آرام کریں، [1]

ابو سفیان کی معلمی کا ذکر ایک المیہ میں یوں آیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابو سفیان نامی ایک شخص کو بادیہ اور صحرا کے باشندوں کی تعلیم کے لئے بھیجا، جو طالب علم نہیں پڑھتا تھا ابو سفیان اس کو مارتے تھے، چنانچہ انھوں نے اسی بات پر ایک بچے اوس بن خالد طائی کو کئی کوڑے مارے اور اس کا انتقال ہو گیا، اس کی ماں نے رونا پیٹنا شروع کیا اور حادثہ کی اطلاع حریث بن زید الخیل طائی کو کر دی، جس نے ابو سفیان کو قتل کر دیا، [2]

پورے عالمِ اسلام میں قرآن کی تعلیم اور اس کی کتابت کا انتظام

حضرت عمر قرآن کی تعلیم کے لئے عالم فاضل اور قابل معلموں کو مقرر کرتے تھے جو عربیت اور لغت کے عالم ہوں ایک مرتبہ ایک اعرابی مدینہ میں قرآن پڑھنے آیا ایک شخص نے اس کو پڑھایا اِنَّ اللّٰهَ بَرِیٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ وَرَسُوْلِهٖ (رسول کو زیر کے ساتھ) اس پر اعرابی نے کہا کہ جس سے اللہ برات کرتا ہے میں بھی اس سے بری ہوتا ہوں، شدہ شدہ اس کی خبر حضرت عمر کو ہوئی تو اعرابی کو بلا کر پوچھا کہ کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے برات اور بے تعلقی ظاہر کرتے ہو؟ اعرابی نے اپنا پورا واقعہ بیان کیا حضرت عمر نے شفقت سے کہا کہ اے اعرابی! اس طرح نہیں ہے بلکہ اِنَّ اللّٰهَ

[1] بحوالہ مجلہ منار الاسلام ابوظبی، جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ۔ [2] اصابہ ج ۱ ص ۸۴،

بَرِیٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلُہٗ ہے یہ سُن کر اعرابی نے کہا کہ جس سے اللہ اور اس کے رسُول برارت کرتے ہیں، میں بھی اس سے برارت کرتا ہوں، اس واقعہ کے بعد حضرت عمرؓ نے حکم جاری کیا کہ لَایُقْرِئُ الْقُرْاٰنَ اِلَّا عَالِمٌ بِاللُّغَۃِ (صرف عربی زبان ولغت کا عالم قرآن پڑھائے) اسی کے ساتھ ابوالاسود کو علم نحو وضع کرنے کا حکم دیا، [1] مشہور روایت کی بنا پر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے حکم سے ابوالاسود نے علم نحو وضع کیا ہے۔

حضرت عمرؓ اپنے آل اولاد کو قرآن کی تعلیم کا حکم دیتے تھے، اور کہتے تھے کہ تم لوگ ابتداء میں طوالِ مفصل کی سورتیں پڑھو، وہ آسان ہیں، [2] آپ نے پورے قلمرو خلافت میں مکتب جاری کرائے اور اپنے امراء کو اس بارے میں حکم دیا، قرآن کی کتابت کا انتظام کیا، اور کثیر تعداد میں قرآن لکھواکر تقسیم کرایا، نافع بن ظریب بن عمرو بن نوفل مستقل طور سے حضرت عمر کے لئے قرآن لکھتے تھے۔ [3] ان کے علاوہ دوسرے اہلِ علم بھی یہ خدمت انجام دیتے تھے، قیس بن مروان جعفی کا بیان ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمرؓ کو بتایا کہ امیرالمومنین! میں ایسے شخص کو جانتا ہوں جو مصحف لکھتا ہے [4] غالباً خبر دینے کا منشاء یہ رہا ہوگا کہ آپ کتابتِ قرآن کی خدمت اس شخص سے لے سکتے ہیں،

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری کو لکھا کہ میں نے غاضرہ بن سمرہ عنبری کے ہاتھ مصحف بھیجا ہے۔ اگر فلاں دن تمہارے پاس پہونچ جائے تو اس کو دو ہزار (دوسو) درہم دیدینا اور اگر اس کے بعد آئے تو اسکو کچھ مت دینا اور میرے پاس لکھنا کہ وہ کس دن تمہارے پاس پہونچا [5]

حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں پورے عالمِ اسلام میں مکاتب کی کثرت، قرآن کی کتابت واشاعت اور اس کے پڑھنے پڑھانے کی سرگرمی کا اندازہ ابن حزم کے اس بیان سے ہوسکتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو فارس، شام، جزیرہ اور مصر کے تمام

---

[1] انباہ الرواۃ علی انباہ النحاۃ، قفطی ج ۱ ص ۵۔ [2] مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۳۸۱، [3] الاشتقاق، ابن درید ص ۹۵۔ [4] طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۴۶، [5] طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۲۶،

شہر فتح کر لیے گئے، ان ملکوں کے ہر شہر اور بستی میں مسجدیں تعمیر کی گئیں، مصاحف لکھے گئے مشرق سے مغرب تک ائمہ مساجد نے قرآن پڑھا، اور مکاتب کے بچوں کو پڑھایا، دس سال سے زائد مدت تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ حضرت عمرؓ کی شہادت کے وقت مصر، عراق، شام، یمن کی حدود میں اگر ایک لاکھ قرآن کے نسخے نہیں تھے تو اس سے کم بھی نہیں تھے، اس کے بعد حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں غزوات و فتوحات کا دائرہ اور وسیع ہوا، اس دور میں عالم اسلام میں قرآن کا شمار ہو ہی نہیں سکتا۔[1]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے بارہ سالہ دور خلافت میں مکاتب میں قرآن کی تعلیم اور ان کے معلموں پر خاص توجہ کی، اور حضرت عمرؓ کی طرح موذنوں، اماموں، اور معلموں کے وظائف مقرر کئے۔[2]

خلیفہ ولید بن عبدالملک نے یتیموں کے ختنہ کا انتظام کیا اور ان کے لئے مؤدب مقرر کئے جو قرآن کی تعلیم دیتے تھے۔ (تاریخ الخلفاء ص۱۶۷)

قرآن اور دینی علوم کی تعلیم پر وظیفہ

حضرت عمرؓ نے قرآن پڑھنے والوں اور یاد کرنے والوں کا گراں قدر وظیفہ مقرر کیا تھا تاکہ طلبہ ذوق و شوق اور اطمینان سے تعلیم حاصل کریں محرم ۲۰ھ میں وظائف و عطایا کا انتظام ہوا تو آپ نے قرآن پڑھنے والوں کا بھی وظیفہ جاری کیا۔

ثم فرض للناس علیٰ منازلهم و قراءتهم القرآن وجهادهم۔[3]

حضرت عمر نے لوگوں کے مرتبہ کے مطابق اور قرآن پڑھنے اور جہاد کرنے پر وظیفہ مقرر کیا۔

ابو عبید قاسم بن سلام نے کتاب الاموال کے باب الفرض علیٰ تعلیم القرآن و علیٰ سابقۃ الاسلام میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے بعض عمال کو لکھا کہ تم لوگوں کو قرآن کی تعلیم پر وظیفہ دو، اس پر عامل نے لکھا کہ آپ نے مجھے تعلیم قرآن پر لوگوں کو وظیفہ دینے

---

[1] الملل والنحل ص۸۔ [2] سیرۃ العمرین، ابن جوزی۔ [3] فتوح البلدان ص۴۳۸۔

کے لئے لکھا ہے۔ ایسی صورت میں وہ لوگ بھی قرآن کی تعلیم حاصل کریں گے جن کو تعلیم قرآن کے بجائے وظیفہ میں رغبت ہو گی، حضرت عمرؓ نے اس کے جواب میں لکھا کہ تم ان کو شرافت و مروت اور صحابیت کے نام پر وظیفہ دو۔ [1]

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے بھی اپنے دورِ خلافت میں طلبۂ علم کے لئے رزق اور وظیفہ کا فرمان جاری کیا۔ اور اپنے اُمراء و عُمّال کو لکھا کہ

ان اجروا علی طلبۃ العلم وفرغوھم للطلب، [2] — طالب علموں کا وظیفہ جاری کر کے ان کو طلب علم کے لئے فارغ کرو،

* * *

مکتب میں جمعہ کی تعطیل

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جمعہ کے دن مکتب کے بچوں کو چھٹی کا رواج ہو گیا تھا، الفواکہ الدوانی علیٰ رسالۃ ابن اَبی زَیدُ القیروانی، سے یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ جب حضرت عمرؓ ملک شام کے سفر سے مہینوں کے بعد مدینہ واپس ہوئے تو اہل مدینہ اور ان کے ساتھ چھوٹے چھوٹے بچے استقبال کے لئے شہر کے باہر نکلے، یہ پنجشنبہ کا دن تھا، سب نے مدینہ کے باہر حضرت عمرؓ کے ساتھ رات بسر کی اور جمعہ کو شہر میں آئے، چونکہ سب چھوٹے بڑے تھکے ماندے تھے۔ اس لئے حضرت عمرؓ نے ان دونوں دنوں (جمعرات و جمعہ) میں آرام کرنے کیلئے رخصت دیدی، اسی وقت سے اس تعطیل کا رواج ہوا، [3] یہ روایت مجھے دوسری کتابوں میں نہیں مل سکی ہے۔ صحابہ اور تابعین کے دور میں جمعہ کے دن مکاتب کی تعطیل کا رواج ہو گیا تھا، ایوب بن حسن رافعی کا بیان ہے۔

کنا نخرج کل یوم جمعۃ مع غلمان المدینۃ غلمان الکُتّابِ۔ — ہم لوگ ہر جمعہ کو مدینہ کے مکتب کے لڑکوں کے ساتھ باہر نکلتے تھے۔

اور مقام دقم پر کھڑے ہو کر مصعب بن زبیر کے لڑکوں کو دیکھتے تھے کہ اُحدُ کے

---

[1] کتاب الاموال ص ۲۶۱، [2] جامع بیان العلم ج ۱ ص ۱۸۶، [3] بحوالہ مجلہ منار الاسلام، ابوظبی، جمادی الاولیٰ سنہ ۱۴۰۰ھ

قریب جوانیہ سے نکل کر عربی گھوڑوں پر کود کود کر چڑھتے تھے۔ لہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مکاتب میں جمعہ کو تعطیل ہوتی تھی اور بچے کھیل کود میں لگے رہتے تھے، ابن مجاہد مُقری بچوں کو تعلیم دیتے تھے، انھوں نے ایک بھاری بھر کم آدمی کو دیکھکر کہا۔

هُوَ اَثقَلُ مِنْ يَوْمِ السَّبْتِ عَلَى الصِّبْيَانِ۔ ٢ه

بچوں پر سنیچر کا دن جس قدر ثقیل اور گراں گذرتا ہے یہ شخص اس سے زیادہ ثقیل ہے۔

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کے دن مکتبوں میں تعطیل ہوتی تھی اور بچوں کو سنیچر کے دن مکتب جانا گراں معلوم ہوتا تھا۔

مکتبی تعلیم کی اہمیت و ضرورت

حضرات صحابہ و تابعین بچوں کے لئے قرآن اور ضروریات دین کی تعلیم کا بہت اہتمام کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس کہا کرتے تھے کہ تین چیزیں لوگوں کے لئے ضروری ہیں ایک حاکم و امیر ورنہ لوگ ایک دوسرے کو تباہ کردیں گے۔ دوسری مصحف کی خرید و فروخت، ورنہ کتاب اللہ کا پڑھنا پڑھانا بند ہوجائے گا اور تیسری بات یہ ہے کہ

وَلَا بُدَّ لِلنَّاسِ مِنْ مُعَلِّمٍ يُعَلِّمُ أَوْلَادَهُمْ وَيَأْخُذُ عَلَىٰ ذَالِكَ أَجْرًا، وَلَوْلَا ذَالِكَ لَكَانَ النَّاسُ أُمِّيِّينَ۔ ٣ه

عوام کی اولاد کو تعلیم دینے کے لئے معلم ضروری ہے جو اجرت لے۔ ورنہ لوگ جاہل رہ جائیں گے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر کے بچے خُبیب، حمزہ، عبّاد، اور ثابت بادیہ میں اپنے نانا منظور بن ربّان کے یہاں رہ کر اونٹ چراتے تھے، ان میں ثابت جب کچھ بڑے ہوئے تو اپنے بھائیوں سے کہا کہ اب ہم سب کو والد کے پاس چلنا چاہیئے۔ اور چاروں بھائی بلا اطلاع کئے اپنے والد کے پاس مدینہ آگئے، جب اُن کے نانا منظور بن ربّان کو نواسوں کے

لہ جمہرۃ نسب قریش و اخبارہا ص۴۴، ٢ه خاص الخاص، ثعالبی ص۶۵،
٣ه تربیۃ الاولاد فی الاسلام، ج ۱ ص۲۹۱،

سرک جانے کی خبر لگی تو وہ پیچھے پیچھے مدینہ آئے اور عبداللہ بن زبیر سے کہا کہ ان کو میرے حوالہ کرو، اس پر انھوں نے کہا کہ

انهم كبروا واحتاجوا الى تعليمهم القرآن ولا سبيل اليهم۔ — اب یہ سب بڑے ہوگئے ہیں، ان کو قرآن کی تعلیم ضروری ہے۔ اس لئے واپس نہیں جائیں گے۔

یہ سن کرنانے ثابت کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ اسی نے سب کو بہکایا ہے، میں اس کی طرف سے خطرہ محسوس کر رہا تھا، اس کے بعد چاروں بھائی قرآن پڑھنے لگے، اور ان میں سب سے پہلے ثابت صرف آٹھ مہینے میں حافظ قرآن ہوگئے۔ [1]

مکتب کا نصاب

کسی درسگاہ کا نصاب جامد نہیں ہوتا ہے۔ احوال وظروف کے مطابق اس میں کمی زیادتی ہوتی رہتی ہے، بچوں کے مکتبی نصاب کے بارے میں بھی یہی ہوا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قرآن اور دین کی بنیادی تعلیم کے ساتھ کتابت کی تعلیم بھی ہوتی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کے قیدیوں سے مدینہ کے بچوں، لڑکوں کو کتابت اور لکھنے کی تعلیم دلائی۔ حضرت عبادہ بن صامت اصحاب صفہ کو کتابت سکھاتے تھے۔ حضرت عمر نے اپنے تمام عمال وامراء کے نام فرمان جاری کیا تھا۔

اما بعد فعلموا اولادكم السباحة والفروسة ورودوهم ماسار من المثل وحسن الشعر۔ [2] — تم لوگ اپنی اولاد کو تیراکی اور گھوڑ سواری کی تعلیم دو، اور ان کو اچھے اچھے امثال واشعار پڑھاؤ، یاد کراؤ۔

اور امرائے شام کے نام لکھا کہ۔

ان يتعلموا الغرض ويمشوا بين الغرضين حفاة وعلموا صبيانكم — وہ نشانہ بازی سیکھیں اور ننگے پیر دو نشانوں کے درمیان چلیں اور یہ کہ تم لوگ اپنے بچوں کو

---

[1] جمہرۃ نسب قریش واخبارہا منشہ ص ۸۱، [2] تربیۃ الاولاد فی الاسلام ج ۱ ص ۲۶۵،

الکتابة والسباحة۔ لہ لکھنے اور تیرنے کی تعلیم دو۔

حارث بن نوفل اپنے لڑکے عبداللہ کو لے کر حضرت معاویہؓ کے پاس گئے انھوں نے پوچھا تم نے اپنے لڑکے کو کیا تعلیم دی ہے؟ حارث بن نوفل نے قرآن اور فرائض کا نام لیا تو حضرت معاویہ نے کہا کہ تم اس کو فصیح و بلیغ اشعار کی تعلیم دو، اس سے عقل تیز ہوگی، گفتگو فصیح ہوگی اور زبان چلنے لگے گی۔ خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے اپنے صاحبزادے کے مؤدب و معلم کو تاکید کی کہ اس کو کتاب اللہ، شعر، خطابت، تاریخ، ملاحم، اور اخلاق کی تعلیم کے ساتھ لوگوں سے ملنے جلنے کے طور طریقہ بھی سکھائے، عتبہ بن ابی سفیان نے اپنے لڑکے کے مؤدب و معلم کو تاکید کی کہ اس کو کتاب اللہ اور اچھے اشعار اور عمدہ باتوں کی تعلیم دے، قبیلہ ثقیف کا ایک آدمی خلیفہ ولید بن عبدالملک کے پاس گیا، ولید نے پوچھا کہ تم نے قرآن پڑھا ہے؟ ثقفی نے کہا کہ نہیں۔ ولید نے پوچھا کچھ اشعار یاد کئے ہیں۔ اس نے اس سے بھی لاعلمی ظاہر کی، ولید نے آخر میں پوچھا کہ کچھ فقہ جانتے ہو، اس نے اس کا جواب بھی نفی میں دیا تو ولید نے اپنا چہرہ پھیر لیا اور کہا کہ ایسا شخص ہماری مجلس کے لائق نہیں ہے مفضل بن زید نے ایک بدوی مسلمان عورت کے لڑکے کا حال دیکھکر اس کی ماں سے پوچھا کہ تو نے اس کو کیا کیا تعلیم دی ہے۔ اس نے بتایا کہ میرا لڑکا پانچ سال کا ہوا تو میں نے اس کو مؤدب کے پاس بھیجا اس نے قرآن یاد کرایا۔ لڑکے نے اس کی تلاوت کی، مؤدب نے اشعار کی تعلیم دی، لڑکے نے ان کو سنا سنایا، اور مؤدب نے اس کو آباء واجداد کے محاسن و مفاخر اور مجد و شرف کی رغبت دلائی، اور جب میرا لڑکا بالغ ہوا تو میں نے شہ سواری کا شوق دلایا، اس کے بعد وہ آن بان کے ساتھ قبائل میں معزز بن کر رہنے لگا، لہ

خلیفہ ہارون رشید نے اپنے صاحبزادے امین کو معلم کے حوالہ کر کے کہا کہ امیرالمومنین نے اپنے دل کے ٹکڑے کو تمہارے حوالہ کر کے تم کو اس کا سرپرست بنایا ہے، تمہاری اطاعت

لہ مصنف عبدالرزاق ج ۹ ص ۱۹، لہ المصون فی الادب ص ۱۳۶، وغیرہ،

اس پر واجب ہے۔ اس کو قرآن پڑھاؤ، تواریخ و اخبار بیان کرو، اشعار کی روایت کرو، سنن کی تعلیم دو، گفتگو کا موقع محل بتاؤ، بے موقع محل ہنسنے سے منع کرو، بنو ہاشم کے مشائخ اور خلافت کے ارکان کی تعظیم کا طریقہ سکھاؤ ہر وقت اس کے فائدہ کی بات کرو۔ البتہ اس کی اکتاہٹ کا خیال رکھو تاکہ اس کا ذہن مُردہ نہ ہو جائے۔ اور اس کی خواہش کی زیادہ رعایت نہ کرنا کہ وہ غفلت اور کھیل کود سے مانوس ہو جائے۔ حتی الامکان تم اس کو اپنے پاس رکھو اور اِدھر اُدھر آنے جانے سے روکو۔ اگر ان باتوں کو نہ مانے تو سختی سے کام لو۔ [1]

مُعلِّم، مؤدِّب اور مُکتِّب

مذکورہ بالا بیانات مختلف طبقہ کے لوگوں کے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر طبقہ کے لوگ اپنی اپنی ضروریات کے مطابق اپنے بچوں کو تعلیم دلاتے تھے۔ ابتداء میں قرآن اور کتابت پر زور دیا جاتا تھا، قرآن کی تعلیم اصول میں شامل تھی، عرب میں قدیم زمانہ سے کتابت اور لکھنا بہت کم تھا اس لئے اس پر توجہ زیادہ کی گئی، بعد میں خلفاء، امراء اور صاحب حیثیت لوگ اپنے بچوں کو ضرورت کے مطابق دوسری باتوں کی تعلیم دلانے لگے۔ اور مکتب کے معلموں کو مختلف نام سے یاد کیا گیا۔ جو معلّم خلفاء و امراء اور صاحب حیثیت لوگوں کے بچوں کو قرآن و سنّت کے ساتھ عربی زبان و ادب وغیرہ کی تعلیم دیتے تھے ان کو مؤدب کا لقب دیا گیا، عام طور سے یہ لوگ کسی صاحبِ حیثیت سے متعلق رہتے تھے اور ان کے گھروں پر جاکر پڑھاتے، سکھاتے تھے، اور جو معلّم کتابت کی تعلیم میں شہرت و مہارت رکھتا تھا اس کو مُکتِّب اور مُکتِّب کہتے تھے اور لفظ معلّم عام تھا، کتابت کی ضرورت و اہمیت کی وجہ سے بچوں کی درسگاہ کا نام ہی مکتب جمع مکاتب اور کتّاب جمع کتاتیب پڑ گیا۔

مکتب کے بچے بڑوں کی نظر میں

مکاتب کے بچوں کی بڑی اہمیت تھی۔ مندرجہ ذیل بیانات سے اس کا اندازہ ہوسکتا ہے

---

[1] مقدمہ ابن خلدون ص۴۷۳۔

مشہور تابعی حضرت سعید بن مسیّب کے بارے میں لکھا ہے کہ

کان اذا مرّ بالمکتب قال للصبیان جب وہ مکتب کے پاس سے گذرتے تو فرماتے
ھٰولآءِ الناس بعدنا۔ [1] کہ یہی بچے ہمارے بعد مرجع ہوں گے۔

حضرت سفیان بن عیینہ ایک مرتبہ ایک مکتب کے پاس سے گذر رہے تھے، بچوں کے قرآن پڑھنے کی آواز سن کر دھوپ میں کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ بچوں کی آواز سے قرآن سن کر کیف و سرور حاصل ہو رہا ہے، محدث اسمٰعیل بن رجار مکتب کے بچوں کو جمع کرکے اُن کو حدیث سناتے تھے تاکہ یاد ہو جائے۔ مشہور بزرگ حضرت شیخ سمنون نے محبت الٰہی سے مغلوب ہو کر کہا تھا۔

فلیسَ لی فِی سِوَاکَ حَظٌّ فکیف ماشِئتَ فامتحن

اے اللہ! تیرے سوا میرا کسی سے تعلق نہیں ہے تو جیسے چاہے میرا امتحان لے۔

اس کے بعد احتباس بول کی آزمائش میں ڈال دیے گئے۔ خواب میں ایک بزرگ سے اس بیماری کی شکایت کی تو انھوں نے کہا کہ علیك بدعاء الکتاتیب۔ یعنی تم مکاتب کے بچوں سے دعا کراؤ۔ اس کے بعد وہ پیشاب کا قارورہ ہاتھ میں لے کر مکتبوں کا چکر لگاتے تھے اور بچوں سے کہتے تھے کہ زبان کی وجہ سے اپنے بیمار چچا کے لئے دعا کرو، [2]

مکتب کے بچوں کے ذہن و مزاج کا لحاظ کرکے ان کی تعلیم میں زیادہ سے زیادہ آسانی کی جاتی تھی۔ امام مالک کہتے ہیں کہ آجکل مصحف میں جو اعراب اور نقطے لگائے جاتے ہیں۔ میں ان کو اچھا نہیں سمجھتا ہوں اور میرے نزدیک مصاحف میں زیادتی مناسب نہیں ہے۔ البتہ بچوں کے لئے اس کی اجازت ہے۔

واما المصاحف الصغار التی یتعلم البتہ چھوٹے چھوٹے مصحف اور تختیاں جن میں
فیھا الصبیان والواحھم فلا اریٰ بچے پڑھتے ہیں ان میں میرے نزدیک اعراب

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۱۴۱، [2] تاریخ بغداد ج ۹ ص ۲۳۵ والمنتظم ج ۶ ص ۱۰۸،

بذٰلك باسًا، [1] اور نقطہ میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اسی طرح امام مالک سے پوچھا گیا کہ آجکل ہر سورہ کے آخر میں آیات کی تعداد لکھی جاتی ہے، آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟ تو کہا کہ امہات مصاحف میں کچھ لکھنا یا نشان بنانا میرے نزدیک مکروہ ہے۔

فاما ما یتعلم فیه الغلمان من المصاحف فلا اری بذٰلك باسًا، [2] البتہ جن مصحفوں میں لڑکے پڑھتے ہیں۔ ان میں میرے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت عمر اپنے بچوں سے کہتے تھے کہ تم لوگ طوال مفصل سے قرآن پڑھنے کی ابتدار کرو، یہ آسان ہے۔

حذاقت کی رسم

بچے جب قرآن پڑھنے میں ماہر ہو جاتے اور اس کا معتدبہ حصہ صحیح تلفظ و مخرج کے ساتھ پڑھ لیتے تو اس وقت حذاقت و مہارت پر خوشی منائی جاتی تھی، اہل ثروت اس موقع پر بچوں کی ہمت افزائی کرتے تھے اور ان کے معلموں اور مؤدبوں کو انعام و اکرام سے نوازتے تھے، جیسا کہ ہمارے یہاں عام طور سے سورۂ اِقرا پڑھنے کے موقع پر اسی قسم کا مظاہرہ ہوتا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کے صاحبزادے حماد جب سورۂ الحمد پڑھنے لگے تو امام صاحب نے ان کے معلم کو پانچ سو درہم بطور انعام دیا۔ [3] حضرت حسن بصری کے بھتیجے یحییٰ بن سعید کہتے ہیں کہ جب میں قرآن پڑھنے میں حاذق و ماہر ہو گیا تو چچا سے کہا کہ معلم کچھ چاہتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ قرآن کے معلم ایسا نہیں کرتے تھے، پھر کہا کہ اس کو پانچ درہم دیدو، اور میرے اصرار پر کہا کہ اچھا دس درہم دیدو، [4]

خلفاء و امراء اور اعیان اس موقع پر بڑا اہتمام کرتے تھے، خلیفہ مہدی کے بچہ ابراہیم نے پانچ سال کی عمر میں لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ پڑھنا شروع کیا تو اس کی طرف سے

[1] المحکم ص۱۱، [2] المحکم ص۱۷، و المدخل ج۲ ص۳۱۳، [3] اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ صیمری ص۱۴۴، [4] طبقات ابن سعد ج۷ ص۱۲۹،

خلیفہ مہدی نے ایک لاکھ درہم صدقہ کیا اور پانچ سو غلام آزاد کئے موسیٰ الہادی نے اپنے بھائی کی حذاقت کے وقت جبکہ اس کی عمر سات سال کی تھی اس کو ایک لاکھ درہم انعام دیے، [1]

عبیدہ بن حمید حذاء نحوی خلیفہ ہارون رشید کے صاحبزادے محمد کے معلم و مؤدب تھے، محمد نے سورۃ الحدید پڑھی تو ہارون رشید نے عبیدہ بن حمید کو ستر ہزار درہم انعام دینے کا حکم دیا، اس کے چند دن بعد عبیدہ بن حمید انتقال کر گئے۔ [2] خلیفہ معتز نے اپنے لڑکے کی حذاقت میں عظیم الشان شاہی جشن منایا اور بے پناہ دولت خرچ کی، اس کی تفصیل الذخائر والتحف میں موجود ہے۔

قرآن شریف میں جتنی سورتیں حٰمٓ سے شروع ہوتی ہیں، مکتب کے بچے ان کو پڑھ لینے کے بعد بہت خوش ہوتے تھے۔ اور فخر و مسرت کے ساتھ کہتے تھے تعلمنا الحوامیم یعنی ہم نے حٰمٓ والی تمام سورتیں پڑھ لی ہیں، امام سیوطی نے المزہر میں اس کو بیان کیا ہے۔

الحوامیم لیس من کلام العرب	حوامیم کا لفظ کلام عرب میں نہیں ہے بلکہ
انما ھو من کلام الصبیان تقول	بچوں کی گفتگو میں سے ہے وہ کہتے ہیں کہ
تعلّمنا الحوامیم، [3]	ہم نے حوامیم پڑھ لیا ہے۔

بچوں کی حذاقت کے بارے میں امام خلف بن ہشام البزّار کا یہ قول ان کے اطمینان و مسرت کی ترجمانی کرتا ہے کہ ہمارے زمانہ میں ایک لڑکا معلم کے سامنے بیٹھکر تہائی قرآن پڑھ جاتا ہے اور ایک حرف کی غلطی نہیں کرتا ہے۔ [4] خلیفہ مامون کے دربار میں ایک چار سالہ بچہ لایا گیا جو قرآن مجید پڑھ چکا تھا اور فقہی معلومات رکھتا تھا۔ البتہ بھوک کی وجہ سے رونے لگتا تھا۔ قاضی ابو محمد عبداللہ بن محمد اصفہانی بیان کرتے ہیں کہ میں نے پانچ سال کی

[1] الذخائر والتحف ص۱۱۲، [2] المحبر ص۴۷۵، [3] المزہر ج ۱ ص۳۰۲، [4] المدخل ج ۱ ص۹،

عمر میں پورا قرآن یاد کر لیا تھا۔ چار سال کی عمر میں ابو بکر مقری کی مجلسِ درس میں حدیث پڑھنے گیا تو بعض شرکاءِ درس نے کہا کہ اس کو نہ پڑھاؤ بہت چھوٹا ہے۔ یہ سن کر ابو بکر نے مجھ سے کہا کہ سورۃ کافرون سناؤ، میں نے سنا دی، پھر کہا سورۃ تکویر سناؤ، میں نے اس کو بھی سنا دیا، اس کے بعد ایک دوسرے شخص نے کہا کہ سورۃ والمرسلات پڑھو، میں نے پوری سورہ پڑھی اور کوئی غلطی نہیں کی، اس پر ابو بکر نے حلقہ نشینوں سے کہا کان کو حدیث سناؤ، میں ذمہ دار ہوں۔ [1]

تادیب و سزا

بچوں کی عمر اور جسمانیت کی رعایت کے ساتھ تعلیم و تربیت کے لئے تادیب و سرزنش اور سزا بھی ضروری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دو، اور دس سال کی عمر میں اس کے لئے ان کو مارو، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنے بچوں کو قرآن پڑھنے میں لحن یعنی غلطی پر مارتے تھے۔ [2] خلیفہ ہارون رشید نے اپنے صاحبزادے کے مؤدب کو جن باتوں کی تاکید کی تھی ان میں یہ بھی تھی کہ فَاِن اباھا فعلیک بالشدۃ والغلظۃ یعنی اگر وہ تمہاری باتوں کو نہ مانے تو تم شدت و سختی سے کام لو، [3]

قاضی شریح کندی متوفی ۸۰ھ رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت عمر رض نے کوفہ کا قاضی مقرر کیا تھا، انھوں نے ایک مرتبہ اپنے بچے کو نماز کے وقت کتے کے بچہ سے کھیلتے ہوتے دیکھا تو مکتب کے معلم کے نام یہ چند اشعار لکھ کر مہر بند کیا اور اپنے بچے کے ہاتھ بھیجا، جن میں اس کو سزا دینے کا فیصلہ تھا۔

ترک الصلوٰۃ لاکلب یسعیٰ بھا ☆ طلب الھراش مع الغواۃ الرجس

میرے بچہ نے نجس و ناپاک کتوں کے بھڑکانے اور لڑانے میں نماز چھوڑ دی ہے۔

---

[1] الکفایہ ص۶۴ و ۶۵، [2] الادب المفرد، باب الضرب علی اللحن، [3] مقدمہ ابن خلدون ص۴۸،

فلما تیتك غـدوة بصحيفة * كتبت لـه كصحيفة المتلمس

وہ صبح کو تمہارے پاس صحیفہ لے کر جائیگا۔ جو اس کے لئے متلمس کے صحیفہ کی طرح لکھا گیا ہے

فاذا هممت بضربة فبدرة * واذا بلغت به ثلاثا فاحبس ؛

جب تم اسکو سزا دینا چاہو تو کوڑے سے مارو۔ اور تین کوڑے مار کر ہاتھ روک لو۔

واعلم بانك ما اتيت فنفسه * مع ما يجرّ علی اعز الا نفس [۱]

تم نے میرے فیصلہ پر سزا دی ہے، اس کے بعد باوجود مجھے قلبی تکلیف ہے وہ مجھے بہت محبوب ہے

قاضی شریح کے بچہ نے دو غلطی کی تھی، کتا لڑایا اور نماز ترک کی، اس پر انھوں نے خود سزا نہیں دی بلکہ معلم سے سزا دلوائی اس میں معلم کے لئے تنبیہ تھی کہ وہ مکتب کے بچوں کی دینی واخلاقی تعلیم وتربیت پر پوری توجہ کرے، اور سزا دینے میں بچہ کی معصومیت اور والدین کی محبت کا لحاظ رکھے،

مکتب کے معلموں کا درّہ مشہور تھا، وہ بچوں کو اسی سے سزا دیتے تھے، میمونہ بنت کرام ثقفیہؓ کہتی ہیں کہ میں حجۃ الوداع میں اپنے والد کے ساتھ شریک تھی، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناقہ پر سوار تھے اور آپ کے ہاتھ میں مکتب کے دُرّہ کی طرح دُرّہ تھا۔

وبيد رسول الله صلى الله عليه وسلم درة كدرة الكتاب۔ [۲] — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں مکتب کے دُرّہ کے مانند دُرّہ تھا۔

ابن اخوہ نے "معالم القربہ فی احکام الحسبہ" میں لکھا ہے کہ مؤدب الصبیان بچوں کو بے ادبی، فحش گوئی اور دوسرے غلط کاموں پر مار سکتا ہے، البتہ اتنے موٹے ڈنڈے سے نہ مارے کہ ہڈی ٹوٹ جائے اور نہ اتنی ہلکی مار مارے کہ جسمانی تکلیف نہ ہو۔ بلکہ درمیانی سزا دے، ایسا کوڑا استعمال کرے جس کا چمڑا چوڑا ہو، ہاتھ، ران اور پنڈلیوں پر مارے

[۱] العمدۃ فی محاسن الشعر وآدابہ، لابن رشیق ج ۱ ص ۲۶، [۲] جمع الفوائد ج ۱ ص ۵۹۲، واصابہ ج ۸ ص ۱۹۵،

ان جگہوں پر مارنے میں کسی بیماری یا غیر معمولی اثر کا خطرہ نہیں ہوتا ہے۔ [1]

حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بچے عبدالرحمٰن مکتب میں پڑھتے تھے۔ ایک دن ان کے معلم نے کہا کہ یہ لڑکا بچوں کے ساتھ کھیل کود میں لگا رہتا ہے اور ان کو مارنے کے لئے بچھاڑا، تو عبدالرحمٰن نے یہ شعر سنایا۔

اللہ یَعلمُ انی کنتُ مُعتزلاً   فی دار حسان اصطاد الیعاسیب

(اللہ جانتا ہے کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل کود سے الگ رہ کر حسان کے گھر میں (اپنے گھر میں) شہد کی مکھیوں کی رانی کا شکار کر رہا تھا)

اس زمانہ ہی میں عبدالرحمٰن شاعرانہ ذوق رکھتے تھے۔ جس کا مظاہرہ عام بات چیت میں ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ ان کو بھڑ نے ڈس لیا۔ والد نے پوچھا تم کو کس جانور نے ڈسا ہے؟ انھوں نے جواب دیا۔ طائر کانّہ ثوب حِبَرٍ، (ایک پرندہ جو منقش کپڑے کے مانند تھا) حضرت حسّان نے بچّہ کا یہ جواب سن کر کہا۔ اِبنی۔ وَاللہ۔ قَالَ الشعر (واللہ میرے بچّے نے شعر لکھدیا ہے) [2]

حضرت عمر نے ابو سفیان نامی ایک معلّم کو بادیہ والوں کی تعلیم کے لئے مقرر کیا جو لڑکا پڑھنے میں کوتاہی کرتا تھا۔ اس کو کوڑے سے مارتے تھے، ایک مرتبہ انھوں نے اوس بن خالد طائی کو کئی کوڑے رسید کئے جس کی تکلیف سے اس کی موت ہوئی، اور اس کے قبیلہ کے ایک شخص نے ابو سفیان کو مار ڈالا،

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اولاد میں خالد بن عبداللہ بن عمرو نے بچپن میں قرآن کی تعلیم حاصل نہیں کی تھی، خلیفہ یزید بن عبدالملک نے حکم دیا کہ ان کو مکتب میں داخل کیا جائے تاکہ بچوں کے ساتھ قرآن پڑھیں۔ اس پر ان کو اتنا رنج ہوا کہ مکتب میں جانے کے بعد انتقال کر گئے۔ [3]

---

[1] معالم القربہ فی احکام الحسبۃ، ص۱۷۱، طبع کیمبرج، [2] قصیدۃ الدامغہ، ہمدانی ص۵۵۲،

[3] جمہرۃ نسب قریش واخبارہا ص۸۳، وجمہرۃ انساب العرب ص۸۳،

ابو محمد یزیدی کا بیان ہے کہ میں مامون کا مؤدب و معلم تھا۔ ایک دن میں پہونچا تو وہ اندر تھا، میں نے ایک خادم کو بلانے کے لئے بھیجا، جب نہیں آیا تو دوسرا خادم کو بھیجا پھر بھی نہیں آیا، میں نے کہا کہ یہ لڑکا لغو کاموں میں رہا کرتا ہے، درباریوں نے کہا کہ ہاں آپ کے جانے کے بعد خادموں کو بہت پریشان کرتا ہے، آپ اس کو سزا دے کر سیدھا کریں۔ جب مامون آیا تو میں نے اس کو سات کوڑے رسید کئے، وہ روتا ہوا دونوں آنکھوں کو ملتا رہا، اتنے میں جعفر بن یحییٰ آگئے۔ اور انھوں نے اپنے رومال سے اس کے آنسو پونچھے، کپڑے درست کئے اور اپنی مجلس میں بلاکر بٹھایا اور بہلا پھسلا کر ہنسایا، میں ڈرا کہ میری شکایت کرے گا۔ مگر جعفر بن یحییٰ نے مجھ سے کہا کہ ابو محمد! میں اس واقعہ کو جاننا نہیں چاہتا تھا، چہ جائیکہ ہارون رشید کو اس کی خبر دوں، میں خود ادب کا محتاج ہوں۔ [1]

اس کے بالکل برعکس خلیفہ معتصم نے اپنی اولاد کے مؤدب کو ایک بات پر بڑے مظلومانہ انداز میں مروایا، اس نے اپنے دونوں صاحبزادوں معتز اور مؤید کی تعلیم و تادیب کے لئے مشہور امام لغت وادب یعقوب بن سکیت کو مقرر کیا۔ ایک دن معتصم نے اُن سے پوچھا کہ میرے دونوں لڑکے معتز اور مؤید آپ کے نزدیک زیادہ محبوب ہیں، یا حسن اور حسین؟ ابن سکیت نے جواب دیا کہ حضرت علی کا غلام قنبر ان دونوں سے بہتر ہے۔ یہ سنتے ہی معتصم نے ترکی غلاموں کو بلایا جنھوں نے ابن سکیت کے شکم کو روند کر مار ڈالا۔ (تاریخ الخلفاء ص۲۴۹)

عون بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کے صاحبزادے ایوب کے مؤدب و معلم تھے۔ ایک دن حسب معمول پڑھانے گئے۔ ایوب ان کو دیکھ کر اندر سے باہر نہیں نکلا، اس کے بعد عون بن عبداللہ دو چار دن اس کے یہاں نہیں گئے، اور جب آئے تو ایوب ان کو سخت سست کہنے لگا۔ اس حرکت پر عون بن عبداللہ نے اس کے باپ سلیمان کے پاس جاکر کہا کہ آپ نے ایسے انسان کو میرے ذمہ کر دیا ہے کہ میں آتا ہوں تو غائب

---

[1] تاریخ الخلفاء۔ سیوطی۔ ذکر مامون،

ہو جاتا ہے۔ اور نہیں آتا تو غصّہ کرتا ہے۔ اور اگر میں اس کو نصیحت کرتا ہوں تو مجھکو فضیحت کرتا ہے۔ [1]

خلیفہ عبد الملک بن مروان نے اپنے صاحبزادے ولید کے لاڈ پیار میں بچپن میں مکتب کی تعلیم کے لئے کسی معلم و موؤدب کو مقرر نہیں کیا، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ علم و ادب سے بے بہرہ رہا۔ ایک دن عبد الملک غمگین و متفکر بیٹھا سوچ رہا تھا کہ میں عربوں پر کس کو حکمراں بناؤں، روح بن زنباع موجود تھے۔ انھوں نے کہا کہ امیر المومنین! صاحبزادہ ولید تو موجود ہی ہے عبد الملک نے کہا کہ وہ نحو و ادب سے اچھی طرح واقف نہیں ہے جب اس کی خبر ولید کو ملی تو فوراً نحو و عربیت کے اساتذہ کو جمع کیا اور ایک کمرہ میں ان سے چھ مہینہ تک تعلیم حاصل کرتا رہا۔ اور جب فارغ ہو کر نکلا تو پہلے سے زیادہ جاہل تھا، یہ دیکھکر عبد الملک نے کہا کہ وہ معذور ہے۔ مکتبی تعلیم حاصل نہ کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ولید بن عبد الملک خلیفہ ہونے کے بعد عربی زبان میں فاش غلطیاں کرتا تھا۔ (تاریخ الخلفاء ص۱۶۸)

قرآن کے معلموں اور کاتبوں کا حق المحنت

قرآن کی تعلیم اور اس کی کتابت پر اجرت کے بارے میں

علمائے تابعین و تبع تابعین کے اقوال مختلف ہیں۔ اکثر و بیشتر حضرات اس کو مکروہ قرار دیتے تھے، بعض حضرات نے کہا ہے کہ قرآن اور دین کی تعلیم قربات و عبادات میں شامل ہے جس پر اجرت اور معاوضہ لینا جائز نہیں ہے۔ البتہ بغیر شرط اور بغیر مول بھاؤ کے رقم وغیرہ لینا جائز ہے۔

سلم بن کبیس ابو حسنہ بلا کسی شرط کے لوگوں کیلئے مصاحف لکھتے تھے۔ اگر فراغت کے بعد کچھ مل جاتا تو لے لیتے تھے، ورنہ کسی سے مطالبہ نہیں کرتے تھے۔ [2]

مالک بن دینار بھی مصاحف لکھتے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ میں مصحف لکھ رہا تھا اسی

---

[1] المحبر ص۴۷۵، [2] طبقات ابن سعد ج۷، ص۲۵۲،

حال میں جابر بن زید آگئے اور کہنے لگے کہ تمہارا یہ کام بہت اچھا ہے، یہ کمائی پاک ہے، تم کتاب اللہ کو ورق ورق پر نقل کرتے ہو۔ [۱]

خالد بن ابو الہیاج بہترین خطاط تھے۔ ولید بن عبد الملک کے دربار سے منسلک رہ کر مصاحف اور اخبار لکھتے تھے، انھوں نے مسجدِ نبوی کی قبلہ کی دیوار میں وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا سے آخر قرآن تک سنہری حروف میں لکھا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس کے حسن وخوبی کو دیکھکر خالد بن ابو الہیاج سے ایسا ہی مصحف لکھنے کی خواہش کی، انھوں نے نہایت عمدہ اور خوشخط قرآن لکھا۔ عمر بن عبدالعزیز نے پسند ہونے کے باوجود زیادہ قیمت ہونے پر واپس کر دیا۔ [۲]

معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت عمرؓ نے مدینہ منورہ میں بچوں کی تعلیم کے لئے تین معلم مقرر کئے اور ہر ایک کو ماہ بماہ پندرہ درہم دیتے تھے، اس میں "یَرْزُق" کا لفظ ہے اجرت نہیں ہے، حضرت عثمانؓ ائمہ مساجد، مؤذنوں اور مکاتب کے معلموں کو وظیفہ یا عطیہ دیتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے یزید بن مالک دمشقی اور حارث بن یمجد اشعری کو صحرا میں لوگوں کو دینی تعلیم کے لئے بھیجا وَاَجْرٰى عَلَيْهِمَا رِزْقًا ان دونوں کے لئے رزق جاری کیا۔ یزید بن مالک نے قبول کر لیا اور حارث بن یمجد نے انکار کر دیا۔ جب عمر بن عبدالعزیز کو اس کی اطلاع ہوئی تو کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اندر حارث بن یمجد جیسے لوگوں کو زیادہ پیدا کرے۔ اور یزید بن مالک نے جو کیا ہے ہم اس میں کوئی حرج نہیں پاتے ہیں۔ [۳]

عبد الواحد بن قیس خلیفہ یزید بن عبد الملک کے صاحبزادوں کے معلم ومؤدب تھے۔ وہ یزید بن عبد الملک سے کہا کرتے تھے کہ میں آپ کے بچوں کو قرآن پڑھانے پر کچھ نہیں لیتا ہوں بلکہ دوسرے علوم وفنون کی تعلیم پر تنخواہ لیتا ہوں۔ [۴] محمد بن سیرین کا بیان ہے

---

[۱] مصنف عبد الرزاق ج ۸ ص ۱۱۳، [۲] الفہرست ابن ندیم ص ۱۰، [۳] المحلی ج ۸ ص ۱۹۲،
[۴] المحبر ص ۴۷۶

کہ مدینہ میں ایک معلم کے یہاں دولت مندوں کے لڑکے پڑھتے تھے، وہ لوگ نوروز اور مہرجان کے موقع پر معلم کا حق ادا کرتے تھے۔ [1] امام مالک کے شاگرد سعد بن عبداللہ معافری ابن قاسم کے بچوں کو تعلیم دیتے تھے۔ انھوں نے سعد بن عبداللہ کو ایک مرتبہ ستر دینار عنایت کئے۔ [2] ابوالبیداء اسعد بن عصمہ عرب کے مشہور بدوی فصحاء و شعراء میں سے تھا۔ بصرہ میں آکر پوری عمر بچوں کو اجرت لے کر تعلیم دی، لوگ اس سے زبان وادب اور شعر کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ [3]

ابن وہب کا بیان ہے کہ میں امام مالک کی مجلس میں موجود تھا۔ ان کے پاس مکتب کے ایک معلم نے آکر کہا کہ ابوعبداللہ! میں بچوں کا مؤدب و معلم ہوں، میں تعلیم و تادیب پر اجرت کی شرط لگانا پسند نہیں کرتا، اور لوگوں کا یہ حال ہے کہ مجھے کچھ نہیں دیتے، تعلیم کے علاوہ میرا کوئی مشغلہ نہیں ہے۔ اس لئے بال بچوں کی ضروریات پوری کرنے میں سخت پریشانی ہوتی ہے، اس کی باتیں سن کر امام مالک نے کہا کہ جاؤ تعلیم پر اجرت کی شرط لگاؤ اور پہلے سے معاملہ طے کرلو، معلم کے جانے کے بعد بعض لوگوں نے امام مالک سے کہا کہ ابوعبداللہ! آپ اس شخص کو حکم دیتے ہیں کہ تعلیم پر اجرت کی شرط لگائے؟ امام مالک نے کہا کہ ہاں اگر ایسا نہ ہو تو کون ہمارے بچوں کی اصلاح کرے گا۔ اور کون ان کو ادب سکھائے گا۔

لولا المعلمون ای شیئ کنا نکون نحن [4] اگر معلمین نہ ہوں تو ہم کس کام کے ہوں گے۔

ضحاک بن مزاحم اور عبداللہ بن حارث دونوں حضرات مکتب میں بلا اجرت تعلیم دیتے تھے، ضحاک بن مزاحم کے مکتب میں سیکڑوں بچے پڑھتے تھے۔

بعد میں جب مکاتب کا عام رواج ہوگیا تو شہروں، دیہاتوں، صحراؤں اور قبیلوں میں شخصی اور انفرادی مکتب کھل گئے۔ اور ہر طبقہ نے اپنے اپنے ذوق و ضرورت کے مطابق

---

[1] المحلی ج ۸ ص ۱۹۵، [2] ترتیب المدارک ج ا ص ۳۱۲، [3] الفہرست ص ۶۶، [4] تربیت الاولاد فی الاسلام ج ا ص ۲۶۰

بچوں کی تعلیم اور معلموں اور مؤدبوں کے رزق و اجرت کا انتظام کیا، خلفاء و امراء اور اعیان و اشراف نے ائمۂ علم و فن کی خدمات حاصل کیں، عوام نے اپنے حلقہ کے لکھے پڑھے لوگوں کو مقامی مکتبوں میں رکھا، اور سب نے اپنی اور معلموں کی حیثیت کے مطابق باہمی معاملات طے کئے،

چند مشہور معلمین و مؤدبین اور مکتبین

عبداللہ بن حبیب، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے معلم تھے، حضرت معاویہؓ نے دغفل نسابہ کو اپنے بیٹے یزید کا معلم بنایا تھا۔ امام شعبی اور اسمٰعیل بن عبداللہ بن ابوالمہاجر خلیفہ عبدالملک بن مروان کے لڑکوں کے معلم تھے، عبدالواحد بن قیس خلیفہ یزید بن عبدالملک کے بچوں کو تعلیم دیتے تھے۔ کہتے تھے کہ میں قرآن کی تعلیم پر اجرت نہیں لیتا ہوں بلکہ دوسرے علوم پڑھانے کی اجرت لیتا ہوں۔ امام صالح بن کیسان کو عبدالعزیز بن مروان نے اپنے صاحبزادے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی تعلیم کے لئے مقرر کیا۔ اور جب ولید بن عبدالملک خلیفہ ہوا تو عبدالعزیز بن مروان کو حکم دیا کہ صالح بن کیسان کو میرے یہاں بھیج دو، اور ان کو اپنے لڑکے عبدالعزیز کا معلم بنایا (جو عبدالعزیز بن مروان کا بھانجہ تھا) صالح بن کیسان کے بعد حضرت عمار بن یاسر کے پوتے ابوعبیدہ بن محمد عبدالعزیز مذکور کے مؤدب ہوئے، امام عون بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کے لڑکے ایوب کے مؤدب تھے۔ امام میمون بن مہران، حضرت عمر بن عبدالعزیز کے لڑکوں کے مؤدب تھے، امام محمد بن شہاب زہری، اموی خلفاء کے لڑکوں کے معلم تھے، محدث ابومعاویہ شیبان بن عبدالرحمٰن، داؤد بن علی کے لڑکوں کے مؤدب تھے، امام کسائی امین بن ہارون رشید کے معلم تھے، ضحاک بن مزاحم اور عبداللہ بن حارث دونوں حضرات بچوں کو بلا اجرت کے پڑھاتے تھے، ابوصالح کلبی اپنے طور پر بچوں کو تعلیم دیتے تھے، ابوعبدالرحمٰن سلمی دونوں آنکھوں سے معذور تھے اور بچوں کو پڑھاتے تھے۔ کمیت شاعر کوفہ کی جامع مسجد میں بچوں کو

پڑھاتے تھے، علقمہ بن ابوعلقمہ مولیٰ عائشہ کا ذاتی مکتب تھا جس میں بچوں کو عربیت، نحو اور عروض کی تعلیم دیتے تھے۔ عبیدہ بن حمید نحوی خلیفہ ہارون رشید کے لڑکے محمد کے معلم تھے، ابوسعید محمد بن مسلم مؤدب کو خلیفہ منصور نے اپنے لڑکے مہدی کی تعلیم و تادیب کے لئے مقرر کیا تھا، ان کے بعد سفیان بن حسین کو رکھا، اسحاق بن ابواسرائیل بصرہ میں امام حمّاد بن سلمہ کے دروازے پر مکتب جاری کر کے لڑکوں کی بڑی جماعت کو تعلیم دیتے تھے، حجّاج بن یوسف اور اس کا باپ دونوں امارت سے پہلے طائف میں مکتب جاری کر کے بچوں کو پڑھاتے تھے، اور گھر گھر سے روٹی وصول کرتے تھے، اس زمانہ میں لوگ حجّاج کو کُلیب کے نام سے پکارتے تھے، اموی دور میں امارت پاکر اس کے ظلم و ستم پر ایک شاعر نے کہا۔

اینسیٰ کلیبٌ زمان الهزال وَتعلیمه سُورة الکوثر

کیا کلیب اپنی تنگدستی، لاغری اور سورۂ کوثر پڑھانے کا زمانہ بھول رہا ہے۔

رغیفٌ لهٗ فلکة ما تریٰ وآخر کالقمر الازهر

اس کی کوئی روٹی ردّی خراب اور کوئی چمکتے ہوئے چاند کی طرح صاف ستھری ہوتی تھی،

ان معلّموں اور مؤدبوں کے علاوہ اس دور میں ہر علم و فن کے ماہرین مکتبوں میں تعلیم و تادیب کی خدمت انجام دیتے تھے۔ جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ مزید چند علماء و محدّثین اور مشاہیر علم و فن معلّمینِ مکاتب کے نام یہ ہیں۔ عطاء بن ابی رباح، حسین بن ذکوان المعلّم قبیصہ بن ذویب، سفیان بن حسین المعلّم، حبیب بن ابوبقیہ المعلم مولیٰ معقل بن یسار، عبداللہ بن حارث، ابان بن تغلب، ابوسعید محمد بن ابوالوضاح، یونس حبیب نحوی، ابواسمٰعیل ابراہیم بن سلیمان، ہارون بن موسیٰ الاعور قاری، عمر بن فضل بصری، اسمٰعیل بن جعفر بن ابوکثیر مدنی، حجاج بن محمد الاعور، قاسم بن مخیمرہ ہمدانی، عبدالکریم بن امیّہ بن ابوالمخارق، سلمہ بن فضل انصاری ابرش، علقمہ بن ابوعلقمہ مدنی۔ منذر بن افطس صنعانی، حسن بن عرفہ، عبدالرحمٰن بن ہرمز، شیبہ بن نصاح، ابوعبداللہ المعلّم، میمون

بن ابو شراعہ، قیس بن سعد، ابو عبید قاسم بن سلام، عبید المکتب، عبدالرحمٰن بن عبید المکتب عبدالحمید کاتب بنی امیہ، [1]

بادیہ اور صحراء کے فصحاء و بلغاء اور بادیہ و شعراء بھی اپنے بوادی اور شہروں میں مکتب قائم کر کے ادب و عربیت اور شعر کی تعلیم دیتے تھے ابو البیداء اسعد بن عصمہ اعرابی نے بصرہ میں آکر ناحیات بچوں کو اجرت پر شعر و ادب کی تعلیم دی، ابو مالک عمرو بن کرکرہ اعرابی بادیہ میں بچوں کو تعلیم دیتا تھا اور شہر میں آکر اجرت پر کتابیں نقل کرتا تھا۔ ابو العمیثل عبداللہ بن خلید اعرابی خراسان میں عبداللہ بن طاہر کے بچوں کی تعلیم و تادیب پر مقرر تھا، [2]

عیسیٰ بن عمر نحوی کا بیان ہے کہ ذوالرمہ شاعر نے اپنے اشعار مجھ سے لکھوائے، اور درمیان میں کہتا تھا کہ فلاں فلاں حرف درست کرو، میں نے کہا کہ تم تو لکھنا نہیں جانتے ہو۔ میری اصلاح کیسے کرتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں ہمارے یہاں بادیہ میں تمہارے ایک عراقی معلم نے آکر ہمارے بچوں کو لکھنا سکھایا، میں چاندنی راتوں میں اس کے ساتھ نکل جاتا تھا اور وہ میرے لئے ریت پر لکھتا تھا اس طرح میں نے لکھنا سیکھ لیا۔ ذوالرمہ نے اپنے شعر میں اونٹنی کی آنکھ کو میم سے تشبیہ دی ہے۔ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تم نے میم کو کیسے جانا۔ اس نے بتایا کہ میں ایک مرتبہ بادیہ سے شہر میں آیا۔ دیکھا کہ بچے ایک کھیل کھیل رہے ہیں اور اس میں ایک تنگ دہانے کا گڑھا کھودا ہے۔ ایک لڑکے نے کہا کہ یہ تنگ ہے اور میم معلوم ہوتا ہے۔ اس پر دوسرے لڑکے نے اس کے اندر منہ سے پھونکا جس سے اس کا منہ چوڑا ہو گیا۔ اس سے مجھے میم کی ہیئت معلوم ہوئی۔ [3]

آخر میں مکتبی فیضان کی ایک داستان سنتے جائیے۔ قاضی شریک بن عبداللہ النخعی متوفی ۱۷۷ھ رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ قاضی مستنیر بن عمرو نخعی کی مجلس میں گئے۔ قاضی مستنیر

---

[1] کتاب المحبر ص۴۷۶ تا ص۴۷۸، وکتاب المعارف ص۲۳۸ و ص۲۳۹، [2] الفہرست ص۶۶، ص۷۲،
[3] المزہر ج ۲ ص۳۴۹ و ص۳۵۰،

نے پوچھا ابو عبد اللہ! آپ کی تعلیم و تربیت کا انتظام کس نے کیا ہے؟ قاضی شریک نے جواب دیا کہ خود میرے نفس نے میری تعلیم و تربیت کا انتظام کیا ہے۔ میں بخارا میں پیدا ہوا، ایک چچا زاد بھائی نے مقام نہر صرصر میں پہونچا دیا۔ جہاں میرے چچا وغیرہ رہتے تھے، وہاں میں ایک مکتب کے معلم کے پاس بیٹھنے لگا جس سے قرآن پڑھنے کا شوق ہوا، اور قرآن پڑھکر میں نے چچا سے کہا کہ جو خرچہ آپ مجھے یہاں دیتے ہیں۔ اس کو کوفہ میں جاری رکھیں، میں وہاں جاکر حدیث کی تعلیم حاصل کروں گا، کوفہ پہونچکر میں نے خشت پزی شروع کردی، اینٹ فروخت کرکے کاغذ وغیرہ خریدتا تھا اور حدیث لکھتا تھا، اس کے بعد فقہ کی تعلیم حاصل کی اس کی بدولت آج میں جس مقام پر ہوں، آپ دیکھ رہے ہیں۔[1]

مکتب کے اصول و ضوابط

بچوں کے مکاتب کی افادیت و اہمیت نے بہت جلد آفاقیت اختیار کرلی، اور پورے عالم اسلام میں مسجدوں اور دوسری جگہوں میں مکتب کھولے گئے۔ ہر زمانہ اور ہر مقام میں اس کا انتظام و اہتمام کیا گیا اور آج بھی جب کہ بڑے بڑے دینی مدارس جاری ہیں مکاتب کی اہمیت و افادیت برقرار ہے، مسلمانوں کی تقریباً ہر چھوٹی بڑی بستی میں ان کا سلسلہ جاری ہے۔ گذشتہ دور میں امراء و سلاطین نے مسجدوں، مدرسوں اور خانقاہوں کی طرح مکتبوں کا بھی انتظام کیا اور ان کے لئے اصول و قواعد مقرر کئے، اور ان مکاتب کو محکمۂ احتساب کی نگرانی میں رکھا، علامہ محمد بن محمد بن احمد المعروف بہ ابن الاخوہ قرشی شافعیؒ نے معالم القربہ فی احکام الحسبہ کے چھیالیسویں باب میں الحسبۃ علی مؤدبی الصبیان کے ذیل میں مکتبوں کے اصول و ضوابط یوں بیان کئے ہیں۔

بچوں کو دینی تعلیم و تربیت دینا افضل معاش ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم لوگوں میں سب سے اچھا وہ شخص ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے اس لئے مکتب کے معلم و

---

[1] تاریخ بغداد ج ۹ صـ ۲۸۰

مؤدب کے لئے ضروری ہے کہ صلاح وتقویٰ، عفت وعصمت اور امانت ودیانت کے اوصاف کے ساتھ حافظ قرآن، خوشخط، حساب داں، اور شادی شدہ ہو، محتسب کو چاہئے کہ غیر شادی شدہ کو بچوں کے لئے مکتب کھولنے کی اجازت نہ دے، الاّ یہ کہ وہ سن رسیدہ اور دینداری ونیکی میں مشہور ہو، اس کے باوجود محتسب خود تزکیہ مرضیہ کرکے مطمئن ہوجائے۔

معلّم کو چاہئے کہ چھوٹے بچوں کے ساتھ نرمی سے پیش آئے۔ جب بچے اچھی طرح حروف شناسی اور ان کے مخارج سے واقف ہوجائیں تو قرآن کی چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھائے اس کے بعد بتدریج بڑی بڑی سورتوں کی تعلیم دے۔ اس طرح بچے طبعی طور سے مانوس ہوکر شوق سے خود پڑھنے لگیں گے۔

قرآن کی تعلیم مکمل ہونے کے بعد اسلام کے بنیادی عقائد کی تعلیم دے، پھر حساب اور لکھنے کی مشق کرائے۔ معلّم بچوں کی تختی پر خود خوشخط لکھ کر اسی طرح لکھنے کی تاکید کرے، زبانی بول کر املاء لکھائے۔ کتاب سے نقل نہ کرائے۔ بعد میں خوشخطی اور املاء کی تختی بچوں سے منگا کر دیکھے اور اصلاح دے،

اسی طرح معلّم کے لئے ضروری ہے کہ جس بچہ کی عمر سات سال کی ہوجائے اس کو نماز باجماعت کا حکم دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم لوگ اپنے بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز سکھاؤ، نیز معلّم بچوں کے اخلاق وعادات پر کڑی نظر رکھے، والدین کے ساتھ حسن سلوک، ان کی فرماں برداری اور ان کو سلام کرنے کی تاکید کرے، بے ادبی، فحش کلامی، غیر شرعی کھیل کود، اور مخرب اخلاق حرکتوں پر سزا دے، ایسی مار نہ مارے کہ ہڈی ٹوٹ جائے اور نہ ایسی مار مارے کہ جسمانی تکلیف کا احساس نہ ہو۔ کوڑے کا چمڑا چوڑا ہو۔ ہاتھ، پنڈلی اور ران پر مارنے میں مرض یا ضرب شدید کا خطرہ نہیں ہے۔

معلّم کسی بچہ سے ایسا ذاتی کام نہ لے جس میں اس کے والدین شرم اور عار محسوس کریں۔ جیسے کوڑا کرکٹ اور مٹی پتھر وغیرہ اٹھوانا، بچہ کو اپنے خالی مکان میں نہ بھیجے تاکہ تہمت

سے محفوظ رہے، اگر کوئی عورت خط وغیرہ لکھنے کے لئے کسی بچہ کو بلانے کے لئے آدمی بھیجے۔ تو اس کے ساتھ بچہ کو نہ بھیجے، راستہ میں لُچے لفنگے بچہ کو بہکا سکتے ہیں۔ جو شخص صبح و شام بچوں کو گھر سے مکتب اور مکتب سے گھر پہونچاتا ہے۔ وہ ثقہ، امین اور متاہل ہو، وہ زنان خانہ میں آتا جاتا ہے اور اندرونی باتوں سے واقف ہوتا ہے۔ اس لئے احتیاط کی ضرورت ہے۔

معلم کے ذمہ یہ بھی ہے کہ بچوں کو مخرب اخلاق اور فحش اشعار سننے یاد کرنے، اور لکھنے سے شدت کے ساتھ منع کرے،

(معالم القربہ فی احکام الحسبہ ص ۱۷۱ و ص ۱۷۲، طبع کیمبرج ۱۹۳۸ء)

مدینہ منورہ کی

دینی و علمی اور ادبی مجلسیں

حضرات صحابہ و تابعین کی عام تعلیمی و تدریسی مجالس و حلقات کے علاوہ مختلف اوقات و مقامات میں ان کی خصوصی مجلسیں اور حلقے بھی قائم ہوتے تھے، جن میں ہم ذوق اہل علم مختلف علوم و فنون اور حالات و معاملات پر بحث و مذاکرہ کرتے تھے، اور اس کا محور دین ہوتا تھا، کتاب و سنت، فقہ و فتویٰ، سیر و مغازی شعر و ادب اور ایام عرب ان کے خاص اور دلچسپ موضوعات تھے، مدینہ عجمی افکار و خیالات سے پاک تھا، کوفہ، بصرہ کی طرح یہاں فکری و ذہنی فتنے نہیں تھے۔ اہل مدینہ کا مزاج سراسر دینی و مذہبی تھا۔ اسی کے ساتھ ان میں شرعی حدود کے جمالیاتی ذوق، تفننِ طبع زندگی اور زندہ دلی پائی جاتی تھی، اس لئے ان کی یہ مجلسیں بڑی نظیف و لطیف، بابرکت اور دلکش ہوتی تھیں، رفاہیت اور خوش حالی کا دور شروع ہو چکا تھا، بڑی حد تک زندگی کا معیار بلند ہو گیا تھا، ارباب جاہ و حشم کی داد و دہش، سخاوت مروّت، اور فتوحات کی وجہ سے ذہنی و طبعی سکون تھا، اور ہر موضوع پر کھل کر بات چیت ہوتی تھی۔

یہ مجلسیں عام طور سے مسجدِ نبوی کے مختلف حصوں میں مختلف اوقات میں منعقد ہوتی تھیں اس کے علاوہ مدینہ کے عوالی و اطراف میں بھی ان کا انعقاد ہوتا تھا، خاص طور سے وادئ عقیق کے قصور و محلات میں علمی و ادبی مجلسیں کئی کئی دن تک جمی رہتی تھیں۔ یہاں کے حسین و جمیل

قدرتی مناظر شعراء، ادباء اور اہل ذوق کے لئے جاذب قلب ونظر تھے۔ اس فرحت افزا صحت بخش اور دلکش علاقہ میں سیر وتفریح، دعوت ومدارات اور مجلسی بحث ومذاکرہ میں وہ خوش وقت رہا کرتے تھے۔

اس وقت تک امالی، مجالس، نوادر اور تعلیقات کے جمع وترتیب کا رواج نہیں ہوا تھا، اس لئے مدینہ اور وادی عقیق وغیرہ کی مجالس کے دینی، علمی، ادبی، لسانی، اور شعری شہ پارے کتابوں میں بہت کم ملتے ہیں۔ زبیر بن بکار کی کتاب نوادر المدنیین اور کتاب العقیق واخبارہا، اور ابو علی ہارون بن زکریا ہجری کی کتاب العقیق واخبارہا اور کتاب النوادر والتعلیقات۔ (معلوم ہوا ہے کہ چھپ گئی ہے) میں ان مجلسوں کے نوادر رہے ہوں گے مگر یہ کتابیں ناپید ہیں، ابو الفرج اصفہانی کی کتاب الاغانی اور ابو علی قالی کی کتاب الامالی وغیرہ میں مدینہ کے شعراء وادباء کے کچھ نوادر ملتے ہیں۔

ذیل میں مدینہ منورہ اور وادی عقیق کی چند مجلسوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

مجلس القلادہ

عہد صحابہ وتابعین میں مدینہ منورہ میں علمی ودینی مجلسیں منعقد ہوتی تھیں جن میں مختلف موضوعات پر کھل کر گفتگو ہوتی تھی، اور ان میں شریک ہونے والے علماء، فقہاء، محدثین، اور اعیان واشراف اظہار رائے کرتے تھے، بعض اوقات مسائل حاضرہ اور وقتی سیاست پر بھی بحث ہوتی تھی، یہ مجلسیں مسجد نبوی کے مختلف حصوں اور گوشوں میں عام طور سے رات میں نماز عشاء کے بعد منعقد ہوتی تھیں۔ اُن کے علاوہ شہر کے مختلف مقامات پر ہم ذوق اہل علم وادب کی مستقل نشست ہوتی تھی۔ جس میں حدیث، تفسیر، فقہ، مغازی، شعر وادب پر مذاکرہ ہوتا تھا۔

ان ہی مجلسوں میں ایک مجلس القلادہ تھی، جو مسجد نبوی کے اسطوانۂ وفود کے پاس ہر رات عشاء کے بعد جمتی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرب کے مختلف قبائل کے وفود آتے تو آپ اسی ستون کے پاس ان کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے، یہ حجرہ مبارکہ سے متصل ستون

محرس کے بعد دوسرا ستون ہے۔ اسی کے پاس مجلس القلادہ منعقد ہوتی تھی۔

مدینہ منورہ کے ہر مورخ نے اس مجلس کا شاندار طریقہ پر ذکر کیا ہے مقدیم ترین مؤرخ محمد بن حسن بن زبالہ مخزومی مدنی نے ۱۹۹ھ میں تاریخ المدینہ تصنیف کی، اس میں لکھا

وانہ المجلس الذی یقال لہ مجلس القلادۃ وکان یجلس فیہ سروات الناس قدیما،	اسی مجلس کو مجلس القلادہ کہا جاتا تھا پہلے زمانہ میں اس میں نامی گرامی حضرات بیٹھا کرتے تھے۔

علامہ سمہودی نے وفاء الوفاء میں بیان کیا ہے۔

وکانت تعرف ایضاً مجلس القلادۃ ویجلس الیہا سروات الصحابۃ و افاضلہم رضوان اللہ علیہم۔	یہ مجلس القلادہ کے نام سے مشہور تھی۔ اس میں طبقہ صحابہ کے علماء وفضلاء اور سربرآوردہ حضرات شریک ہوتے تھے۔

اور صاحب قاموس علامہ مجدالدین نے المغانم المطابہ میں لکھا ہے۔

وانما سمی القلادۃ لشرف من کان یجلس الیہا من بنی ھاشم وغیرھم[1]	اس میں بنو ہاشم وغیرہ کے اعیان واشراف کے شریک ہونے کی وجہ سے اس کو قلادہ کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔

✻ ✻ ✻ ✻ ✻

اس میں اجلّہ صحابہ وتابعین، قریش کے اعیان واشراف، انصار اور مہاجرین کے سربرآوردہ حضرات پابندی سے شریک ہوتے تھے، اور مدینہ منورہ کے دینی وعلمی یواقیت وجواہر کا یہ حلقہ اس کے گلے کا ہار تھا۔ محمد بن حبیب بغدادی نے کتاب المنمق میں اس کو یوں بیان کیا ہے۔

وکان ذلک المجلس یسمّی مجلس القلادۃ یشبہ بالقلادۃ المنظومۃ	یہ مجلس اپنے حسن وجمال اور اہل عز وشرف شرکاء کی وجہ سے موتیوں سے گندھے ہوئے ہار کے مانند تھی

---

[1] وفاء الوفاء ج ۱ ص ۴۴۹ و ص ۴۵۰۔

بالجوھر لحسنہ وجمالہ وشرف اھلہ[1] اسی لئے اس کا نام مجلس القلادہ پڑ گیا،

اس کے شرکاء میں چند حضرات کے نام یہ ہیں (۱) حضرت عبداللہ بن عباس (۲) حضرت حسن بن علی، (۳) حضرت عبید اللہ بن عدی بن خیار (۴) حضرت عبدالرحمن بن عبداللہ بن ابوربیعہ مخزومی (۵) حضرت ابو یسار بن عبدالرحمن بن عبید اللہ (۶) حضرت موسیٰ بن طلحہ بن عبید اللہ، (۷) حضرت عبدالرحمن بن عبد قاری رضی اللہ عنہم۔ ان کے علاوہ بنو ہاشم، بنو امیہ، انصار، مہاجرین وغیرہ کے اہل علم وفضل اور اعیان واشراف ہر رات اس میں پابندی سے شریک ہو کر مختلف امور ومسائل پر بحث ومذاکرہ کیا کرتے تھے، مذکورہ بالا شرکاء مجلس کے ناموں سے اس کی عظمت واہمیت اور افادیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

حضرت معاویہؓ بھی قیام مدینہ کے زمانہ میں پابندی سے اس میں شریک ہوتے تھے، اور اس کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ ملک شام جانے کے بعد اس مجلس کی یاد ان کو ستاتی تھی، اور جب کوئی شخص مدینہ سے ان کے پاس جاتا تو اس کے بارے میں معلومات حاصل کرتے اور کہتے تھے۔

لن تبرح المدینۃ عامرۃ مادام مجلس القلادۃ۔ جب تک مجلس قلادہ برپا رہے گی مدینہ آباد رہے گا۔

اس مجلس کے علمی، دینی، ادبی شہ پارے اور نوادرات یکجا نہیں ملتے ہیں۔ صرف محمد بن حبیب بغدادی متوفی ۲۴۵ھ نے دو واقعات بیان کئے ہیں۔ ہم ان کو بیان کرتے ہیں۔ اس مجلس کے حاضر باش لوگوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ایک بزرگ محمد بن عبداللہ بن ابو عتیق محمد بن عبدالرحمن بن ابوبکر صدیق بھی تھے۔ جو ابن ابو عتیق کی کنیت سے مشہور تھے۔ ان کے ذمہ ایک تاجر کا چھ ہزار درہم قرضہ تھا، تاجر نے تقاضا کیا تو ابن ابو عتیق نے اس سے کہا کہ فی الحال قرضہ کی ادائیگی کا انتظام نہیں ہے البتہ تم کو ایک ترکیب بتاتا ہوں۔ جس سے میں قرضہ سے سبکدوش ہو سکتا ہوں

---

[1] کتاب المنمق ص ۴۲۵،

میں جب مجلسِ قلادہ میں جاکر بیٹھوں تو تم میرے پاس آکر مجھ سے بنی عبد مناف والوں کے بارے میں سوال کرنا۔

اس گفتگو کے بعد ابن ابوعتیق رات کو مجلس قلادہ میں جاکر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ وہ تاجر بھی طے شدہ بات کے مطابق وہاں آکر بیٹھ گیا، اور ابن ابوعتیق سے کہا کہ ابو محمد! آپ مجھے خاندانِ بنو عبد مناف کے بارے میں کچھ باتیں بتائیے، انھوں نے بتایا کہ بنو عبد مناف کی شاخ آلِ حرب نے شرک کیا تو دوسرے لوگوں نے بھی شرک کیا، اور جب آل حرب نے اسلام قبول کیا تو دوسرے لوگ بھی مسلمان ہو گئے، تاجر نے پوچھا کہ اس کے بعد اس خاندان کے دیگر افراد کیسے ہیں؟ ابن ابوعتیق نے کہا کہ بنو عاص میں شہداء اور اشراف سب سے زیادہ ہیں، تاجر نے یہ سن کر کہا کہ سبحان اللہ، اس صورت میں آپ بنو عبد المطلب کو کس درجہ پر رکھیں گے، ابن ابوعتیق نے غصہ کے انداز میں تاجر سے کہا۔

یا احمق! انما سالتنی عن بیوتِ الآدمیین و لو سألتنی عن وجوہ الملائکۃِ لاخبرتُکَ عن بنی عبد المطلب، فیھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و فیھم اسد اللہ، وفیھم الطیار فی الجنۃ، ※	ارے احمق! تو نے آدمیوں کے گھرانے کے متعلق پوچھا تھا۔ اگر معزز و مقرب ملائکہ کے متعلق مجھ سے دریافت کرتا تو میں تم کو خاندانِ عبد المطلب کے بارے میں بتاتا کہ ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور حضرت حمزہ اسد اللہ ہیں۔ اور جعفر طیار ہیں۔ ※

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ابن ابوعتیق کی زبان سے یہ الفاظ سنتے ہی کہا کہ ابو محمد! میں تم کو قسم دے کر کہتا ہوں کہ کوئی حاجت ہو تو مجھ سے بیان کرو، ابن ابوعتیق نے کہا کہ ہاں اس شخص کا چھ ہزار درہم میرے ذمہ باقی ہے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا۔

قد تضاہا اللہ عنک، ھی علینا دونک۔ ※ ※ ※	اللہ تعالیٰ نے یہ قرضہ تمہاری طرف سے ادا کر دیا وہ ہمارے ذمہ ہے۔

حسب معمول ایک رات یارانِ باصفا مجلسِ قلادہ میں مختلف موضوعات پر باتیں کر رہے تھے۔ اسی درمیان حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اوصاف و کمالات کا تذکرہ ہونے لگا اور عبید اللہ بن عدی بن خیار نے کہا کہ بلاغت و تفقہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسا میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ یہ سن کر ابو یسار بن عبد الرحمٰن نے ان سے کہا کہ گویا آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھا ہے۔ خدا کی قسم معاویہ کی ذات اور قلب کو انسان ہی پہچان سکتا ہے۔ مجلس میں عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر بھی موجود تھے۔ انھوں نے ابو یسار سے کہا کہ گویا آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عدل و انصاف اور کمالات کو نہیں دیکھا۔ عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن ابو ربیعہ نے ان باتوں کو سن کر کہا کہ آپ لوگ صرف مہاجرین میں فضیلت و بزرگی دیکھ رہے ہیں۔ ان میں اسلام کے علاوہ اور کون سی خاص بات ہے؟ کیا آپ لوگوں نے حارث بن ہشام کو نہیں دیکھا ہے؟ اس پر موسیٰ بن طلحہ نے کہا کہ اس مجلس میں آپ حارث بن ہشام وغیرہ کا ذکر مہاجرین کے ساتھ کر رہے ہیں حالانکہ وہ مہاجرین کے غلام تھے جنھوں نے ان کو اپنے قبضہ میں لینے کے بعد آزاد کر دیا،

اس بحث و تکرار نے اتنا طول پکڑا کہ عبد الرحمٰن اور موسیٰ آپس میں الجھ پڑے اور حاضرین نے بیچ بچاؤ کر کے اس وقت معاملہ رفع دفع کر دیا، مگر عبد الرحمٰن نے کہا کہ میں اس بات کو امیر مدینہ مروان بن حکم سے بیان کر کے کہوں گا کہ موسیٰ نے آپ کو اور معاویہ کو غلام بتایا ہے۔ یہ سن کر موسیٰ کو مروان کی سخت گیری سے خطرہ محسوس ہوا۔ اور اسی وقت مجلس سے اٹھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پہونچے، وہ موسیٰ کی خالہ تھیں، خادمہ بریرہ نے دروازہ کھولا۔ معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ سو گئی ہیں اس لئے موسیٰ کچھ کہے سنے بغیر واپس چلے گئے۔

اِدھر عبد الرحمٰن نے رات ہی میں مروان کو سارا واقعہ سنا دیا تھا۔ مروان صبح کی نماز کے بعد منبر پر بیٹھا اور کہا کہ وہ شخص کہاں ہے جو کہتا ہے کہ امیر المؤمنین آزاد کردہ غلام ہیں اس کے بعد طرح طرح کی دھمکی دی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حجرہ کے اندر مصلیٰ پر بیٹھی ہوئی مروان کی باتیں

سن رہی تھیں، ان کا معمول تھا کہ طلوع آفتاب سے پہلے کسی سے بات چیت نہیں کرتی تھیں۔ دن نکلنے کے بعد بریرہ سے پوچھا کہ کیا بات ہے، مروان کیا کہہ رہا ہے؟ موسیٰ وہیں موجود تھے۔ فوراً سامنے جاکر بتایا کہ مروان مجھ کو یہ سب باتیں سنارہا ہے۔ پھر رات کی مجلس کا پورا واقعہ بیان کیا۔ حضرت عائشہ رضؓ نے تمام ماجرا سن کر فرمایا کہ افسوس مروان اس حقیقت کا انکار کررہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عفو وکرم نے فتح مکہ کے موقع پر ان لوگوں کو اپنی پناہ میں لینے کے بعد ان کی جان ان ہی کو ہبہ کردی، اس وقت حضرت عائشہ کی آواز کچھ تیز ہوگئی تھی۔

اس کے بعد موسیٰ سے کہا کہ تم اپنے مکان چلے جاؤ، موسیٰ نے کہا کہ مروان کی طرف سے مجھے خطرہ ہے، حضرت عائشہ رضؓ نے کہا کہ کیا مروان میں اتنی ہمت ہے کہ تم کو تکلیف پہونچا سکے؟ یہ سن کر موسیٰ اپنے گھر چلے گئے

اس کے بعد مروان نے حضرت عائشہ رضؓ کی تمام باتیں حضرت معاویہ رضؓ کے پاس لکھیں، حضرت معاویہ رضؓ نے مروان کا خط پڑھکر کہا

فسد۔ واللہ۔ مجلس القلادۃ،	واللہ مجلس قلادہ اُجڑ گئی، تف ہے
لعن اللہ مروان۔	مروان پر۔

اور مروان کو لکھا کہ تم پر، تمہارے خطبہ پر، اور منبر رسول پر، بیٹھنے پر تف ہے۔ اس خط کے بعد اس معاملہ میں کوئی گفتگو نہ کرنا اور نہ ہی کسی قسم کی کارروائی کرنا، اس واقعہ کی رات میں لوگ مجلس قلادہ سے نکلے تو پھر اس میں نہیں گئے اور یہ مجلس ہمیشہ کیلئے ختم ہوگئی[1]

محمد بن حبیب کے بیان کردہ پہلے واقعہ میں حضرت حسن کے جود وسخا اور حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کی اولاد پر ان کے احسان وترحم کی طرف اشارہ ہے اور دوسرے واقعہ سے حضرت معاویہ اور بنو امیہ کی تحقیر معلوم ہوتی ہے۔ اس میں خاص ذہنیت کام کرتی ہے۔

---

[1] کتاب المنمق ص۴۴۵ تا ص۴۴۹، حیدرآباد،

مجلس فقہائے سبعہ

مدینہ منورہ کے فقہائے سبعہ کی "المجلس الفقہی" مسجد نبوی میں منعقد ہوتی تھی یہ مجلس ان حضرات کی تدریسی و تعلیمی مجلسوں کے علاوہ حوادث و نوازل میں بحث و مذاکرہ اور غور و فکر کے لئے منعقد ہوتی تھی۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا فقہی مسلک ان کے تلامذہ نے مدینہ میں عام کیا جن میں فقہائے سبعہ (سات فقہاء) خاص شہرت کے مالک ہیں۔ ایک شاعر نے کہا ہے۔

اذا قیل مَن فی العلم سبعة ابحر روایتهم لیست عن العلم خَارجه

فقل هم عُبیدالله، عروة، قاسم سعید، ابوبکر، سلیمان، خَارجه

یعنی عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود متوفی ۹۸ھ، عروہ بن زبیر بن عوام متوفی ۹۴ھ قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق متوفی ۱۰۶ھ، سعید بن مسیب متوفی ۹۴ھ، ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام متوفی ۹۴ھ، سلیمان بن یسار ہلالی متوفی ۱۰۷ھ، خارجہ بن زید بن ثابت متوفی ۱۰۰ھ۔ ابن رشیق قیروانی نے "العمدہ فی محاسن الشعر ونقدہ" میں فقہاء کے اشعار نقل کئے ہیں، اسی سلسلہ میں لکھا ہے کہ قبیلہ ہذیل کی ایک حسین و جمیل عورت مدینہ آئی اور جمالیات پسند ارباب ذوق اس کو شادی پیغام دینے لگے، فقہائے سبعہ میں سے عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے از راہ تفنن و زندہ دلی اس عورت کے بارے میں یہ اشعار کہے اور المجلس الفقہی کے ارکان کے نام ان میں جمع کئے ہیں:

احبّكِ حُبًّا لو علمتِ ببعضهِ لجُدتِ ولم يصعب عليكِ شديدُ

وحسبكِ يا امّ الوليد مولهي شهيدي ابوبكر فنِعمَ شهيدُ

ويعلم وجدي قاسم بن محمد وعروة ما اخفي بكم، وسعيدُ

ويعلم ما القى سليمان علمه وخارجة يُبدي بنا ويعيدُ

متى تسألي عمّا اقول تخبّري فلله عندي طارف وتليدُ

اس کے بعد ابن رشیق نے ان چھ حضرات کے نام درج کر کے لکھا ہے کہ ساتویں یہی

شاعر عبید اللہ بن عبد اللہ ہیں۔ یہی حضرات فقہائے مدینہ ہیں۔ [1]

بعض اہل علم نے سالم بن عبد اللہ بن عمر کو ان میں شمار کیا ہے۔ یہ مجلس مسجد نبوی میں خاص خاص مسائل کے بارے میں منعقد ہوتی تھی اور ان میں کتاب و سنت، تعامل صحابہ اور سنتِ ماضیہ کی روشنی میں غور کر کے متفقہ فتویٰ دیا جاتا تھا۔ اور اسی کے مطابق مدینہ کے قاضی فیصلہ صادر کرتے تھے، حضرت عبد اللہ بن مبارک کا بیان ہے۔

کان فقهاء المدينة سبعة، وکانوا اذا جاء تهم المسئلة دخلوا فيها جميعًا، فنظروا فيها، ولا يقضي القاضي حتى يرجع اليهم فينظرون فيها فيصدرون، [2]

فقہائے مدینہ سات تھے، ان حضرات کے پاس جب کوئی مسئلہ آتا تو سب جمع ہو کر اس کے بارے میں غور و فکر کرتے اور قاضی کوئی فیصلہ نہیں کرتا تھا یہاں تک کہ ان کی طرف رجوع کرتا تھا اور وہ حضرات اس میں غور کر کے فیصلہ و فتویٰ صادر کرتے تھے۔

جیسا کہ بیان کیا گیا یہ فقہی مجلس عام طور سے مسجد نبوی میں منعقد ہوتی تھی۔ اور بعض اوقات حسب ضرورت دوسرے مقامات پر بھی اس کا انعقاد ہوتا تھا، یہ اجتہاد و اجماع کی ابتدائی شکل تھی،

مجلسِ اصحابِ شوریٰ

فقہائے سبعہ اور مدینہ کے دوسرے علماء و فقہاء اور اہل الرائے حضرات خلافت و امارت کے معاملات بھی طے کرتے تھے اور امراء و اعیان کے یہاں ان کی مجلس مشاورت منعقد ہوتی تھی جس کی حیثیت مجلسِ شوریٰ کی تھی،

حضرت عمر بن عبد العزیز خلیفہ ولید بن عبد الملک کی طرف سے مدینہ منورہ کے امیر بنائے گئے تو یہاں آتے ہی مسجد نبوی میں نماز ظہر کے بعد شہر کے ان دس فقہاء و علماء کو جمع کیا، عروہ بن زبیر، عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود، ابو بکر بن عبد الرحمٰن بن حارث

---

[1] العبر ج ا ص ۲۶،۲۵ ، [2] تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۴۳۷ و سیر اعلام النبلاء، ذکر سالم بن عبد اللہ،

ابوبکر بن سلیمان بن ابوحثمہ، سلیمان بن یسار، قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق، سالم بن عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عامر بن ربیعہ، خارجہ بن زید بن ثابت رحمۃ اللہ علیہم،

اوران حضرات کے سامنے حمد وصلوٰۃ کے بعد مختصر سا خطبہ دے کر کہا،

انّی دعوتکم لامرٍ توجرون علیہ و تکونون فیہ اعوانًا علی الحق، ما ارید ان اقطع امرًا الاّ برائکم، او برأی من حضر منکم، فان رأیتم احدًا یتعدّیٰ او بلغکم عن عاملٍ لی ظلامۃ فأُحَرِّجُ باللہ علیٰ احدٍ بلغہ ذالک الاّ بلّغنی فجزوہ خیرًا وافترقوا، [1]

میں نے آپ لوگوں کو ایسے امر کے لئے دعوت دی ہے جس میں آپ کیلئے اجر وثواب ہے، اور آپ حق کے اعوان وانصار ہوں گے، میں نہیں چاہتا کہ آپ سب کی رائے یا آپ میں سے جو حاضر ہو اس کی رائے کے بغیر کسی بات کا قطعی فیصلہ کروں، اگر آپ کسی کو حدودِ شرع سے گذرتے ہوئے دیکھیں، یا میرے کسی عامل کی طرف سے ظلم وزیادتی کی خبر پہونچے تو میں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ جس کو اسکی اطلاع ہو مجھے خبر دے، یہ سنکر تمام حضرات جزاک اللہ کہکر اٹھ گئے،

٭ ٭ ٭ ٭ ٭

٭ ٭ ٭ ٭

یہ ابن سعد کی روایت ہے، ابوحنیفہ دینوری نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے دس فضلاء کو بلایا، اوران حضرات میں سے عروہ بن زبیر، عبیداللہ بن عتبہ، ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث، ابوبکر بن سلیمان بن ابوحثمہ، سلیمان بن یسار، قاسم بن محمد بن ابوبکر، سالم بن عبداللہ کے نام درج کئے ہیں، جب یہ حضرات جمع ہو گئے تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ان سے فرمایا،

اعلموا انی لستُ اقطع امرًا الاّ برائکم ومشورتکم فاشیروا علیّ۔

آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں آپ کی رائے مشورہ کے بغیر کسی بات کا قطعی حکم نہیں کرسکتا۔ اس لئے مجھے مشورہ دیتے رہیں۔

اس پر ان حضرات نے کہا۔

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۳۳۴،

نفعل ایہا الامیر، جزیت علی ماتنوی خیر ماجزی مو ثر لمرضاۃ ربہ، ثم خرجوا۔ [1]

اے امیر! ہم ایسا ہی کریں گے، اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین جزا دے یہ کہکر وہ لوگ چلے گئے۔

* * * * *

حضرت عمر بن عبد العزیز ۸۶ھ کے آخر یا ۸۷ھ کی ابتدا میں امیر مدینہ بنکر آئے اور ۹۳ھ تک اسی عہدہ پر رہے، اور اس سات سالہ مدت میں ان کے ہر قسم کے امور و معاملات فقہائے مدینہ کے مشورہ اور صوابدید سے انجام پاتے رہے، ایک مثال ملاحظہ ہو۔

۹۱ھ میں خلیفہ ولید کے حکم سے عمر بن عبد العزیز نے مسجد نبوی کی تعمیر و توسیع کی، اس سے پہلے حضرت عثمانؓ کی توسیع میں مسجد کے حدود مشتبہ ہو گئے تھے، اس لئے حضرت عمر بن عبد العزیز نے قاسم بن محمد، سالم بن عبد اللہ، نافع بن جبیر، عبید اللہ بن عبد اللہ، عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ، خارجہ بن زید بن ثابت کو بلایا اور ان لوگوں نے عہد رسالت کی مسجد کی حد بتائی تو اسی کے مطابق تعمیر کا نقشہ بنوایا۔ [2]

مجلس علمائے مغازی

اس دور میں مدینہ منورہ میں مختلف علم وفن کے ممتاز علماء و فضلاء اپنے ذوق کے مطابق مذاکرات کی مجلسیں منعقد کرتے تھے۔ اور خاص خاص موضوعات پر مذاکرہ و مباحثہ کر کے معلومات بہم پہونچاتے تھے، تفسیر، حدیث، فقہ و فتویٰ، سیر و مغازی، ایام و حروب اور شعر و ادب اس دور کے عام موضوع تھے، چنانکہ سیر و مغازی کی علیحدہ مجلس قائم ہوتی تھی جس میں غزوات و سرایا کے علماء و مصنفین شریک ہوتے تھے، مغازی کے مشہور مصنف ابو معشر نجیح بن عبد الرحمٰن سندی، مدنی متوفی ۱۷۰ھ نے علمائے مغازی کی اس مجلس میں بیٹھکر اس فن میں امامت کا درجہ پایا ہے۔

ان کے صاحبزادے محمد بن ابو معشر، لوگوں نے پوچھا کہ آپ کے والد نے مغازی کو

[1] الاخبار الطوال ص ۳۱۳، [2] کتاب المناسک، حربی ص ۳۶۶،

کیسے یاد کیا؟ انھوں نے بتایا کہ

کان التابعون یجلسون الی استاذہ، فکانوا یتذاکرون المغازی، فحفظ ※ ※ ؎	تابعین حضرات ان کے استاد کے یہاں بیٹھ کر مغازی کے بارے میں مذاکرہ کرتے تھے، اسی مجلس میں ابو معشر نے مغازی یاد کی،

اس دور میں مدینہ منورہ میں علم المغازی کے علماء و مصنفین کی ایک بڑی جماعت تھی، جس میں یہ حضرات نمایاں ہیں، عروہ بن زبیر متوفی ۹۴ھ، ابان بن عثمان بن عفان متوفی ۱۰۵ھ عاصم بن عمرو بن قتادہ متوفی ۱۲۰ھ شرجبیل بن سعد متوفی ۱۲۳ھ، محمد بن شہاب زہری متوفی ۱۲۳ھ، عبداللہ بن ابوبکر بن حزم متوفی ۱۳۵ھ، ولید بن کثیر متوفی ۱۵۱ھ، موسیٰ بن عقبہ متوفی ۱۴۱ھ، عبداللہ بن جعفر متوفی ۱۷۰ھ، محمد بن اسحاق متوفی ۱۵۱ھ،

یہ حضرات مغازی کی علیحدہ مجلس منعقد کرکے باہمی مذاکرہ کرتے تھے، اور شرکاء و سامعین اس سے مستفید ہوتے تھے، ان ہی میں امام ابو معشر سندی بھی ہیں۔

مجلس زین العابدین و عروہ

حضرت زین العابدین علی بن حسین، حضرت عروہ بن زبیر، اور حضرت عبداللہ بن علی کی مجلس ہر رات عشاء کے بعد مسجد نبوی کے آخری گوشہ میں منعقد ہوتی تھی جس میں مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی تھی، بعض اوقات وقتی سیاست اور اموی خلفاء و امراء کے بارے میں تبادلۂ خیالات بھی ہوتا تھا، حضرت حسن کے صاحبزادے کا بیان ہے۔

کان علی بن حسین بن علی بن ابی طالب یجلس کل لیلۃ ھو، وعروۃ بن الزبیر فی مؤخر مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد العشاء الآخرۃ فکنت اجلس معھما،	علی بن حسین اور عروہ بن زبیر ہر رات نماز عشاء کے بعد مسجد نبوی کے آخری حصہ میں بیٹھتے تھے۔ میں بھی ان دونوں حضرات کے ساتھ بیٹھا کرتا تھا۔

؎ تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۴۲۸،

اس کے بعد بیان کرتے ہیں کہ حسب معمول ایک رات ہم لوگ آپس میں گفتگو کر رہے تھے، باتوں بات میں بنی امیہ کے ظلم و جور کی بات چل پڑی اور یہ کہ جو لوگ ان کے ساتھ ہیں۔ وہ حالات میں تبدیلی کی طاقت نہیں رکھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے متعلق علی بن حسین اور عروہ بن زبیر کو عذابِ الٰہی کا خطرہ محسوس ہوا، اور عروہ بن زبیر نے علی بن حسین سے کہا کہ اگر کوئی شخص بنوامیہ اور ان کے اعوان و انصار سے میل بھر دُور رہے گا، اور ان پر آفت آئی تو وہ محفوظ رہے گا۔ اس گفتگو کے بعد عروہ بن زبیر وادی عقیق میں اپنے قصرِ عروہ میں رہنے لگے، اور میں مقام سویقہ میں منتقل ہو گیا۔ [1]

مجلسِ زبان و ادب

مسجدِ نبوی میں زبان و ادب کی مجلسیں بھی منعقد ہوتی تھیں۔ اور شعراء، ادباء، فصحاء، بلغاء کے کلام سے اربابِ ذوق محظوظ ہوتے تھے، اس بارے میں آلِ زبیر مشہور تھے، ان میں حضرت ثابت بن عبد اللہ بن زبیر، سخاوت، شجاعت، خطابت، فصاحت اور بلاغت میں گویا قریش کے ترجمان تھے، اور مسجدِ نبوی میں بیٹھ کر فصاحت و بلاغت کے دریا بہاتے تھے، اہل مدینہ خاص طور سے ان کی مجلس میں ان کا کلام سننے کے لئے آتے تھے۔ مسور بن عبد الملک کا بیان ہے۔

کنا ناتی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ما نزعنا الیہ الا استماع کلام ثابت بن عبد اللہ بن الزبیر بالفاظہ۔ [2]	ہم لوگ مسجدِ نبوی میں حاضر ہوتے تھے، صرف ثابت بن عبد اللہ کے کلمات و الفاظ سننے کی کشش ہم کو وہاں لے جاتی تھی۔

اس بیان سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ان کا کلام اور اندازِ گفتگو کس قدر پُرکشش ہوتا تھا۔ اور ان کو سننے کیلئے اہل ذوق کس طرح کھنچ کھنچ کر ان کے پاس آتے تھے۔

اسی طرح ان کے پوتے حضرت عبد اللہ بن مصعب بن ثابت اپنے زمانہ میں مدینہ میں قریش

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۱۸۱، [2] جمہرۃ نسب قریش و اخبارہا ص ۸۹،

کے مشہور خطیب اور زبان آور تھے، اور جود وسخا، خوش خلقی کے ساتھ ظاہری حسن وجمال میں مشہور تھے، قدر و منزلت کے اونچے مقام پر فائز تھے، فصاحت و بلاغت میں اپنے دادا کی یاد تازہ کرتے تھے، ان کی مجلس بھی مسجد نبوی میں منعقد ہوتی تھی، اور لوگ ان کے فصیح و بلیغ کلمات سننے کے لئے دور، دور سے آکر لطف اندوز ہوتے تھے، عبدالرحمٰن بن مغیرہ حزامی کہتے ہیں۔

کنا ناتی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فنجلس فیہ، ما نزعنا الی الجلوس فیہ الا استماع کلام عبد اللہ بن مصعب والفاظہ، [1]

ہم لوگ مسجد نبوی میں جاکر بیٹھا کرتے تھے، صرف عبداللہ بن مصعب کے کلمات و الفاظ سننے کی کشش ہم کو وہاں لیجاتی تھی،

٭ ٭ ٭ ٭

عبداللہ بن مصعب بن ثابت کے پوتے زبیر بن بکار بھی آل زبیر کے نامور شخص تھے، تاریخ، انساب، ایام اور اخبار و آثار کے عالم اور حدیث و فقہ میں امام تھے، ان کی کتاب جمہرۃ نسب قریش واخبارہا کا معتدبہ حصہ چھپ چکا ہے۔ وہ بھی اپنے دادا اور خاندان والوں کی طرح مسجد نبوی میں علمی و ادبی مجلس قائم کرتے تھے، جس میں مدینہ کے اعیان و اشراف شعراء ادباء اور قضاۃ شریک ہوتے تھے، عام طور سے یہ مجلس مغرب اور عشاء کے درمیان منعقد ہوتی تھی،

ان کی مجلس میں روزانہ ایک باوقار، خوش پوش ہاشمی شخص بیٹھتا تھا، اور اس کی ظاہری ہیئت وحیثیت دیکھکر زبیر بن بکار نمایاں جگہ بٹھاتے تھے، ایک دن اس نے پوچھا کہ فرزدق شاعر جاہلی یا تیمی تھا۔ یہ سنتے ہی زبیر بن بکار نے اس کی طرف سے رخ پھیر لیا اور کہا

اَللّٰھُمَّ اردُد علیٰ قریش اخطارھا، [2] اے اللہ! قریش کو اس کی شان و شوکت لوٹا دے۔

فرزدق (ہمام بن غالب) اموی دور کا مشہور شاعر اور جریر کا معاصر تھا، اس کا تعلق قبیلہ بنو تمیم سے تھا،

---

[1] جمہرۃ نسب قریش واخبارہا ص ۱۳۲، [2] تاریخ بغداد ج ۸ ص ۴۲۴،

ایک مجلس کا واقعہ زبیر بن بکار خود یوں بیان کرتے ہیں۔ ابو غزیہ محمد بن موسیٰ انصاری اکثر میری مجلس میں بیٹھا کرتے تھے۔ ایک رات مغرب اور عشار کے درمیان میرے پاس بیٹھے، اس وقت وہ مدینہ کے قاضی تھے۔ ہم گفتگو کرتے رہے، باتوں بات میں شعر و شاعری کا ذکر ہونے لگا۔ اور ابو غزیہ نے کہا کہ ابن ابو صبیح مزنی (عدی بن عبداللہ بن عمرو بن ابو صبیح مزنی) سب سے بڑا شاعر ہے۔ اس نے آپ کے چچا کے بارے میں یہ اشعار کہے ہیں۔

فما عیشنا الا الربیع و مصعب ... ید ور علینا مصعب و یدورُ

و فی مصعب ان غبّنا القطر الذی ... لنا ورق مغرورقٌ و شکیرُ

متی ما یری الراؤون غرۃ مصعب ... ینیر بھا اشراقہ فینیرُ

یروا ملکًا کالبدر امّا فناءُہٗ ... فرحبٌ و امّا قدرہ فکبیرُ

لہٗ نِعمٌ من عدۃ تقود دونھا ... ولیس بھا عمّا یرید قصورُ

عَدَدْنا فاکثرنا و مدّت فاکثرت ... فقلنا کثیرٌ طیبٌ و کثیرُ

لعمری لئن عَدّدتُ نعماء مصعب ... لاشکرھا انی اذًا لشکورُ [1]

مصعب بن عبداللہ بن مصعب، زبیر بن بکار کے چچا تھے، وہ بھی علم و عمل، مروت و شرافت، جود و سخا، خطابت اور جاہ و منصب میں قریش کے ممتاز اشخاص میں تھے، اور ابو غزیہ محمد بن موسیٰ انصاری امام مالک کے تلمیذ اور مدینہ کے قاضی تھے۔

مجلسِ وادئ عقیق

مدینہ منورہ کے جنوب مغرب میں چند میل پر وادی عقیق بہت لمبا چوڑا علاقہ چھ سات میل میں ہے۔ وادی عقیق کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وادئ مبارک فرمایا ہے۔ یہ وادی نہایت سرسبز و شاداب، ہوا نہایت خوشگوار، پانی شیریں و صحت بخش، اور فضا فرحت افزا ہے۔ ہرے بھرے کھیت اور نخلستان، امراء اور اہل ثروت کے شاندار قصور و محلات، کنویں اور چشمے

[1] جمہرۃ نسب قریش و اخبارہا، ص ۲۱۳،

اپنے اندر بڑی کشش رکھتے تھے۔ وہاں صحابہ وتابعین اور تبع تابعین کی جاگیریں تھیں چند مشہور قصور ومحلات یہ ہیں، قصر عروہ بن زبیر، قصر عاصم بن عمرو، قصر مغیرہ بن ابوالعاص، قصر عنبسہ بن عمرو، قصر عنبسہ بن سعید، قصر ابوبکر بن عبداللہ، قصر عبداللہ بن ابوبکر، قصر ابراہیم بن ہشام، قصر آل طلحہ بن عمر، قصر خارجہ بن حمزہ، قصر عبداللہ بن عامر، قصر مروان بن حکم، قصر سعید بن عاص وغیرہ وادئ عقیق کے یہ قصور ومحلات ارباب جاہ وحشم کے مسکن ہی نہیں تھے بلکہ مدینہ کے علماء وفضلاء، شعراء وادباء اور باذوق حضرات کے مرکز بھی تھے، ان میں ان کی دینی، علمی، ادبی، شعری مجلسیں منعقد ہوا کرتی تھیں، اور یاران باصفا کئی کئی دن تک اس تفریحی مقام میں مختلف مباحث ومسائل پر اظہار خیال کرتے تھے، وادئ عقیق کی اسی اہمیت وعظمت کی وجہ سے کئی اہل علم نے اس کو موضوع بنایا اور کتاب لکھی، زبیر بن بکار اور ابوعلی ہارون بن زکریا ہجری کی کتاب العقیق واخبارہا زیادہ مشہور ہے۔

یہاں کی علمی وادبی مجلسوں اور اہل فضل وکمال کے اجتماعات میں شریک ہونے والے حضرات کو مدتوں ان کی یاد تڑپاتی تھی، اور نہایت جذباتی انداز میں ان کا تذکرہ کرتے تھے، عبدالسلام بن یوسف جماہری بغدادی نے وادئ عقیق اور اس کے مکینوں اور مجالس کو یوں یاد کیا ہے۔

علی ساکنی بطن العقیق سلام　　　وان اسہرونی بالفراق ونامُوا

وادئ عقیق کے باشندے اگرچہ اپنی جدائی میں مجھے جگا کر خود سو گئے ہیں، ان کو میرا سلام پہونچے۔

حظرتم علی النوم وھو محلّل　　　وحلّلتم التعذیب وھو حرام

حلال نیند کو تم لوگوں نے مجھ پر حرام کر دیا ہے۔ اور عذاب کو جو حرام ہے مجھ پر حلال کر دیا ہے۔

اذا نبتم عن حاجر وحَجَرْتم　　　علی السمع ان یدنو الیہ سلام

جب سے تم نے جدائی اختیار کر لی ہے اور کانوں تک سلام پہونچنے کو روک دیا ہے۔

فلا میلت ریحُ الصبا فرع بانۃٍ　　　ولا سجعت فوق الغصون حمام

نہ باد صبا کے جھونکوں نے درخت بان کی ٹہنیوں کو ہلایا اور نہ اس کی ڈالیوں پر فاختہ نے نواسنجی کی

وَلا تَهَفْهَفَتْ فیہ الرعود، ولابکی علی حافتیہ بالعشی غمام

اور نہ وادیٔ عقیق میں بجلیاں کوندیں اور نہ ہی سرِشام اس کے دونوں کناروں پر بادل برسا،

فمالی وما للربع قد بان اھلہٗ وقد قُوِّضَتْ من ساکنیہ خیام

اب مجھے اس مسکن سے کیا تعلق؟ جس کے مکین جا چکے اور وہاں کے باشندوں کے خیمے اکھاڑ دئے گئے

الآ لیت شعری ھل الی الرمل عودۃٌ وھل لی بتلك البانیین لمام؟

اے کاش! مجھے معلوم ہوتا کہ کیا اس کے مقام رمل میں میری واپسی ہو سکتی ہے؟ اور کیا میں بان کے دونوں درختوں کے پاس ٹھہر سکتا ہوں؟

وھل نھ ۃ من بئر عروۃ عذبۃ اُداوِی بھا قلبًا یراہ اُوام

اور کیا میں بیرِ عروہ کے شیریں پانی سے سیراب ہو سکتا ہوں، جس سے اپنے بیمار دل کا علاج کر سکوں؟۔

الآ یا حمامات الاراك الیکم فمالی فی تغرید کُنّ مرام

اے درختِ اراک کی فاختاؤ! تم اپنی راہ لو، کیونکہ تمہاری نواسنجی میں اب میرے لئے کوئی کشش نہیں ہے،

فوجدی وشوقی مسعد ومؤانس ونوحی ودمعی مطرب ومدام[1]

میرا وجد و شوق میرے لئے مونس و مددگار ہے، اور میری گریہ وزاری اور آنسو میرے لئے مطرب باسلام ہے۔

مجلس بئرعروہ

وادیٔ عقیق میں حضرت عروہ بن زبیر کے بہت سے املاک واموال اور نخلستان تھے، لمبی چوڑی جاگیر وجائداد تھی، اس کے درمیان قصرِ عُروہ اور بئرِ عروہ اپنی خصوصیات کی وجہ سے وہاں کے سارے قصور وآبار میں ممتاز تھے بیرعروہ کا پانی کثرت، برودت اور حلاوت میں مشہور تھا۔ بوتلوں میں بھر کر خلیفہ ہارون رشید کو ہدیہ وتحفہ کے طور پر مقامِ رقہ بھیجا جاتا تھا، اس کنوئیں کے بارے میں سری بن عبد الرحمٰن انصاری نے کہا ہے۔

کفنونی ان متُّ فی درع اروی واغسلونی من بئرعروۃ ماءٗ

میں مر جاؤں تو مجھے محبوبہ اروی کے قمیص کا کفن دینا اور بئرعروہ کے پانی سے غسل دینا،

---

[1] المغانم المطابہ فی معالم الطابہ ص۲۷۲، قسم الامکنہ،

سخنۃٌ فی الشتاء، باردۃٌ فی الصیف سراج فی اللیلۃ الظلماء

جو جاڑے میں گرم اور گرمی میں سرد، اور شب تاریک میں چراغ ہے۔

یہ کنواں باب عنبریہ سے ۳۵-۴۰ منٹ کی دوری پر ہے ۱۳۷۹ھ میں راقم پیدل جاکر اس سے سیراب ہوا ہے، مصری حجاج بوتلوں میں اس کا پانی بطور تبرک کے لیجا رہے تھے، اس سے کچھ دور پورب کی جانب قصر سعید بن عاص کے کھنڈر تھے۔ پتھر کی دیواریں گری پڑی تھیں، اندر نہیں جا سکا،

حضرت عروہ بن زبیر نے یہاں کے تمام اموال واملاک کو مسلمانوں پر وقف کر دیا تھا اور ان کے صاحبزادے ہشام بن عروہ اس کے وارث ونگراں تھے۔ اسی بئرِ عروہ کے پاس ان کی علمی ودینی اور ادبی مجلس برپا ہوتی تھی اور اہل ذوق جمع ہو کر خوش وقت ہوتے تھے،

اس مجلس کا ایک واقعہ قابلِ ذکر ہے، منذر بن عبداللہ حزامی کہتے ہیں کہ میں نے حدیث کی تعلیم حاصل کرنے سے پہلے تیرہ ۱۳ سال تک اشعار عرب کی روایت کی، ایک مرتبہ میرے والد ہشام بن عروہ کی ملاقات کے لئے گئے، انھوں نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارا لڑکا اشعار کی روایت کر رہا ہے، اس کو میرے پاس بھیجدینا، والد صاحب یہ سن کر بہت خوش ہوتے اور واپس آکر سواری کا انتظام کیا اور کہا کہ تم کل صبح سویرے وادئ عقیق میں ہشام بن عروہ کے پاس چلے جانا، انھوں نے تم کو بلایا ہے۔

فغدوت علیہ فوجدتہ جالساً فی مجلس بئرِ عروۃ، فسلمتُ علیہ وجلست معہٗ۔	میں صبح کو ان کے پاس پہونچا تو دیکھا مجلسِ بئرِ عروہ میں بیٹھے ہیں، میں سلام کرکے ان کے پاس بیٹھ گیا۔

انھوں نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اشعار عرب یاد کر رہے ہو، تم کو کس قبیلہ کے اشعار زیادہ یاد ہیں؟ میں نے شعراءِ بنو سُلیم کے نام لئے انھوں نے کہا کہ کیا بنی سلیم کے فلاں فلاں شعراء کے اشعار بھی تم کو یاد ہیں؟ اور ان سب کے اشعار سنائے جن کو میں نے

اب تک نہیں سنا تھا، اس کے بعد کہا۔

یا ابن اخی! اطلب الحدیث، بھتیجے! تم حدیث کی تعلیم حاصل کرو،

اور اسی دن سے میں نے حدیث کی روایت شروع کردی، [1]

بنو عروہ کی ایک مجلس نے منذر بن عبداللہ حزامی کو شعر و شاعری کی وادی سے نکال کر احادیثِ نبویہ کی بزم میں پہونچادیا، منذر بن عبداللہ حزامی نے اس روایت کو زندہ رکھا، اور قصر اسحاق میں مدتوں علمی و ادبی مجلس قائم کی،

مجلسِ قصرِ اسحاق بن ایوب

منذر بن عبداللہ بن منذر نے ہشام بن عروہ کی ہدایت کے مطابق حدیث کی تعلیم حاصل کر کے خاندانی روایت کو زندہ رکھا، وہ بھی قریش کے اعیان واشراف میں بڑے فضل و کمال کے مالک تھے، انھوں نے وادیٔ عقیق کے قصرِ اسحاق بن ایوب مخزومی میں اپنی مجلس منعقد کر کے اخوانِ صفا، اور یارانِ باوفا کو جمع کیا، اس مجلس میں علماء، فقہاء، محدثین، شعراء، ادباء کئی کئی دن تک جمے رہتے تھے، اور ہر قسم کے موضوع پر کھل کر بحث و مذاکرہ کرتے تھے، زبیر بن بکار کا بیان ہے۔

وکان آخی اخوانًا اھل فضل ودین وادب، یخرجون المخارج، و یکونون بالعقیق الایام یجتمعون و یتحدثون، و بین ذالك خیر کثیر، وصلاۃ، وذکر، وتنازع فی العلم، [2]

منذر بن عبداللہ نے اہل علم و فضل، اصحاب دین و دیانت اور ارباب شعر و ادب سے برادرانہ تعلقات قائم کئے۔ یہ لوگ تفریح گاہوں میں جا کر کئی دن تک وادیٔ عقیق میں پڑے رہتے اور باہمی مباحثہ و مذاکرہ کرتے، اس مجلس میں بڑی خیر و برکت ہوتی تھی، لوگ نماز پڑھتے اللہ کو یاد کرتے اور علمی بحث و مذاکرہ میں مشغول رہتے تھے۔

※ ※ ※ ※ ※

اس مجلس کے نمایاں ارکان یہ ہیں، عبدالمجید بن علی لیثی، عمران بن موسیٰ بن عمران

---

[1] جمہرۃ نسب قریش و اخبارہا ص۳۰۱ و ص۳۰۲، [2] ایضاً ص۳۹۶،

بن عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابو بکر صدیق، صالح بن محمد بن محمد بن مسور بن ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف، محمد بن طلحہ بن عمیر بن طلحہ بن عامر بن ابو وقاص، مفتی بن عبداللہ بن عنبسہ بن سعد بن عاص،

بعد میں اس مجلس کی یاد ان احباب واخوان کو تڑپاتی رہی، منذر بن عبداللہ نے بغداد چلے جانے کے بعد اپنے جذبات یوں ظاہر کئے ہیں۔

مَن مبلغ عبدَالمجید ودونه مَسیرةُ شهرٍ او یزید علی شهرٍ

کون ہے جو ایک ماہ کی یا اس سے زیادہ مسافت کی دوری پر رہنے والے عبد المجید کو

وعمرانَ والرهط الذین ترکتهم بطیبة فی الفرع للمهذب من فهرٍ

اور عمران کو اور قبیلہ فہر کی جماعت اشراف کو جنہیں میں نے مدینہ میں چھوڑا ہے۔

ولا نعم من معشر قد بلوتهم یزیدون طیبًا حین یبلون بالخُبرِ

اور احباب کو جنہیں میں نے آزمایا تو اور بھی صاف دل اور مخلص نکلے۔

بانی لما شطت الدار بیننا واشفقتُ اَن لا نلتقی آخر الدهرِ

یہ خبر پہونچا دے کہ جب مختلف مقامات نے ہم کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا اور مجھے خطرہ ہوا کہ تا حیات ہم نہیں مل سکیں گے

ذکرتکم فاعتادنی الشوق والاسیٰ وضاق بما اضمرت من ذکرکم صدری

تو میں نے تم لوگوں کو یاد کیا، ملاقات کا شوق اور فراق کا غم میری عادت بن گیا ہے اور تمہاری یاد سے میرا سینہ تنگ ہو گیا ہے

واعجبنی ان لم تفض عین واحدٍ غداة الوداع من مقیم ومن سَفرٍ

اور اس بات نے مجھے تعجب میں ڈال دیا کہ جدائی کی صبح کو کسی مقیم اور مسافر کی آنکھ نے آنسو نہیں بہایا۔

کاَنا علمنا اَننا سوف نلتقی ؛ ولستُ اخال تعلمون ولا ادری

گویا ہم سب جانتے تھے کہ عنقریب ہم ملیں گے۔ مجھے معلوم نہیں کہ تم لوگ اس بات کو جانتے تھے۔

اٰآخر عهدٍ بیننا ذاک ام لنا تلاقٍ علی ما نشتهی باقی العمرِ

کہ یہ ہمارے تمہارے درمیان آخری ملاقات ہے۔ یا آئندہ زمانہ میں ہماری خواہش کے مطابق ملاقات ہوگی۔

فاقسم انساکم ولو حال دونکم من الارض غیطان المتوھۃ الغبر

خدا کی قسم میں تم لوگوں کو نہیں بھول سکتا، اگرچہ تمہارے ہمارے درمیان بے نام ونشان زمین کی کھتیں حائل ہیں،

ولا مجلسنا فی قصر اسحاق بینکم تنازعنا فی محکم الرای والشعر

اور نہ ہی قصر اسحاق کی مجلس بھول سکتا ہوں، جس میں ہمارے درمیان اصابت رائے اور شعر وشاعری پر بحثیں ہوتی تھیں،

ولھو من اللھو الجمیل تزینہ خلائق اقوام عففن عن الغدر

اور اس میں دلچسپ کھیل تھے، جن کو وفادار احباب کے حسن اخلاق نے اور بھی دلچسپ بنا دیا تھا۔

وابرازھم ذات النفوس فاتری لھم خلقا یوما یدنی ولا یزدی[1]

وہ اپنے دل کی باتوں کو کھل کر ظاہر کرتے تھے۔ اور کسی دن اُن سے کوئی معیوب حرکت سرزد نہیں ہوتی تھی،

منذر بن عبداللہ نے بغداد جا کر مدینہ کے جن احباب واخوان کے نام یہ مکتوب روانہ کیا تھا، اس مدت میں ان میں سے اکثر دنیا سے رخصت ہوگئے تھے۔ ایک صاحب نے ان کو وادی عقیق کی سیر وتفریح کے لئے بلایا تو اس کے جواب میں منذر بن عبداللہ نے لکھا،

قل للصدیق الذی جاءت رسائلہ واعملت کاتبا نحوی وقرطاسا

جس دوست کے خطوط میرے پاس آئے ہیں، اس سے کہہ دو کہ

یدعو الی نزھۃ قد کنت آلفھا حتی عدا بیننا ما فرق الناسا

مجھے ایسی تفریح کی دعوت دے رہا ہے جس میں مانوس تھا یہاں تک کہ انسانوں کو جدا کرنے والی بات نے ہم میں راہ پالیا

موت تخرّم اخوانی فشتتھم فاصبحوا فرقا ھامًا وارماسا

یعنی موت نے میرے احباب کو جدا کر دیا اور وہ الگ الگ قبروں میں سو گئے۔

ألفیتنی ذاھلا آنی رزیتھم بیض الوجوہ، ذوی عزّ واُناسا

تم مجھ کو ان سے غافل پا رہے ہو؟ حالانکہ ان روشن چہرہ، معزز اور مانوس لوگوں کی جدائی سے مصیبت زدہ ہوں،

---

[1] جمہرۃ نسب قریش واخبارہا ص۳۹۶ وص۳۹۷، وتاریخ بغداد ج ۱۳ ص۲۴۴ وص۲۴۵،

فلن تقر یعیش بعدھم ابداً   عینی وقد شربوا بالموت الفاسا

ان کے بعد کبھی بھی میری آنکھ ٹھنڈی نہیں ہوگی۔ انھوں نے موت کا پیالہ پی لیا ہے

الا التعزۃ نسیانا، فان ذکروا   ھاج ادکارھم للقلب وسواسا[1]

البتہ کبھی غفلت ہو جاتی ہے اور جب یاد آجاتے ہیں تو ان کی یاد دل میں طرح طرح کے خیالات پیدا کر دیتی ہے

مجلس بنی المولیٰ

مقام قبا مہاجرین اولین کا پہلا تعلیمی مرکز تھا، اور جن کے بال بچے ساتھ نہیں ہوتے تھے، وہ حضرت کلثوم بن ہدم رضی کے خالی مکان بیت العزاب میں قیام کرتے تھے، قبا میں مجلس بنی المولی کے نام سے ایک مجلس تھی جس کا اجمالی تذکرہ علامہ مجدالدین نے المغانم المطابہ میں کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ قبا میں بنو عمرو بن عوف نے مجلس بنی المولی اور حمام کے درمیان بحرج نامی ایک قلعہ تعمیر کیا تھا۔ جس کے مالک بنی عزیز بن مالک تھے، اور بنو عمرو بن عوف ہی نے ایک اور قلعہ شنیف نامی تعمیر کیا تھا جو ابو سفیان بن حارث کے مکان کے قریب اجار المراء اور مجلس بنی المولی کے درمیان تھا، اس کے مالک بنو ضبیعہ بن زید تھے۔[2]

غالباً اس مجلس میں ان دونوں قلعوں کے افراد بیٹھتے تھے، اور دیگر مجالس کی طرح مختلف موضوعات پر بحث و مذاکرہ کرتے تھے، بنو عمرو بن عوف میں مشاہیر صحابہ و تابعین اور اہل علم و فضل گذرے ہیں، یہاں ان کی مجلس برپا ہوتی رہی ہوگی۔

---

[1] جمہرۃ نسب قریش واخبارہا ص۳۹۸ و ص۳۹۹، ومعجم الشعراء، مرزبانی ص۳۶۸،

[2] المغانم المطابہ ص۵۱ و ص۲۰۹،

مراجع ومصادر

القرآن الحکیم		
آثار البلاد واخبار العباد	محمد بن زکریا قزوینی	مصر
الاتقان فی علوم القرآن	جلال الدین عبدالرحمن بن ابوبکر سیوطی	مصر
اخبار مکۃ وما فیہا من الآثار	ابوالولید محمد بن عبداللہ ازرقی	مکہ مکرمہ
اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ	صیمری	
الاخبار الطوال	ابوحنیفہ احمد بن داؤد دینوری	مصر
الاموال	عبید بن سلام	
الاخلاق والواجبات	عبدالقادر مغربی	مصر
الادب المفرد	امام محمد بن اسمٰعیل بخاری	مصر
ادب الاملاء والاستملاء	ابوسعد عبدالکریم بن محمد سمعانی	لائڈنی
ادب الکاتب	ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری	مصر
الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب	ابوعمر یوسف بن عبدالبر اندلسی	حیدرآباد
اُسُدُ الغابہ فی معرفۃ الصحابہ	ابوالحسن عزالدین علی بن محمد جزری	طہران
الاشتقاق	ابن دُرید	مصر
الاصابہ فی تمییز الصحابہ	ابوالفضل احمد بن علی ابن حجر عسقلانی	مصر
العبر فی خبر من غبر	ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی	کویت
اعلام الموقعین	ابوعبداللہ محمد بن ابوبکر ابن قیم الجوزیہ	مصر
تاویل مشکل القرآن	ابن قتیبہ	مصر

اسمائے کتب	مصنفین کرام	طبع شدہ
التاریخ الکبیر	محمد بن اسمٰعیل بخاری	حیدرآباد
تاریخ خلیفہ بن خیاط	خلیفہ بن خیاط، شباب بصری	دمشق
تاریخ بغداد	ابوبکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی	مصر
تاریخ الخلفاء	جلال الدین سیوطی	مصر
تدریب الراوی	جلال الدین سیوطی	مصر
تدوین حدیث	مولانا مناظر احسن گیلانی	کراچی
تدوین سیر مغازی	قاضی اطہر مبارک پوری	دہلی
تذکرۃ الحفاظ	ابوعبداللہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی	حیدرآباد
ترتیب المدارک	ابوالفضل قاضی عیاض بن موسیٰ یحصبی	بیروت
تربیت الاولاد فی الاسلام	ابن علوان	
تہذیب التہذیب	ابن حجر عسقلانی	حیدرآباد
تہذیب الاسماء واللغات	ابوزکریا محی الدین یحییٰ نووی	مصر
کتاب اسماء الثقات	ابوحفص عمر بن احمد ابن شاہین بغدادی	بمبئی
کتاب الثقات	محمد بن حبان بن احمد بستی	حیدرآباد
جامع بیان العلم	ابن عبدالبر اندلسی	مصر
جمہرۃ نسب قریش واخبارہا	زبیر بن بکار	مصر
جمہرۃ انساب العرب	ابومحمد علی بن احمد ابن حزم اندلسی	مصر
الجرح والتعدیل	ابومحمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی	حیدرآباد
جمع الفوائد	محمد بن محمد بن سلیمان	مصر
جواہر الاصول فی علم حدیث الرسول	ابوالفیض محمد بن محمد بن علی فارسی ہروی	بیروت

اسمائے کتب	مصنفین کرام	طبع شدہ
حاضر العالم الاسلامی	امیر شکیب ارسلان	مصر
حیات الصحابہ	مولانا محمد یوسف کاندھلوی	ریاض
کتاب الخطط والآثار	مقریزی	مصر
الذخائر والتحف	قاضی رشید	
خاص الخاص	ثعالبی	
زاد المعاد	ابن قیم الجوزیہ	مصر
سیرتِ ابن ہشام	عبدالملک بن ہشام بصری	مصر
سیرتِ حلبیہ		مصر
سیر اعلام النبلاء	شمس الدین ذہبی	مصر
سنن ابوداؤد	امام ابوداؤد سجستانی	دہلی
سنن ترمذی	امام ابوعیسیٰ ترمذی	دہلی
شرف اصحاب الحدیث	خطیب بغدادی	ترکی
صحیح البخاری (بحاشیہ سندی)	امام بخاری	مصر
صحیح مسلم	امام مسلم بن حجاج قشیری	مصر
صفۃ الصفوہ	ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی، ابن جوزی	حیدرآباد
طبقات خلیفہ بن خیاط	خلیفہ بن خیاط، شباب بصری	ریاض
طبقات ابن سعد	محمد بن سعد واقدی بغدادی	بیروت
طبقات المفسرین	شمس الدین محمد بن علی بن احمد داؤدی مصری	مصر
طبقات الشافعیۃ الکبریٰ	تاج الدین سبکی	مصر
العمدہ	ابن رشیق قیروانی	

اسمائے کتب	مصنفین کرام	طبع شدہ
علل الحدیث ومعرفۃ الرجال	عبداللہ بن علی مدینی	حلب
عقود الجمان فی مناقب النعمان	شمس الدین محمد بن یوسف صالحی دمشقی	حیدرآباد
عمل الیوم واللیلہ	ابوبکر احمد بن محمد ابن السنی دینوری	"
غریب الحدیث	عبید بن سلام	
فتح الباری	احمد بن علی، ابن حجر عسقلانی	مصر
فتوح البلدان	ابوالحسن احمد بن یحییٰ بلاذری	مصر
الفقیہ والمتفقہ	خطیب بغدادی	بیروت
فضل اللہ الصمد فی توضیح الادب المفرد	مولانا فضل اللہ گیلانی	مصر
الفہرست	ابن ندیم	مصر
فقہ اللغۃ	ابومنصور عبدالملک بن محمد بن اسمٰعیل ثعالبی	مصر
قصیدۃ الدامغہ	ہمدانی	
الکفایہ فی علم الروایہ	خطیب بغدادی	حیدرآباد
کتاب الکنیٰ	امام بخاری	حیدرآباد
کنز العمال		
الکامل فی اللغۃ والادب	ابوالعباس محمد بن یزید، مبرّد	مصر
المحلی	ابن حزم	
المستدرک	ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیساپوری	حیدرآباد
معرفۃ علوم الحدیث	ابوعبداللہ حاکم نیساپوری	مصر
المعارف	ابن قتیبہ	
المصون فی الادب	عسکری	

اسمائے کتب	مصنفین کرام	طبع شدہ
المحکم	وانی	
معجم الشعراء	مرزبانی	
المحبّر	محمد بن حبیب بغدادی	
المنتظم	ابن جوزی	
المحدث الفاصل بین الراوی والواعی	قاضی حسن بن عبدالرحمٰن بن خلاد رامہرمزی	بیروت
مسند حمیدی	ابوبکر عبداللہ بن زبیر حمیدی	ہند
مصنف عبدالرزاق	عبدالرزاق صنعانی	بیروت
مصنف ابن ابی شیبہ		حیدرآباد
المجروحون من المحدثین	محمد بن حبان بستی	حیدرآباد
کتاب المناسک	ابراہیم بن اسحاق حربی بغدادی	ریاض
المغانم المطابہ فی معالم الطابہ	فیروز آبادی	
المدخل	محمد عبدری، ابن الحاج	مصر
مناہل العرفان فی علوم القرآن	محمد عبدالعظیم زرقانی	مصر
مناقب ابی حنیفہ وصاحبیہ	ذہبی	مصر
مقدمہ ابن خلدون	عبدالرحمٰن بن خلدون	مصر
کتاب المنمق	محمد بن حبیب بغدادی	حیدرآباد
المزہر فی علوم اللغہ	سیوطی	مصر
معالم القربہ فی احکام الحسبہ	ابن اخوہ	
وفاء الوفا باخبار دار المصطفٰی	نورالدین علی بن احمد سمہودی	مصر
وفیات الاعیان	شمس الدین احمد بن محمد، ابن خلکان	اصفہان